صوفی امیر خسروؒ

سید صباح الدین عبدالرحمٰن

دارالمصنفین شبلی اکیڈمی اعظم گڑھ

Marfat.com

صوفی امیر خسروؒ

جس میں ہندوستان کے شہرۂ آفاق فارسی شاعراور حضرت نظام الدین اولیاءؒ کے جان نثار مرید جناب امیر خسروؒ کو معاصر تذکرہ وتاریخ اوران کے کلام کی روشنی میں ایک صاحبِ دل صوفی کی حیثیت سے پیش کیا گیا ہے۔

سید صباح الدین عبدالرحمٰنؒ

دارالمصنّفین، شبلی اکیڈمی، اعظم گڑھ

Marfat.com

111879

©جملہ حقوق بحق دارالمصنّفین محفوظ

سلسلۂ دارالمصنّفین نمبر: ۱۴۰

نام کتاب: صوفی امیر خسروؒ

نام مصنف: سید صباح الدین عبدالرحمنؒ

صفحات: ۱۷۲

ایڈیشن: طبع جدید ۲۰۰۹ء

مطبع: معارف پریس، شبلی اکیڈمی، اعظم گڑھ

ناشر: دارالمصنّفین شبلی اکیڈمی، اعظم گڑھ

قیمت: Rs.80

ISBN-978-93-80104-21-8

DARUL MUSANNEFIN SHIBLI ACADEMY

P.O.BOX NO:19

SHIBLI ROAD,AZAMGARH 276001(U.P.)

E-Mail: Shibli- Academy @ Rediff Mail. Com

Website:WWW.Shibli Academy.org

باہتمام

عبدالمنا ہلالی

Marfat.com

فہرست مضامین

امیر خسرو بحیثیت ایک صوفی

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون	صفحہ
۱	پیش لفظ	۱	مناجات میں عشقِ الٰہی	۱۱۲
۲	تمہید اور خواجہ نظام الدین سے خسرو کی بیعت	۲۔۲۰	عشق رسولؐ	۱۱۹
۳	امیر خسرو کا عارفانہ رنگ	۲۱	صنائع و بدائع	۱۲۷
۴	امیر خسرو اور افضل الفوائد	۴۰	منقبت شیخ	۱۲۸
۵	افضل الفوائد پر بحث	۴۱	صوفیانہ نکتے	۱۳۴
۶	راحت المحبین	۸۹	تخیل عشق	۱۳۵
۷	امیر خسرو کی صوفیانہ شاعری	۹۴	امیر خسرو کا تخیلِ عشق	۱۳۸
۸	سیر الاولیا کے مصنف کی قدردانی	۹۵	عشق و عقل	۱۵۲
۹	موجودہ دور کے اصحابِ نظر کا اعتراف	۹۷	شریعت پسندی	۱۵۵
۱۰	امیر خسرو کی حمدیہ سرشاری	۱۰۵	فضیلتِ انسان	۱۵۵
۱۱	توحید کی سرشاری	۱۰۷	اخلاقی تعلیمات	۱۵۶
۱۲	وجودی رنگ	۱۱۱	امیر خسرو اور اقبال	۱۶۰

Marfat.com

Marfat.com

پیش لفظ

۱۹۷۵ء میں امیر خسرؒ کی سات سو سالہ برسی کے سلسلہ میں اسلام آباد پاکستان میں ایک قومی اور ایک بین الاقوامی جشن منایا گیا، ان دنوں کراچی میں تھا، مجھ کو بھی ان میں مدعو کیا گیا، قومی جشن تو اسلام آباد یونیورسٹی میں ہوا، اس کے ایک اجلاس کی صدارت مجھ کو دے کر میری عزت افزائی کی گئی امیر خسروؒ سے جو مجھ کو عشق ہے، شاید اسی کا یہ صلہ تھا، اس کے مختلف اجلاسوں میں جو مقالے پڑھے گئے ان میں کوئی ایسی قابل اعتراض بات نہ تھی جو میری توقع کے خلاف ہوتی، میرا عقیدہ تو بقول علامہ شبلیؒ یہ ہے کہ ہندوستان میں چھ سو برس سے آج تک اس درجہ کا جامع کمالات نہیں پیدا ہوا اور سچ پوچھو تو اس قدر مختلف اور گوناگوں اوصاف کے جامع ایران و روم کی خاک نے بھی دو ہی چار پیدا کیے ہوں گے۔

اسلام آباد ہی میں جو بین الاقوامی جشن ہوا، اس میں عراق سے بھی ایک مقالہ آیا تھا، اس میں یہ ثابت کرنے کی کوشش کی گئی تھی کہ امیر خسروؒ صوفی نہ تھے، تصوف سے ان کا کوئی لگاؤ نہ تھا، یہ مقالہ بہت ہی سطحی تھا مگر اس سے کچھ خسرو ناشناس لوگوں کو یہ شبہہ پیدا ہو گیا کہ واقعی ان کو تصوف سے کوئی لگاؤ نہ تھا، اس جشن میں خسروؒ کے متعلق ایسے مقالے بھی پڑھے گئے، جن کو سن کر جشن کے اختتام کے بعد پاکستان کے مشہور مزاح نگار اور کالم نویس ابن انشا نے ایک اخبار میں یہ تبصرہ کیا کہ امیر خسرو نے سات سو برس کے اندر جو کچھ حاصل کیا تھا وہ اس بین الاقوامی جشن کے تین روز کے اجلاس میں ان سے چھین لینے کی کوشش کی گئی۔

۱۹۷۶ء میں نئی دہلی میں بھی امیر خسروؒ کا ایک بین الاقوامی سمینار منعقد کیا گیا، اس میں دنیا کے ہر حصے سے نمایندے شریک ہوئے، اس میں شرکت کے لیے میرے پاس بھی دعوت نامہ آیا، اس میں خسرو کے متعلق بہت سی ناروا باتیں کہی گئیں جن کے لیے مجھ کو ایک

Marfat.com

ضابطہ لڑائی لڑنی پڑی، میری جنگجویانہ باتیں سن کر کچھ نمایندے بولے کہ اچھا ہوا میری شرکت اس میں ہوگئی اور نہ معلوم نہیں امیر خسروؒ اپنی قبر سے اکھیڑ کر کہاں ڈال دیے جاتے۔

اسی موقع پر یہ بھی کہا گیا کہ امیر خسروؒ خواجہ نظام الدین اولیاؒ سے بیعت ہی نہیں ہوئے تھے، ان کے بیعت ہونے کا کوئی ثبوت نہیں، وہ ایک دنیادار اور چالاک قسم کے محض درباری تھے، جو حضرت نظام الدین اولیاؒ کے جاسوس بن کر دربار کی خبریں ان کو پہونچایا کرتے تھے، افضل الفوائد محض ایک جعلی مجموعہ ہے جو ان کی طرف منسوب کردیا گیا ہے، وغیرہ وغیرہ۔

ان تمام باتوں سے بڑا دکھ پہونچا، تو پہلے ''معارف'' میں کچھ مقالات لکھے، اب یہ زیرِ نظر کتاب میں شامل کردیے گیے، رسالہ 'منادی' میں بھی خواجگان چشت کے ملفوظات کے ساتھ افضل الفوائد کو جعلی قرار دیا گیا، اس سے اور زیادہ تکلیف پہونچی، گو اس رسالہ میں میرا وہ مضمون بھی شائع کیا گیا جس سے ان ملفوظات کے جعلی ہونے پر جو اعتراضات کیے گئے تھے، ان کی تردید ہوتی ہے، مگر اس سے اس نقصان کی تلافی نہیں ہوتی جو 'منادی' میں خواجگان چشت کے ملفوظات کو فرضی قرار دینے کی کوشش کی گئی ہے، 'منادی' حضرت خواجہ نظام الدین اولیاؒ کی درگاہ سے شائع ہوتا ہے، یہاں سے ایسی آواز اٹھے گی تو گویا تصوف اور صوفیائے کرام کے منکرین کو اس سے پورا فائدہ اٹھانے کا موقع مل جائے گا۔

زیرِ نظر کتاب میں جو کچھ لکھا گیا ہے، امید ہے کہ ناظرین اس کا مطالعہ غور سے کریں گے، جس کے بعد تصوف کے حلقہ میں امیر خسروؒ کا رتبہ متعین کرنے میں ان شاء اللہ ان کو پوری مدد ملے گی۔

کتابت کی غلطیاں ناظرین خود اپنے ذوق سلیم سے صحیح کرلیں، جس کے لیے یہ عاجز مصنف ان کا ممنون ہوگا۔

سید صباح الدین عبدالرحمٰن
۲۵/دسمبر ۱۹۸۰ء دارالمصنّفین

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

امیر خسروؒ بحیثیت ایک صوفی

ابوالحسن یمین الدین خسروؒ (۱۲۵۳ء/۶۵۱ھ، ۱۳۲۷ء/۷۲۵ھ) کی شخصیت میں بڑی رنگارنگی ہے، وہ دنیا کے عظیم ترین شاعروں میں شمار کیے جاتے ہیں، اسی کے ساتھ بلند پایہ نثر نگار بھی تھے، بے مثل ماہر موسیقی بھی، سلاطین دہلی کے محبوب ترین ہم جلیس بھی، وفادار بیٹے بھی، شفیق باپ بھی اور اپنے مرشد حضرت شیخ المشائخ نظام الدین اولیاؒ کے بہت چہیتے اور جاں نثار مرید بھی، ان کا جیسا عبقری صدیوں کے بعد ہی کبھی کبھی پیدا ہو جاتا ہے، ان کی عبقریت کے گوناگوں پہلوؤں میں سے اس مقالہ میں وہ جام معرفت پی کر جس طرح سرشار اور مخمور رہے، اسی کو ناظرین کے سامنے پیش کرنا ہے۔

سیاسی حیثیت سے تو انہوں نے غیاث الدین بلبن (۱۲۶۶ء/۶۶۴ھ - ۱۲۸۶ء/۶۸۶ھ) سے لے کر محمد بن تغلق کا ابتدائی عہد دیکھا، جب کہ سیاست کی ہر قسم کی ہنگامہ آرائیاں ہوتی رہیں، ہندوستان پر انہوں نے تاتاریوں کے پے در پے خونریز حملے دیکھے، خود ان کے ہاتھوں اسیر ہوئے، اپنے محبوب ترین علمی و ادبی سرپرست شہزادہ محمد سلطان کو میدان جنگ میں ۱۲۸۵ء میں شہید ہوتے بھی دیکھا، سلطان معز الدین کیقباد (۱۲۸۷ء/۶۸۶ھ - ۱۲۹۰ء/۶۸۸ھ) کی سرمستیاں اور رنگ رلیاں بھی ان کی نظروں سے گذریں، سلطان جلال الدین خلجی (۱۲۹۰ء - ۱۲۹۶ء) کے مصحف دار کی حیثیت سے اس کے المناک قتل سے بھی متاثر ہوئے، سلطان علاء الدین خلجی (۱۲۹۶ء - ۱۳۱۶ء) کی

Marfat.com

فتوحات میں بھی شریک رہے، پرواریوں کے ہاتھوں شاہی محل کے اندر سلطان قطب الدین خلجی کا سفاکانہ قتل بھی ۱۳۲۰ء میں ان کی زندگی میں ہوا، غیاث الدین تغلق (۱۳۲۰ء۔ ۱۳۲۵ء) نے ان پرواریوں کو جس طرح مغلوب کیا، اس کے مناظر بھی دیکھے اور آخر میں محمد شاہ تغلق کی حکومت کے آغاز میں اپنی جان آفریں کے سپرد (۱۳۲۷ء۔ ۷۲۵ھ) میں کی۔

ان کی پیدائش (۱۲۵۳ء۔ ۶۵۱ھ) میں ہوئی، انہوں نے چوہتر برس کی عمر پائی، ان کے پورے دور زندگی میں سیاسی ہنگامہ آرائیوں کے ساتھ شیخ المشائخ حضرت نظام الدین اولیاؒ کی روحانی حکومت بھی قائم رہی، ان کے انفاس متبرکہ کی وجہ سے بقول مورخ مولانا ضیاء الدین برنی دنیا روشن ہو رہی تھی، ایک عالم نے ان کی بیعت کا ہاتھ پکڑا، ان کی مدد سے گناہ گاروں نے توبہ کی، ہزاروں بدکاروں اور بے نمازیوں نے بدکاری سے ہاتھ اٹھالیا، لوگوں کے معاملات میں سچائی پیدا ہوگئی، احکام شریعت وطریقت کے رواج کی رونق بڑھی، خاص وعام، غریب ودولت مند، بادشاہ وفقیر، عالم وجاہل توبہ اور پاکی کی تعلیم پانے لگے تھے، بڑے بڑے گناہ لوگوں کے نزدیک کفر کے مشابہ معلوم ہونے لگے تھے (مزید تفصیلات کے لیے دیکھو تاریخ فیروز شاہی۔ (ض ۴۶۔۲۴۱)

اسی ماحول میں امیر خسروؒ کی زندگی گذری، شیخ المشائخ حضرت نظام الدین اولیاؒ کا سنہ پیدائش (۶۳۴ھ) ہے، اس طرح امیر خسروؒ وحضرت خواجہ سے تقریباً سترہ سال چھوٹے تھے، سیر الاولیا کے مصنف کا بیان ہے کہ جب خسروؒ پیدا ہوئے تو ان کے والد کے گھر کے پاس ایک مجذوب (دیوانہ صاحب نعمت) رہا کرتے تھے، ان ہی کے پاس ان کے والد خسروؒ کو ایک کپڑے میں لپیٹ کر لے گئے، مجذوب نے دیکھتے ہی کہا کہ ایک ایسے شخص کو لائے ہو جو خاقانی سے دو قدم آگے ہوگا (سیر الاولیا، ص ۳۰۱) اس تبصرہ کرتے ہوئے شیخ عبد الحق دہلوی نے اخبار الاخیار میں لکھا ہے کہ ممکن ہے دو قدم آگے کہنے سے ان مجذوب کا مقصد مثنوی نگاری اور غزل گوئی کے فن میں ہو، کیونکہ قصیدہ گوئی میں بعض

Marfat.com

بزرگوں کی رائے کے مطابق وہ خاقانی تک پہونچ تو سکے، لیکن آگے نہ بڑھ سکے (ص ۹۳۔ ۹۲) مولانا شبلیؒ نے اس تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ مجذوب صاحب کے کمالات معنوی کا ہم انکار نہیں کرتے لیکن ان کے شاعرانہ ذوق کا تسلیم کرنا مشکل ہے، خاقانی کو امیر خسروؒ سے کیا نسبت۔ (شعر العجم جلد دوم ص ۱۰۸)

امیر خسروؒ نے اپنے والد سیف الدین کے متعلق غرۃ الکمال کے دیباچہ میں لکھا ہے کہ وہ اپنی امارت کے باوجود پاک صفت فرشتہ خصلت، عبادت گذار اور صاحب ولایت تھے، اسی بات کو اپنے انداز میں اس طرح لکھا ہے:

''عجب سیفے کہ باچندیں صفت گوہر پاکش چناں بودہ کہ ہرگز سخن از زبان او بیروں نیامدے، ترک درخواب فرشتہ باشد او در بیداری فرشتہ بود، از بالا آمدہ آں چناں فرشتہ راجز درخواب نتواں دید، صفت ملکی را در طاعت چناں ملکہ کردہ کہ در خورشید سیہ چشم چشم سرخ نہ کردی ہم از طریق دنیا امیر بود، ہم از جانب عقبیٰ صاحب ولایت با آں کہ امی بود''۔

غالباً اسی عبارت کو سامنے رکھ کر سیر العارفین کے مصنف نے لکھا ہے کہ امیر سیف الدین لاچین اور پیر مرد صالح اور خدا پرست تھے، خزینۃ الاصفیا میں بھی ہے کہ۔

''امیر سیف الدین لاچین پیری بے نظیری خدا پرستے بود''۔ (ص ۳۳۹)

سیر العارفین میں ہے کہ حضرت خواجہ سے امیر خسروؒ جب ہمراہ برادران و پدر بزرگوار حضرت نظام الدین اولیاؒ کے مرید ہوئے تھے، اس وقت ان کی عمر آٹھ برس کی تھی، لیکن اس میں عمر صحیح نہیں لکھی گئی ہے، کیونکہ امیر خسروؒ نے غرۃ الکمال کے دیباچہ میں لکھا ہے کہ وہ اپنے والد کی وفات کے وقت سات سال کے تھے، اس کے بعد وہ اپنے نانا عماد الملک کے یہاں پرورش پانے لگے، ان کے بارہ میں لکھتے ہیں کہ وہ ان کے نانا نہ تھے بلکہ دوست تھے۔

Marfat.com

''آں جد نبود بلکہ دوستے بود، صاحب دولتے چون چتر سلطان سپاد دوست عماد الملک چہارم''۔

پھر لکھتے ہیں کہ انھوں نے اپنی فراخ دلی سے ہندوستان کی مملکت کو اپنی مٹھی میں کرلیا تھا، اگر چہ وہ عرض کے کام پر مامور تھے پھر لکھتے ہیں:

''زہے روات عارض کہ درکار آرائی مملکت ہند ہمہ تن رائے بود، چنانکہ اگر خواستے رائے بگردانیدے وبار کردے''۔

لکھتے ہیں کہ ایک سو سترہ سال کی عمر پائی جس میں ستر تک عارض ممالک رہے، اور ایسے عارض کہ ایک لاکھ ہندو، ایک لاکھ سوار ان کے یہاں سے کلاہ اور قبا پاتے تھے، مسلمانوں پر بھی ان کے کرم کی بارش عام تھی، پھر ان کی دعوت اور پان کی تقسیم کا ذکر کرتے ہیں، آخر میں لکھتے ہیں کہ:

''آں ہمہ نان دہی مونس تربت او باد''

امیر خسروؒ نے اپنے نانا کا ذکر اپنی عبارت آرائی کے ساتھ مختصر طریقہ پر کیا ہے، لیکن ان کے ہم مشرب اور دوست مولانا ضیاء الدین برنی نے ان کے نانا کی تعریف بہت دل کھول کر کی ہے، وہ لکھتے ہیں کہ وہ سلطان شمس الدین ایلتتمش کے عہد میں عرض لشکرہ سے عرض ممالک کے عہدے تک پہونچے اور دو قرن تک دیوان عرض کے جملہ معاملات ان ہی کے حکم سے طے پاتے تھے، سلطان بلبن بھی ان کی بڑی عزت کرتا، اس نے حکم دے رکھا تھا کہ خوانین وملوک کے بعد ان ہی نشست رہے، ان کے اختیارات لامحدود تھے، عرض کے وقت جو بھی سوار ان کو مستعد نظر آتا، وہ اس کی تنخواہ پہلے سے زیادہ کردیے، اگر لشکر کے کسی سوار کو کوئی حادثہ پیش آجاتا یا وہ کسی مصیبت میں مبتلا ہوجاتا تو وہ اس کی مدد کرتے اور کہتے کہ میں لشکر کا سردار ہوں، اگر مصیبت کے وقت لشکری کی فریاد نہ سنوں تو میرا لشکر کا سردار ہونا بے سود ہے، وہ ہر سال دیوان عرض کے ملازمین کو اپنے گھر بلاتے ان کو خلعت دیتے

Marfat.com

اوبیس ہزار تنکے ان کو دے کر کہتے کہ وہ آپس میں تقسیم کرلیں، وہ ہر ایک کے ہاتھ کو بوسہ دیتے اور منت کے طور پر کہتے کہ تم بادشاہ پر جو لشکر کا مالک ہے، مجھ پر جو لشکر کا عارض ہوں اور خود لشکر پر جو رعایا کا محافظ ہے رحم کرو اور رشوت کے طور پر لشکر سے کوئی چیز لینے کی توقع نہ رکھو، اس سے لشکر تباہ ہو جائے گا، وہ ان کو مخاطب کر کے یہ بھی کہتے اگر میں لشکر کے کام میں غفلت برتوں گا، رات دن کی فکر میں نہ لگا رہوں گا اور اس کو اپنے بھائیوں اور بیٹوں کی طرح عزیز نہ رکھوں گا تو دنیا میں حرام خور سمجھا جاؤں گا اور آخرت میں کرسئ قضا کے سامنے شرم سار ہوں گا، دیوان عرض میں ان کی طرف سے کھانا کھلایا جاتا، اس وقت پچاس ساٹھ خوان کھانے کے لائے جاتے جن میں میدے کی روٹی، بکری، حلوان، کبوتر، چوڑے کے گوشت، شربت اور پان ہوتے، دسترخوان پر دیوان عرض کے لوگ بیٹھتے جو کھانا بچ جاتا وہ فقیروں کے دے دیا جاتا، ان کے پان عمدگی کے لیے مشہور تھے، پچاس ساٹھ پان والے غلام پان تقسیم کرنے میں مشغول رہتے، وہ خیرات وصدا قات کے لیے بھی مشہور تھے اور بہت سے گاؤں وقف کیے، ان کی وفات کو کئی قرن گذر گئے ہیں لیکن ان کا وقف کیا ہوا گاؤں باقی ہے، اس کی آمدنی مستحقین پر خرچ ہوتی ہے، ان کی روح کو ثواب پہونچانے کے لیے کھانا دیا جاتا ہے اور ختم قرآن بھی پڑھا جاتا ہے (ص ۱۱۷۔۱۱۵) عماد الملک کی ان خوبیوں سے متأثر ہو کر سیر العارفین کے مصنف نے لکھا ہے کہ امیر خسروؒ نے اپنے نانا عماد الملک کی تعریف عزۃ الکمال میں لکھی ہے یہ بڑے اولیاے کرام میں سے تھے، امیر خسروؒ نے ان کو ولی تو نہیں لکھا ہے لیکن ولی کی تمام صفات ان کے ساتھ منسوب کی ہیں اور آخر میں لکھا ہے:

''من یتیم را آں کریم در کنف پرورش می پروردتا پرورشدم، ہشت سالہ بودم
کہ آں بزرگ صد و سیزدہ سالہ شد دور بہشت کہ ہزار سالہ راہ بود بہ یک نفس
رسید، زہے قادر قدیمے کہ در دم زدنی ہزار سالہ راہ چشم پیش کردہ''۔

امیر خسروؒ ضیاء الدین برنی اور سیر الاولیا کے مصنف میں سے کسی نے یہ نہیں لکھا

Marfat.com

ہے کہ ان کے والد اور نانا حضرت خواجہ نظام الدین اولیاؒ کے حلقۂ ارادت میں داخل ہو گئے تھے، مگر سیر العارفین میں ہے کہ امیر خسروؒ اپنے بھائیوں اور والد کے ساتھ حضرت شیخ نظام الدین اولیا کے مرید ہوئے، والد کے ساتھ خسروؒ کے مرید ہونے روایت اس لیے مشکوک ہو جاتی ہے کہ جب ان کے والد کی وفات ہوئی تو وہ سات سال کے تھے، ظاہر ہے کہ حضرت خواجہ اتنے کمسن بچہ کو مرید نہیں کر سکتے تھے، یا شاید برکت کی خاطر مرید کر لیا ہو، مگر یہ تو یقینی ہے کہ امیر خسروؒ کے بھائی اعز الدین علی بھی حضرت خواجہ کے مرید تھے، (فوائد الفواد ص ۹، لاہور اڈیشن) میں ہے۔

''اعز الدین علی شاہ سلمہ اللہ تعالیٰ کہ یکے از مریدان خاص بود''۔

مرأۃ الاسرار میں واضح بیان یہ ہے کہ صاحب سیر العارفین لکھتے ہیں کہ امیر خسروؒ جس زمانہ میں آٹھ سال کے تھے تو ان کے والد اپنے تین لڑکوں اعز الدین علی شاہ، حسام الدین احمد اور ابوالحسن کے ساتھ دہلی آئے، یہ سلطان المشائخ کا ابتدائی زمانہ تھا، امیر سیف الدین لاچین اپنے تینوں لڑکوں کے ساتھ آنحضرتؒ کے مرید ہو گئے (قلمی نسخہ دار المصنفین جلد دوم ص ۴۴۳) اس لئے سیر العارفین کی یہ روایت تو صحیح ہے کہ امیر خسروؒ کے والد اور بھائی حضرت خواجہ سے مرید ہوئے، سیر الاولیا کی روایت ہے کہ سلطان المشائخ جب بداؤں سے آئے تو سرائے میاں بازار میں اترے، جو سرائے نمک بھی کہلاتی تھی، اپنی والدہ اور ہمشیرہ کو اس جگہ ٹھہرایا اور خود بارگاہ فلاں قواس میں سکونت پذیر ہوئے جو اس سرائے کے پاس تھی، امیر خسروؒ بھی اسی محلّہ میں رہتے تھے، کچھ دنوں کے بعد راوت عرض کا مکان خالی ہوا، کیوں کہ ان کے لڑکے اپنے اقطاع پر چلے گئے، راوت عرض امیر خسرو کے نانا تھے، سلطان المشائخ اس گھر میں چلے آئے، دو سال اس مکان میں رہے، یہ برج حصار دہلی متصل مندہ پل کے نزدیک تھا، اس کی عمارت بہت ہی وسیع تھی۔ (ص ۱۰۸)

حضرت خواجہ عماد الملک کے محل میں دو سال تک رہے، تو یہ خیال ہوتا ہے کہ عماد الملک بھی اپنے داماد اور نواسے کے ساتھ حضرت خواجہ کے مرید ہو گئے تھے، ورنہ حضرت خواجہ کا کسی امیر

Marfat.com

کے محل میں قیام کرنا اپنی درویشی کی شان کے خلاف سمجھتے، عماد الملک کی وفات ۶۷۱ھ میں ہوئی، جب کہ حضرت خواجہ کی عمر اس وقت ۳۷ کی تھی، امیر خسروؒ کا بیان ہے کہ عماد الملک کی وفات ایک سو تیرہ سال کی عمر میں ہوئی، اس لحاظ سے دونوں میں عمر کا بڑا تفاوت رہا، مگر پیری مریدی میں تفاوت عمر کا چنداں خیال نہیں کیا جاتا ہے، خسروؒ کے والد کا جب انتقال ہوا تو ان کی عمر پچاسی سال کی تھی، حضرت خواجہ سے ان کا مرید ہونا یقینی ہے، مرید ہوتے وقت انھوں نے تفاوت عمر کا خیال نہیں کیا۔

سیر الاولیا ہی کی روایت ہے کہ جب خسروؒ کے نانا کے لڑکے اپنے اقطاع سے دہلی واپس گئے تو حضرت خواجہ کو مکان خالی کرنے کو کہا اور ان کو اتنی مہلت بھی نہ دی کہ وہ اپنے لیے کوئی اور رہایش گاہ تلاش کر لیتے، حضرت خواجہ کے پاس کوئی سامان نہ تھا، کچھ کتابیں تھیں، ان کو سر پر رکھ کر ایک مسجد میں آ کر مقیم ہوئے، اس کے بعد اپنے معتقدین کے اصرار پر کئی مکانات میں منتقل ہوتے رہے، سیر الاولیا کے مصنف کا بیان ہے کہ جس رات کو حضرت خواجہ نے راوت عرض کا مکان چھوڑا اسی رات کو اس مکان میں آگ لگ گئی اور اس کے تمام رفیع اور بے نظیر عمارتیں زمین پر گر کر پست ہو گئیں (سیر الاولیا ص ۱۱۱۔ ۱۰۹) یہ روایت بہت تکلیف دہ ضرور ہے، سیر الاولیا کے مصنف کا بیان ہے کہ امیر خسروؒ اس وقت دہلی میں نہ تھے پٹیالی میں تھے، وہ وہاں ہوتے تو یہ واقعہ پیش نہ آتا، مگر سوال یہ ہے کہ جب حضرت خواجہ یہ مکان چھوڑ رہے تھے تو ان کے اور معتقدین کہاں تھے جو ان کو اپنی کتابیں سر پر اٹھا کر لے جانی پڑیں، کہیں ایسا تو نہیں کہ اس زمانہ کے عام تذکرہ نگاروں کا دستور تھا کہ وہ مشائخ کے سلسلہ میں سلاطین، ان کے امرا اور درباریوں کا ذکر کرتے ہیں تو کوئی نہ کوئی بات ایسی لکھ دیتے ہیں جس سے فقر و درویشی کے مقابلہ میں بادشاہت اور امارت فروتر دکھائی دیتی ہے۔

سلطنت غیاث الدین بلبن کے لڑکے شہزادہ محمد سلطان کی بیوی کے طلاق و نکاح

Marfat.com

کے سلسلہ میں حضرت شیخ بہاء الدین زکریا ملتانیؒ کے پوتے حضرت شیخ صدر الدین ملتانی سے تعلقات میں کشیدگی یا سلطان غیاث الدین تغلق اور خواجہ نظام الدین اولیاؒ کے درمیان تناؤ اور ہنوز دہلی دوراست کا واقعہ، یا سلطان محمد تغلق اور حضرت نصیر الدین چراغ دہلویؒ کی باہمی آویزش اسی قسم کی مثالیں ہیں، جو ناقدانہ تجزیہ میں صحیح ثابت نہیں ہوسکتی ہیں ۔(تفصیلات کے لیے دیکھو بزم صوفیہ ص ۱۳۵_۲۴۸_۲۸۳)

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاؒ جب امیر خسروؒ کے ماموؤں کے گھر سے نکلے تو سیر الاولیا کے مصنف کا بیان ہے کہ دہلی کی سکونت سے ان پر بڑی بددلی طاری رہی، دہلی کے قیام کی بیزاری کا حال فوائد الفواد میں لکھا ہے اور اسی سے سیر الاولیا کے مصنف نے بعض حصے لفظ بہ لفظ نقل کیے ہیں، فوائد الفواد میں ہے:

''از دروازۂ کمال بیروں در حظیرۂ کہ برلب خندق است، ہم نزدیک دروازۂ مذکور زمینے بلند است، ودروں حظیرہ شہید انند، الغرض آں درویش مرا گفت کہ اگر می خواہی کہ ایمان خود بہ سلامت بہ بری، ازیں شہر برو، من ہماں زمان عزیمت کردم کہ ازیں شہر بروم، ولے بموانع ماندہ شد، امروز مدت بست وپنج سال است کہ عزیمت من مقرر است ولے رفتہ نمی شود، خواجہ ذکرہ اللہ بالخیر فرمود کہ چوں من ایں سخن ازاں درویش شنیدم، باخود مقرر کردم کہ دریں شہر نباشم چند جائے دل من می شد کہ بروم، لختے دل کرم کہ در قصبۂ پٹیالی بروم، دراں ایام ترک آنجا بودہ است، مقصود ازیں ترک امیر خسرو بود، عصمہ اللہ باز فرمود کہ یک دل کردم کہ در بسالہ بروم کہ موضعے منزہ است، الغرض در بسالہ رفتم سہ روز آنجا بودم، دریں سہ روز ہیچ خانہ نیافتم، نہ کرایہ ونہ گروی، نہ بہائے، دریں سہ روز ہر روز مہمان یکے بودم، چوں از آنجا باز گشتم ایں اندیشہ در خاطری بود تا وقتے جانب حوض رائے بودم در باغ کہ آں را باغ جسرت گویند، باخدائے عزوجل مناجات

Marfat.com

کردم" (ص ۲۴۱۔۲۴۳)

سیر الاولیا میں ہے:

از دروازۂ کمال بیروں برلب خندق ہم نزدیک دروازۂ کمال زینے است بلند دوراں حظیرہ شہید انند، الغرض آں درویش مرا گفت کہ اگر می خواہی کہ ایمان خود بہ سلامت بہ بری، ازیں شہر بیروں شو، ہماز ماں من عزیمت کردم کہ ازیں شہر بروم، دل بموانع ماندہ شد، مدت بست و پنج سال باشد کہ عزیمت من مقید است و لے رفتہ نمی شود، شیخ المشائخ می فرمود چوں من ایں سخن ازاں درویش شنیدم باخود مقرر کردم کہ دریں شہر نباشم، چند جائے دل من شد کہ بروم، لختے دل کردم کہ در قصبہ پٹیالی بردم، دراں ایام ترک آنجا بود، مقصود ازیں امیر خسرو بود، باز فرمود کہ یک دل کردم کہ در بسالہ بروم کہ موضع نزدیک است، الغرض در بسالہ رفتم، سہ روز آنجا بودم، ہیچ خانہ نیافتم، نہ گروی نہ کرایہ، دریں سہ روز ہر روز مہمان یکے بودم، چوں از آنجا باز گشتم ایں اندیشہ در خاطرمی بود، تا وقتے جانب حوض رانی بودم، در باغے کہ آں را باغ جسرت گویند مناجات کردم... (ص ۱۱۱۔۱۱۰)

فوائد الفواد میں راوت عرض کے محل سے حضرت خواجہ نظام الدین کے نکلنے اور اس محل کے زمیں دوز ہونے کا ذکر نہیں، امیر خسرو اور ضیاء الدین برنی نے بھی اس ناخوشگوار واقعہ کا ذکر نہیں کیا ہے اور اگر یہ واقعہ پیش بھی آیا تو حضرت خواجہ اور امیر خسرو کے تعلقات میں کوئی خلل نہیں پڑا۔

اب سوال یہ ہے کہ امیر خسرو حضرت خواجہ سے کب مرید ہوئے؟ سیر الاولیا کے مصنف نے بڑی وضاحت کے ساتھ لکھا ہے کہ:

"وہ یعنی امیر خسرو جب بلوغ کو پہونچے تو وہ سلطان المشائخ کی ارادت کے شرف سے مشرف ہوئے اور طرح طرح کے مخصوص مراحم و شفقت سے مخصوص

Marfat.com

کیے گیے،ان پر خاص نظر کا لحاظ رکھا جاتا تھا،ان دنوں سلطان المشائخ امیر خسرو کے ناناراوت عرض کے گھر میں رہتے تھے جو مندہ پل کے دروازہ کے پاس تھا"۔(ص۳۰۱)

اس کے بعد سیر الاولیا کے مصنف یہ بھی لکھتے ہیں کہ امیر خسرو عارفانہ طور پر حضرت خواجہ کے محرم راز ہو گیے۔

باعتقاد صادق درمحبت اسرار سلطان المشائخ بودے،کوشید کہ شایاں محرمیت اسرار آں حضرت گشت"۔(ص۳۰۱)

امیر خسرو اپنی اس ارادت پر زندگی بھر فخر کرتے رہے جس کا اظہار انہوں نے اپنی ان منقبتوں میں کیا ہے جو وہ اپنے دواوین اور مثنویوں میں حمد اور نعت کے بعد بالالتزام لکھتے رہے،مثلا اپنی مثنوی مطلع الانوار میں اپنے شیخ کی جو منقبت لکھی ہے اس میں پہلے پیر کی منقبت اس طرح بیان کی ہے:

ہر کہ زدل دامن پیراں گرفت ☆ گنج بقا زیں دہ ویراں گرفت
ناصیۂ پیر نہ تنہا ست نور ☆ بلکہ جہانے ست زنور حضور
ناصیۂ پیر نہ تنہا ضیاست ☆ بلکہ یکے از صفت کبریاست
چشمۂ خورشید نہ تنہا ضیاست ☆ بلکہ زمیں را نظرش کیمیاست

پھر لکھتے ہیں کہ انہوں نے اپنے روحانی منعم (آقا) ہی کی نظر کی بدولت سب کچھ حاصل کیا۔

ایں کہ مراہست بخاطر دروں ☆ نقد معانی زنہایت بروں
نے زخود این ملک ایدیافتم ☆ از نظر منعم خود یافتم

اسی منقبت میں رقم طراز ہیں کہ ان کو حضرت خواجہ نظام الدین اولیاؒ کی غلامی یعنی مریدی پر فخر ہے اور وہ سلسلۂ نظامی میں منسلک ہو گئے ہیں جس کے بعد ان کو کسی آموزگار

Marfat.com

یعنی مرشد کی ضرورت نہیں۔

مفتخر ازوے بہ غلامی منم ☆ خواجہ نظام ست ونظامی منم
چو نظر مرحمتش گشت یار ☆ نیست مراحاجت آموزگار

پھر خداوند تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ حضرت خواجہ کی تعلیم پر عمل کرنے کی سعادت حاصل ہواوران کو جوانوار حاصل ہوتے ہیں ان کا کچھ پرتوان کے یعنی خسرو کے دل پر بھی پڑتا رہے۔

بار خدایا بر ضائے خودش ☆ خاص کرم کن بلقائے خودش
تاکہ سعادت بمن آرد پیام ☆ دولت ازاں شاہ رسد باغلام
چودہی ازنور مرادش نشاں ☆ پرتو آں بر دل خسروفشاں

اپنی مثنوی شیرین خسرو میں جومنقبت لکھی تو اپنے پیر کو نبی کا بازوئے راست، اسرار قضا کا محرم، میراث نبوی کا کامل نصاب، مقام طبر میں حضرت جعفر طیارؓ کی سرید اللہ فوق ایدیہم کا مظہر وغیرہ سب کچھ کہا ہے، اس مثنوی کے مرتب علی احمد خاں اسیر نے اس منقبت کے متعلق لکھا ہے کہ امیر خسرو کو چونکہ اپنے شیخ کے ساتھ فنافی الذات کا مرتبہ حاصل ہے اسی وجہ سے وہ ایسے موقع پر ہمیشہ بے اختیار و بے خود پائے جاتے ہیں۔۔۔ ایسی تمام صفات کا ذکر آپ کی محوت تامہ اور فنائیت کاملہ کے براہین قاطعہ ہیں، بایں ہمہ جدت اسلوب، ابداع اختراع، استعارات، ابہامات، ایجاد والتزام، تشبیہات وصنائع کا دامن کسی وقت ہاتھ نہیں چھوٹتا، ہر سادہ اور معمولی مضمون کو فصاحت کا پہلو اختیار کیے ہوئے ایسے پسندیدہ طریق بلاغت سے بیان کرتے ہیں کہ رنگ سخن کی بہار ہزار گونہ بڑھ جاتی ہے۔ (ص ۸۸۔۸۷، ملی گڑھ ایڈیشن)

ارادت کے آداب میں یہ بھی ہے کہ مرید اپنے کو مرشد کا ادنیٰ غلام اور چاکر سمجھے، اسی لیے اپنی مثنوی لیلیٰ مجنوں میں اپنے مرشد کے مختلف فضائل ومحاسن بیان کر کے آخر میں

Marfat.com

لکھتے ہیں:

مسند زسپہر بر ترش باد ☆ خسرو چو ستارہ چاکرش باد

اپنی مثنوی آئینۂ سکندری میں جب پرزور نعت لکھ لیتے ہیں تو کہتے ہیں کہ اپنے پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) پر درنثار کرتے وقت لولوئے شاہوار حاصل ہوئے تو یہ خیال آیا کہ ان موتیوں کا تحفہ اپنے پیر کی خدمت میں پیش کروں:

نثارے کزاں در انگیختم ☆ بدرگار پیغمبر ش ریختم

من افشاندم وآسماں برگرفت ☆ عطا رد ببوسید وبرسر گرفت

مراگاہ افشاندن آں نثار ☆ بسے دخل شد لولوئے شاہوار

دریغ آیدم کایں چنیں گوہرے ☆ برم تحفہ درخدمت دیگرے

ادب نایدم پیش ازیں در ضمیر ☆ کزاں سازم آرایش مدح پیر

پناہ جہاں دین حق را نظام ☆ رہ قدس را پیشوائے تمام

ہشت بہشت میں جو منقبت لکھی اس میں ارادت کے آداب کے مطابق اپنے کو حضرت خواجہ کا غلام بتاتے ہیں اور حشر میں ان ہی کے ساتھ رہنے کے خواہاں ہوتے ہیں۔

ملک وحدت بنام ایشاں است ☆ بندۂ خسرو غلام ایشان است

نام من زاں ستودہ کیشاں باد ☆ حشر من درمیان ایشاں باد

مثنوی دول رانی میں حمد کے بعد نعت لکھی اور جب نعت لکھ چکے تو کہتے ہیں کہ اب اپنے پیر کا ذکر کرنا ہے:

پس ازدیباچۂ نعت رسالت ☆ زذکر پیر بہ باشد مقالت

نظام الدین حق فرخندہ نامے ☆ کہ دین حق گرفت ازوے نظامے

اس مثنوی میں اس آرزو کا بھی اظہار کیا ہے۔

زہے بخت ارتہ کفشش بمیرم

Marfat.com

اپنی مثنوی نہ سپہر میں دل کھول کر لکھا ہے کہ ان کو اپنے شیخ کی ارادت میں ایک عظیم پناہ مل گئی ہے اور وہ راہ مستقیم پر آ گئے ہیں اور خوش ہیں کہ ان کو ان کے ضمیر کی بدولت ایک دستگیر مل گیا ہے۔

ارادت گہ اوپناہے عظیم ☆ الف درارادت رہے مستقیم
خوش آمدم کہ من ازاعتقاد ضمیر ☆ گرفتم بہ حق دست آں دستگیر

اس سلسلہ میں لکھتے ہیں کہ اس شاہ کا ہاتھ میرے لیے ایک کشتی بن گیا ہے جس کے بعد (تصوف کا) بحر میرے لیے کھل گیا ہے، میں نے ان کے منھ سے جو لعاب پایا تو اس سے میرے منھ یعنی میری شاعری میں آب وتاب پیدا ہوگئی، جو زلال میں نے پایا اسی کی تلاش خضر کو ہے اور اسی کی بدولت (خضر کی طرح) زندہ ہوں، اگر میں اس میں سے دو قطرے دوات میں ڈال دوں تو وہ بحر ظلمات میں آب حیات بن جائیں اور جب میں ان قطروں سے ایک قطرہ اپنے قلم میں منتقل کرتا ہوں تو اس سے ایک دریا بہہ نکلتا ہے، میرے یہ قطرے (اشعار) سمندر کی طرح ہیں لیکن میں ان سے اپنے پیر کی صفات کا احاطہ نہیں کر سکتا ہوں، اسی لیے میں اپنے سر کو شرم سے اٹھا نہیں سکتا ہوں جب کہ میں کوشش کرتا ہوں کہ میں نے ان سے جو کچھ پایا ان پر نچھاور کر دوں۔

بہ نہ بحر ازاں جانم راہ شد ☆ چو کشتی مرادست آں شاہ شد
من ازوے لعابِ دہاں یافتم ☆ کہ زیں گونہ آب دہاں یافتم
زلالم کہ خضر آب جوئے ویست ☆ بداں زندہ ام چوز جوئے ویست
دو قطرہ کزاں در دوات افگنم ☆ بہ ظلمت درآب حیات افگنم
چوآں قطرہ از خامہ رانم بروں ☆ ازاں قطرہ دریا فشانم بروں
شد ایں قطرہا گرچہ دریا نظیر ☆ نگردد محیط صفت ہائے پیر
ولے زیں خجالت نیارم برو ☆ کہ ہم زان اولی نثارم برو

Marfat.com

ضمیرش کہ دریائے رحمانیست ☆ دوخان فلک زو یکے خانی است
پذیرائی ایں قطرۂ خویش باد ☆ بریں قطرہ موجش زور پیش باد

حضرت خواجہ سے امیر خسروؒ کی مریدی کی دھوم ان کے دوستوں اور معاصروں میں بھی رہی، تاریخ فیروز شاہی کے مصنف مولانا ضیاء الدین برنی، امیر خسرو کے پیر بھائی گہرے دوست اور ہم نشین تھے، وہ لکھتے ہیں کہ:

''برسوں امیر خسروؒ امیر حسن اور میرے درمیان محبت اور یگانگت کے تعلقات رہے ہیں، وہ میرے بغیر رہ سکتے تھے اور نہ میں ان کی ہم نشینی کے بغیر زندگی بسر کر سکتا تھا''۔

مولانا ضیاء الدین برنی نے امیر خسرو کی جو تعریف چند سطور میں کی ہے اسی اجمال کی تفصیل لکھ کر بعد کے ارباب علم اپنا عقیدت پیش کرتے رہے ہیں، مولانا ضیاء الدین لکھتے ہیں کہ:

''امیر خسرو جیسا نادر عالم اگر محمود یا سنجر کے عہد میں ہوتا تو ظاہر اور غالب ہے کہ یہ بادشاہ اس کو ولایت اور اقطاع انعام میں دے دیتے''۔

پھر ان کے شاعرانہ کمالات کا ذکر اس طرح کرتے ہیں:

''عہد علائی میں شعرا بھی ایسے تھے کہ ان کے بعد بلکہ ان سے پہلے بھی زمانہ کی آنکھ نے ان کی مثل کوئی شاعر نہیں دیکھا تھا، خاص طور پر امیر خسرو جو قدیم اور نئے سب شاعروں کے خسرو یعنی بادشاہ ہیں، جو اختراع معنی، تصنیفات کی کثرت اور رموز غریب کے اظہار میں اپنا نظیر نہیں رکھتے، اگر وہ دوسرے اساتذہ نظم اور نثر کی ایک دو فن میں بے مثال ہوتے تو امیر خسرو جملہ فنون میں ممتاز اور مستثنیٰ حیثیت رکھتے تھے، ایسا صاحب فن کہ جو شاعری کے جملہ فنون میں استاذ اور سرآمد مانا گیا ہو، نہ گذشتہ زمانہ میں گذرا ہے اور نہ بعد کے زمانہ میں

Marfat.com

قیامت تک کبھی پیدا ہوگا یا نہیں، امیر خسرو نے فارسی نظم اور نثر میں ایک کتب خانہ تصنیف کیا ہے اور اپنی سخنوری کا سکہ جمایا ہے، شاید خواجہ سنائی نے یہ شعر امیر خسرو ہی کے متعلق کہا ہے:

بہ خدا اربہ زیر چرخ کبود ☆ ہمچو او ہست وبوو خواہد بود

(ص ۳۵۹)

یہاں تک تو امیر خسرو کے شاعرانہ کمالات پر تبصرہ ہے لیکن میرے اس مقالہ کے لیے ان کی تحریر کا اہم ٹکڑا یہ ہے:

''اس تمام فضل وکمال اور فصاحت فن وبلاغت کے ساتھ وہ مستقیم الحال صوفی بھی تھے، ان کی عمر کا بیشتر حصہ صوم وصلوٰۃ اور قرآن خوانی میں گذرا، وہ مستعدی اور لازمی عبادات میں یکتا تھے اور ہمیشہ روزہ رکھتے تھے، وہ شیخ (نظام الدین) کے خاص مریدوں میں تھے، میں نے اتنا عقیدت مند مرید کوئی اور نہیں دیکھا، عشق ومحبت الٰہی سے ان کو پورا حصہ ملا تھا، صاحب سماع اور صاحب حال ووجد تھے۔ (ص ۳۵۹)

سیر الاولیا کے مصنف بھی امیر خسرو کے پیر بھائی رہے ہیں، وہ بھی رقم طراز ہیں کہ:

''امیر خسرو کہ خسرو شاعران سلف وخلف بودہ است ودر اختراع معانی وکثرت تصنعات غریبہ نظیر نداشت ومع ذالک الفضل والکمال والفنون والبلاغ صوفی مستقیم الحال بود وبیشتر عمر او در صیام وقیام وتعبد وتلاوت گذشتہ است واز مریدان خاصۂ حضرت سلطان المشائخ شیخ شیوخ العالم سید نظام الحق والدین محمد احمد بداؤنی البخاری الچشتی قدس اللہ سرہ العزیز بود وآں چناں مرید ومعتقد من دیگرے راندیدم واز عشق ومحبت نصیبے تمام داشت وصاحب سماع ووجد وصاحب حال بود۔'' (ص ۵۸۸)

پھر بعد کے تمام تذکرہ نگاروں نے حضرت خواجہ سے امیر خسرو کی مریدی کا ذکر

Marfat.com

بڑے والہانہ انداز میں کیا ہے، پہلے ذکر آچکا ہے کہ سیر العارفین میں ہے کہ امیر خسرو کا پورا خاندان ان سے مرید تھا، اخبار الاخیار میں ہے:

''از یاران و مریدان قدیم شیخ نظام الدین اولیاست قدس سرہ و غایت اعتقاد و محبت بہ شیخ داشت و شیخ را نیز بوے نہایت شفقت و عنایت بود، ہیچ کس را بہ خدمت شیخ آں قرب محرمیتی کہ امیر خسرو داشت نبود''۔ (ص ۹۳)

مرأۃ الاسرار میں ہیں:

''سلطان الشعرا امیر خسرو میر سیف الدین قدس سرہ در جمیع کمالات صوری و معنوی نظیرے نداشت و محبوب ترین مریدان پاک اعتقاد سلطان المشائخ بودہ کہ در خلا و ملا بخدمت آں حضرت محرمیت تمام داشت''۔ (ورق ۴۴۳)

سفینۃ الاولیا میں ہے:

''مرید و معشوق و نفس ناطقہ و منظور نظر سلطان المشائخ اند (ص ۱۶۸)

خزینۃ الاصفیا میں ہے:

''حضرت شیخ نظام الدین اولیا را نیز مثل دے (امیر خسرو) محرم اسرار و یار و فادار و محبوب مطلوب نبود''۔ (ص ۳۳۹)

خسرو کی زندگی کا یہ اعجاز ہے کہ ایک طرف تو اپنے سارے معاصر سلاطین دہلی کے محبوب، ہمدم ہمراز اور ہم جلیس بنے رہے، معز الدین کیقباد جیسا رند اور سرمست سلطان بھی ان کا گرویدہ رہا، جلال الدین خلجی جیسا نیک دل فرماں روا بھی ان کا فریفتہ تھا علاؤ الدین خلجی جیسے سخت گیر حکمراں کو بھی ان کے بغیر چین نہیں ملتا تھا قطب الدین مبارک شاہ خلجی جیسا لاپرواہ اور غیر ذمہ دار سلطان بھی ان کا گرویدہ رہا، غیاث الدین تغلق اور محمد ابن تغلق جیسے بیدار مغز فرماں رواؤں کے درباروں میں بھی ان کو محبوبیت حاصل رہی، دو ان سلاطین کے درباروں میں اس طرح رہے جیسے بھرے ہوئے دودھ کے پیالہ پر گلاب کی

Marfat.com

پنکھڑیاں رکھی ہوں،ان کے مرشد حضرت خواجہ نظام اولیاؒ کسی حال میں بھی اپنے معاصر سلاطین سے ملنا پسند نہ کرتے ،ان کے سارویہ کی وجہ سے سلطان قطب الدین مبارک شاہ خلجی کو ان سے پرخاش بھی پیدا ہوگئی تھی مگر امیر خسرو نے شاہی دربار سے منسلک رہنے کے باوجود اپنے مرشد کی غلامی ،تابعداری اور اطاعت گذاری میں ایک بے مثال نمونہ پیش کیا،ان کے شاہی آقاؤں میں سے کسی کو ان سے یہ شکایت نہیں ہوئی کہ وہ اپنے مرشد کے ادنیٰ غلام اور چاکر کیوں ہیں اور نہ ان کے مرشد کو یہ گلہ ہوا کہ وہ درباداری کر کے دنیا سے کیوں ملوث ہوئے ،وہ اپنے شاہی آقاؤں اور روحانی پیشوا کے درمیان بال سے باریک اور تلوار کی دھار سے زیادہ تیز دھار کے پل صراط پر پوری زندگی کامیابی سے چلتے رہے،وہ شاہی محلوں ،شاہی درباروں ،یا شاہی کیمپوں میں ہوتے تو ان کا دماغ تو ان جگہوں پر ضرور ہوتا مگر ان کا دل اپنے روحانی مرشد کے خرقہ وکلاہ میں اٹکا رہتا ،وہ اپنی شاہی آقاؤں کو اپنی قصیدہ خوانی ،مثنوی نگاری ،خوش گلوئی ،فن موسیقی ،بذلہ سنجی اور حاضر جوابی سے خوش کرتے مگر اپنے روحانی آقا کے پاس پہونچ جاتے تو کبھی ان کی خدمت میں منقبت کہہ کر اپنی عقیدت ومحبت کے پھول نچھاور کرتے ،کبھی خلوت میں ان کے ادنیٰ خادم بن کر رہتے ،کبھی ان کے ساتھ مجلس سماع میں رقص کرتے ،کبھی خوش الحان قوال بن کر شراب معرفت کے خم کے خم لنڈھاتے ،کبھی سوز عشق کا درس حاصل کرتے ،کبھی مجلس میں بیٹھ کر ان کے ملفوظات قلم بند کرتے رہتے ،کبھی ان کی گرانی طبع کو اپنی محبوبانہ اداؤں سے دور کرنے کی کوشش کرتے ، سیر الاولیا کے مصنف کا بیان ہے کہ سلطان المشائخ جب عشاء پڑھ لیتے تو کوٹھے پر جاتے ، وہاں کچھ دیر عبادت کرتے ،پھر ان کے سونے کے لیے کھاٹ بچھائی جاتی ،اس پر بیٹھ جاتے ،ان کے لیے تسبیح آتی اس وقت کسی کو آنے کی اجازت نہ ہوتی ،صرف امیر خسرو آتے ،وہ ان کے سامنے بیٹھ کر ہر قسم کی باتیں اور حکایتیں سنانے ،سلطان المشائخ سن کر ان کی خاطر اپنا سر مبارک ہلاتے رہتے ،وقتاً فوقتاً پوچھتے رہتے کہ ترک کیا کیا خبریں ہیں،اس

Marfat.com

سے امیر خسرو کو اور بھی فراخ دلی پیدا ہو جاتی، امیر خسرو کچھ پڑھ کر سنانے بھی لگتے، اس وقت چھوٹے بچے، کچھ رشتہ دار اور مولا زادوں کو بھی حاضر ہونے کی اجازت مل جاتی اور وہ پاؤں دابنے لگتے، اسی موقع کے لیے امیر خسرو نے کہا ہے:

نخفت خسرو مسکیں ازیں ہوس شبہا
کہ دیدہ بر کف پایت نہد بخواب شود

(سیر الاولیا ص ۱۲۶۔۱۲۵)

رات کو اپنے روحانی آقا کے ساتھ خلوت آرا ہوتے لیکن دن کو اپنے شاہی آقا کے یہاں پہونچ کر انجمن آرائی کرتے، سیر الاولیا کے مصنف نے بجا طور پر لکھا ہے کہ ان کا مسلک یہ تھا:

ع : کمر بخدمت بہ سلطاں بہ بند و صوفی باش

اس مصرع کا پورا شعر یہ ہے:

مراد اہل طریقت لباس ظاہر نیست
کمر بخدمت سلطان بہ بند و صوفی باش

امیر خسرو کی صوفیانہ زندگی اسی شعر کی تفسیر ہے، وہ سلاطین دہلی کی دربار داری کے لیے کمر بستہ ضرور رہے مگر اسی کے ساتھ شاہراہ طریقت پر بھی بڑی کامیابی کے ساتھ گامزن ہوئے۔

سیر الاولیا کے مصنف کا بیان ہے کہ:

''سلطان الشعرا برہان الفضلا امیر خسرو شاعر رحمۃ اللہ علیہ کہ گوے سبقتِ فضل از متقدمان و متاخران بردہ بود و باطنے صاف داشت، طریقۂ اہل تصوف در صورت و سیرت او پیدا بود، گرچہ تعلق بہ بادشاہاں داشت''۔

اسی بات کو اور بھی واضح کر کے شیخ عبدالحق دہلوی نے اخبار الاخیار میں لکھا ہے:

Marfat.com

"وہ اپنے علم وفضل کے باوجود تصوف کی صفات اور درویشوں کے احول سے موصوف تھے، اگر چہ بادشاہوں سے تعلقات رکھتے اور ملوک وامر اسے خوش طبعی اور ظرافت سے اختلاط کرتے لیکن ان سب کی طرف ان کا دل متوجہ نہ تھا، یہ بات اس طرح سمجھ میں آسکتی ہے کہ ان کے کلام میں جو برکات ہیں وہ گنہگاروں کے دل میں نہیں پائی جاسکتی ہیں، برکات سے محروم لوگوں کے کلام کو مقبولیت اور قلبی تاثیر حاصل نہیں ہوسکتی"۔ (ص ۹۲)

دربار سے منسلک ہونے کے باوجود امیر خسرو کو اپنے مرشد سے جو قلبی لگاؤ رہا، اس کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاؒ نے ایک بار ان سے فرمایا کہ میں سب سے تنگ آجاتا ہوں لیکن تم سے تنگ نہیں آتا ہوں، دوسری بار اسی بات کو اس طرح فرمایا کہ میں سب سے تنگ آجاتا ہوں حتی کہ اپنے آپ سے تنگ آجاتا ہوں لیکن تم سے تنگ نہیں آتا ہوں۔ (سیر الاولیا ص ۳۰۲) کی روایت ہے جو موجودہ دور میں ہر لحاظ سے مستند سمجھا جاتا ہے، اس کے اسناد پر ان اربابِ قلم کو بھی شک نہیں، جو اس دور کے ملفوظات کے اور مجموعوں کو فرضی اور جعلی قرار دیتے ہیں۔

اس روایت کے بعد امیر خسرو اور حضرت خوجہ نظام الدینؒ کے صوفیانہ اور عارفانہ تعلقات پر شبہہ نہ کرنا چاہیئے، کچھ ایسے لوگ بھی ہیں جن کا یہ خیال ہے کہ امیر خسرو صوفی نہ تھے، اور نہ حضرت خواجہ ان کو صوفی سمجھتے تھے۔

امیر خسرو کا عارفانہ رنگ: حضرت خواجہ کو امیر خسروؒ سے جو محبت اور شیفتگی رہی، یا امیر خسروؒ کو حضرت خواجہؒ سے جو جو موانست فریفتگی رہی، وہی امیر خسروؒ کے تصوف کی دل آویز اور دل پذیر کہانی ہے جس کو سیر الاولیا کے مصنف نے حضرت خواجہ کی زبانی کر کے اس میں اور بھی عارفانہ رنگ پیدا کر دیا ہے۔

حضرت خواجہ نے فرمایا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ مندہ پل کے پاس شیخ

Marfat.com

نجیب الدین متوکلؒ کے گھر کے دروازہ کے نزدیک بہت پاک صاف پانی بہ رہا ہے، خسرو ایک اونچی دکان پر بیٹھے دکھائی دیئے، میں بہت خوش ہوں اور مسرور نظر آرہا ہوں میرے دل میں یہ بات پیدا ہوئی، کہ اس وقت خسرو کے لیے وہی چیز مانگوں جو میں چاہتا ہوں، میرا خیال ہے کہ میری دعا قبول کی گئی، اور خسرو میں وہی کیفیت پیدا ہوگئی۔

(ص ۳۰۳)

ایک اور موقع پر حضرت خواجہ نے فرمایا کہ ایک روز خسرو کے لیے دعا کرتے وقت یہ خیال آیا کہ خسرو درویشوں کا نام نہیں ہوا کرتا ہے، خسرو کو محمد کاسہ لیس کے نام سے پکارنا چاہیئے، خسرو سے جب اسکا ذکر آیا تو انھوں نے کہا کہ میرے لیے یہ خطاب غیب سے آیا ہے اور گویا رسول اللہ صلعم نے اس کی خبر دی ہے، اس سے مجھ کو ابدی نعمتوں کی امیدیں ہوگئی ہیں۔ (ص ۳۰۳)

حضرت خواجہؒ نے امیر خسروؒ سے فرمایا کہ میرے لیے دعا کرو، کیوں کہ تمھاری بقا میرے اوپر منحصر ہے، میری بقا کے لیے تم کو میرے پہلو میں دفن کرنا چاہیئے، یہ بات لوگوں نے کئی بار حضرت خواجہؒ کو یاد دلائی تو فرمایا ایسا ہی ہوگا۔ (ص ۳۰۳)

حضرت خواجہؒ نے فرمایا کہ میں نہ خدائے تعالیٰ سے عہد کیا ہے کہ اگر مجھ کو بہشت بھیجا جائے گا، تو خسرو کے ساتھ جاؤں گا۔ (ص ۳۰۳)

ایک اور موقع پر حضرت خواجہؒ نے امیر خسروؒ سے فرمایا کہ میں نہ جمعہ کی رات کو خواب میں دیکھا کہ شیخ الاسلام بہاء الدین زکریاؒ کے بیٹے شیخ صدر الدینؒ تشریف لائے، تو میں نے بڑھ کر ان کی اتنی تواضع کی کہ بیان نہیں کیا جاسکتا ہے، یکا یک تم (یعنی امیر خسرو) دور سے نظر آئے اور میرے پاس پہنچ گئے اور معرفت کی باتیں شروع کردیں، اسی کے بعد موذن نے فجر کی نماز کی اذان دی، تو میں نیند سے بیدار ہوگیا، اس خواب کو بیان کرکے حضرت خواجہ نے خسرو سے فرمایا، دیکھو تم کو کیا رتبہ مل گیا ہے، خسروؒ کا بیان ہے کہ یہ

111879

Marfat.com

سن کر میں نے اپنی نیازمندی میں عرض کیا کہ مجھ جھاڑو دینے والے کو یہ سب کچھ آپ ہی کا دیا ہوا ہے، یہ سن کر حضرت خواجہؒ پر گریہ طاری ہوگیا، پھر زور زور سے رونے لگے، خسرو پر بھی گریہ طاری ہوگیا، اس کے بعد حضرت خواجہؒ نے اپنی کلاہ خاص اپنے دست مبارک سے خسروؒ کو پہنائی اور فرمایا کہ مشائخ کی باتوں کا لحاظ رکھا کرو۔ (ص ۳۰۴)

سیر الاولیا کے مصنف نے یہ بھی لکھا ہے کہ امیر خسروؒ کو حضرت خواجہؒ نے ترک اللہ کا خطاب ایک کاغذ پر لکھ کر دیا تھا، خسروؒ نے اس کو تعویذ بنا کر رکھا تھا اور ہدایت دی تھی کہ اس کو ان کی قبر میں رکھ دیا جائے، اسی کی بدولت قیامت میں ان کی بخشایش ہو جائے گی۔ (ص ۳۰۳)

پھر ایک منقبت میں بھی اس کا ذکر کرتے ہوئے کہا ہے۔

برذہانت چو خطاب بندہ ترک اللہ رفت
دست ترک اللہ گیرو ہم بہ اللہش سپار

امیر خسرو ایک فطری شاعر بھی تھے، اپنی صغر سنی ہی میں اساتذۂ فن کے تتبع میں اشاع کہنے شروع کر دیئے تھے، جو کچھ منظوم کرتے حضرت خواجہؒ کی خدمت میں پیش کرتے، وہ اپنی شاعری کے سارے کمالات کو محض اپنے مرشد کے لعاب دہن کی برکت سمجھتے، مثنوی نہ سپہر میں اپنے مرشد کی شان میں جو منقبت کہی ہے، اس میں کہتے ہیں:

من از وے لعاب دہن یافتم ☆ کہ زیں گونہ آب دہاں یافتم

ایک روز حضرت خواجہؒ نے امیر خسرو سے کہا کہ معشوقوں کے زلف و خال کے ساتھ اصفہان کے شعرا کے طرز میں عشق انگیز کلام کہا کرو، امیر خسرو نے ان ہی دل آویز صفات کے ساتھ اپنا کلام کہنا شروع کیا اور اس کو انتہائے کمال تک پہنچا دیا۔ (سیر الاولیا ص ۳۰۱)

ایک بار امیر خسرو نے حضرت خواجہؒ کی مدح میں ایک منقبت کہی اور جب اس کو سنایا تو حضرت خواجہؒ نے فرمایا: کیا صلہ چاہتے ہو، ''خسرو نے جواب دیا'' کلام میں شیرینی''

Marfat.com

اس وقت حضرت خواجہؒ کی چارپائی کے نیچے ایک طشت میں شکر رکھی تھی، انھوں نے خسرو سے یہ طشت منگوائی اور ان سے کہا اپنے سر کے اوپر چھڑک لو اور کچھ کھا بھی لو، اس کے بعد ہی ان کے کلام میں بڑی شیرینی پیدا ہوگئی، امیر خسرو آخر عمر میں پچھتایا کرتے، کہ کوئی اور بہتر صلہ مانگتا تو وہی ملتا۔ (سیر الاولیا ص ۲۔۱۔۳)

حضرت خواجہؒ نے اپنے محبوب مرید کی شاعری سے متعلق یہ اشعار کہہ کر اپنی شفقت کا اظہار کیا ہے۔ (سیر الاولیا ص ۳۰۴)

خسرو کہ بہ نظم و نثر مثلش کم خاست ☆ ملکیت ملک سخن آن خسرو راست
آن خسرو است ناصر خسرو نیست ☆ زیرا کہ خدائے ناصر خسرو راست

اور واقعی خدا خسرو کا ناصر و حامی بنا رہا، وہ جب کوئی کتاب لکھتے تو حضرت خواجہؒ کی خدمت میں پیش کرتے، وہ اس کو ہاتھ میں لے کر اس پر فاتحہ (فاتحۃ الکتاب) پڑھتے، خسرو اور ان کے قدر دانوں کا بیان ہے کہ اسی وجہ سے ان میں کمال پیدا ہوتا گیا۔

(سیر الاولیا ص ۳۰۲)

حضرت خواجہؒ کو یہ بھی خیال رہا کہ کہیں امیر خسروؒ شعر شاعری میں پڑ کر اسی میں الجھ کر نہ رہ جائیں، اس لیے ان کو اس سے بھی بہتر کام میں لگایا، ان کی ہدایت کے مطابق تہجد کے وقت امیر خسروؒ کلام پاک کے سات پارے پڑھنے لگے، ایک روز حضرت خواجہؒ نے ان سے پوچھا ترک! تمہارا کیا حال ہے، خسرو نے جواب دیا کہ اب رات کے آخری حصہ میں گریہ طاری رہتا ہے، یہ سن کر حضرت خواجہؒ نے فرمایا، الحمد اللہ اب تم کچھ ظاہر ہونے لگے۔

(سیر الاولیا ص ۳۰۲)

امیر خسرو نے معشوقوں کے زلف و خال کے ساتھ جس طرز میں عشق مجازی کا راگ الاپنا شروع کیا تھا، وہ حضرت خواجہؒ کی صحبت میں رہتے رہتے عشق الٰہی میں بدل گیا، رفتہ رفتہ اس میں ایسا سوز پیدا ہوگیا کہ حضرت خواجہؒ کو اس ترک بچہ کے سوز سینہ پر فخر

Marfat.com

ہونے لگا اور ان کے اشعار سن کر مست ہو جاتے، ایک بار امیر خسروؒ ان کے سامنے اپنی ایک غزل گانے لگے، جب اس شعر پر پہنچے۔

رخ جملہ را نمود مرا گفت تو مبیں ☆ زیں ذوق مست و بے خبرم کیں سخن چہ بود

تو حضرت خواجہؒ نے نگاہ محبت سے ان کو دیکھا، بے خود ہو گئے اور ان پر گریہ طاری ہو گیا، امیر خسرو اس شعر کو بار بار گاتے رہے۔ (سیر الاولیا ص ۵۱۶)

ایک اور موقع پر امیر خسروؒ کے صاحبزادے امیر حاجی نے ان کی ایک غزل حضرت خواجہؒ کے سامنے شروع کی اور جب یہ شعر سنایا تو

خسرو تو کیستی کہ درآئی دریں شمار ☆ کیں عشق تیغ بر سر مردان دیں زدہ است

تو حضرت خواجہؒ پر وجد طاری ہو گیا اور جب امیر حاجی نے ان کو بار بار دہرایا تو حضرت خواجہؒ نے اسی وجد و کیف میں اپنی ایک دستار امیر حاجی اور ایک امیر خسرو کو دے دی۔

(سیر الاولیا ص ۵۱۶۔۵۱۵)

سیر الاولیا میں تو نہیں لیکن سفینۃ الاولیا میں ہے، کہ حضرت خواجہ فرمایا کرتے کہ قیامت کے روز مجھ سے پوچھا جائے گا کہ کیا لائے تو میں کہوں گا کہ اس ترک اللہ کا سوز سینہ۔ (سفینۃ الاولیا ص ۱۶۰)

حضرت خواجہؒ کو امیر خسروؒ سے ایسا لگاؤ پیدا ہو گیا تھا کہ ان کے حضور میں جانے کی ہمت جب کسی کو نہ ہوتی تو اس وقت وہی ان کے پاس بھیجے جاتے، حضرت شیخ برہان الدینؒ غریبؒ حضرت خواجہؒ کے بڑے محبوب مرید تھے، ان کو خلافت بھی عطا کی تھی اور رشد و ہدایت کی غرض سے سات ہمراہیوں کے ساتھ دولت آباد بھی بھیجا، جب وہ حضرت خواجہؒ سے روحانی تعلیم پا رہے تھے تو کچھ لوگوں نے حضرت خواجہؒ سے بیان کیا کہ وہ یعنی شیخ برہان الدین غریبؒ مشائخ کی طرح کمبل کو دوتہہ کر کے سجادے پر بیٹھتے ہیں، حضرت خواجہؒ کو ان کی نشست کا یہ طریقہ ناگوار گذرا، جب وہ ان کی خدمت میں حاضر ہوئے، تو ان سے مخاطب

Marfat.com

ہونا پسند نہیں فرمایا اور جب جماعت خانہ میں تشریف لائے تو اپنے خادم اقبال سے ان کو یہ کہلا بھیجا کہ وہ جماعت خانہ میں نہ بیٹھیں، وہ یہ سن کر پریشان ہوئے، گھر جا کر سوگ میں بیٹھ گئے، جا برروتے رہتے، لوگ ان کی عیادت کے لئے آتے، ان کو روتا دیکھ کر خود بھی رونے لگتے، امیر خسروؒ بھی ان کی حالت زار سے متاثر ہوئے تو اپنی دستار گردن میں لٹکائی اور حضرت خواجہؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے، حضرت خواجہؒ نے ان کو اس طرح دیکھا تو پوچھا: ''ترک کیا ہے؟'' عرض کیا: ''مولانا برہان الدین کی معافی چاہتا ہوں'' مسکرا کر پوچھا: مولانا برہان الدینؒ کہاں ہیں؟'' امیر خسروؒ نے مولانا برہان الدین کو بھی ان کی دستار گردن میں ڈال کر صف تعال میں کھڑا کر دیا، پھر تو حضرت خواجہؒ نے تقصیر معاف کر دی اور تجدید بیعت سے مشرف کیا۔

(سیر الاولیا ص ۸۱۔۲۷۹)

حضرت نصیر الدین چراغ دہلویؒ بھی حضرت خواجہؒ کے بہت ہی چہیتے مرید تھے، دہلوی میں ان ہی نے ان کی جانشینی کی، جب روحانی تربیت پا رہے تھے تو ان کے دل پر جو کیفیت گذر رہی تھی اس کا حال خود اپنے مرشد سے نہ کہہ سکے، امیر خسرو ہی نے جا کر ان کی طرف سے عرض حال کیا جیسا کہ آگے ذکر آئے گا۔

سیر الاولیا ہی کے مصنف کا بیان ہے کہ ایک بار ایک شخص نے بڑی جرأت کے ساتھ حضرت شیخ المشائخ سے کہا کہ جس نظر سے آپ امیر خسروؒ کو دیکھتے ہیں اسی نظر سے مجھے بھی دیکھ لیجئے، شیخ المشائخ نے تو کوئی جواب نہیں دیا لیکن خسرو کو خیال آیا کہ میں اس کو یہ جواب دوں کہ پہلے ویسی صلاحیت پیدا کرو۔ (ص ۲۰۲)

امیر خسروؒ کو حضرت خواجہؒ سے جو عشق رہا، اس کا ذکر تو ان کے پیر بھائی یعنی سیر الاولیا کے مصنف نے بہت کیا ہے جیسا کہ گذشتہ صفحات میں بیان ہوا، بعد کے تذکروں میں بھی اس عشق و محبت کی داستانیں بہت کچھ ملتی ہیں جو یا تو امیر خسرو کے ان

Marfat.com

معاصر تذکروں سے لی گئی ہیں، جواب ہماری دسترس سے باہر ہیں، یا بزرگوں کے سینہ بہ سینہ جو روایتیں چلی آئیں ان کو قلم بند کر دیا گیا ہے۔

امیر خسروؒ اپنے مرشد کی ہر ادا اور ہر بات پر جان چھڑکتے، اخبار الاخیار (ص ۵۵) میں ہے، کہ حضرت خواجہؒ رات بھر اپنے حجرہ میں عبادت و ریاضت میں مشغول رہتے جس سے ان پر غیر معمولی کیف و مستی اور بے خودی و وارفتگی طاری رہتی، ایک روز امیر خسروؒ صبح کے وقت حضرت خواجہؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو شغل باطن سے ان کی آنکھیں سرخ تھیں، ان خمار آلود آنکھوں کو دیکھ کر امیر خسرو مست ہو گئے اور یہ شعر برجستہ کہا:

تو شبانہ می نمائی بہ برکہ بودی امشب ☆ کہ ہنوز چشم مستت اثر خمار دارد

تزک جہانگیری (ص ۸۱ مطبوعہ علی گڑھ) میں ہے کہ ایک بار حضرت خواجہؒ جمنا کے کنارے آکر کھڑے ہو گئے تو دیکھا کہ ہندو اپنے کسی تہوار کے موقع پر جوق در جوق اس خیال سے غسل کر رہے ہیں کہ ان کو ثواب حاصل ہوگا، خسرو بھی ان کی معیت میں تھے، حضرت خواجہؒ نے ہندوؤں کے مذہبی شغب اور انہماک کو دیکھ کر امیر خسرو سے مخاطب ہو کر فرمایا:

ہر قوم راست راہے دینے وقبلہ گاہے

حضرت خواجہؒ کے سر مبارک پر اس وقت ٹوپی کج تھی، امیر خسرو حضرت خواجہؒ کی زبان اقدس سے یہ مصرع سن کر مست ہو گئے، اور فوراً دوسرا مصرع یہ کہا:

من قبلہ راست کردم بر سمت کج کلاہے

اور یہ واقعہ ہے کہ خسرو نے اپنے کج کلاہ مرشد ہی کی وجہ سے اپنے قبلہ کو راست کر دکھایا، سفینۃ الاولیا (ص ۱۷۰) میں ہے کہ ایک بار امیر خسروؒ دہلی سے باہر گئے ہوئے تھے، واپس ہوئے تو ان کے پاس پانچ لاکھ نقرئی ٹنکے تھے جو ان کے شاہی آقا نے ان کو ایک قصیدہ کے صلہ میں عطا کیا تھا، دہلی کے قریب پہونچے تو ایک فقیر کو اپنے پاس آتے دیکھا جو حضرت خواجہؒ کی خانقاہ سے آرہا تھا، اس کو انھوں نے اپنی جوتیاں دے کر رخصت کیا تھا، امیر

Marfat.com

خسرو اس کے نزدیک آئے تو بے اختیار ہو کر اس سے مخاطب ہوئے کہ تم سے میرے پیر روشن ضمیر کی خوشبو آ رہی ہے، کیا تمہارے پاس ان کی کوئی نشانی تو نہیں؟ فقیر نے وہ جوتیاں دکھائیں، امیر خسروؒ دیکھ کر بیتاب ہو گئے، فقیر سے پوچھا کہ اسے فروخت کرتے ہو؟ وہ راضی ہو گیا تو انھوں نے پانچ لاکھ ٹنکے اس کو دے کر اپنے مرشد کی جوتیاں خرید لیں، ان کو اپنے سر پر رکھ کر مرشد کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ اس درویش نے اتنے ہی پر اکتفا کیا، اگر اس کے بدلے تمام جان و مال طلب کرتا تو میں حاضر کر دیتا۔

یہ روایت تو بہت مشہور ہے کہ حضرت خواجہؒ کے محبوب بھانجے مولانا تقی الدین نوح کا عین شباب میں انتقال ہو گیا تو ان کو اس سے بڑا صدمہ پہونچا چھ مہینہ تک ان پر مہر سکوت لگی رہی، اس سے امیر خسروؒ بھی مغموم رہتے تھے، ان کو فکر ہوئی کہ کس طرح مرشد کا غم غلط ہو، ایک روز بسنت کا میلہ تھا، ہندو دہلی میں کالکا جی کے مندر پر سرسوں کے پھول چڑھا رہے تھے اور مست ہو کر ترانے الاپ رہے تھے، امیر خسروؒ اس کو دیکھ کر بے خود ہو گئے، فارسی اور ہندی کے چند اشعار اسی وقت موزوں کیے، سرسوں کے پھول توڑے، پگڑی کو کج کر کے مستانہ شان پیدا کی اور جھومتے جھامتے، اشعار پڑھتے حضرت خواجہؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے جو اس وقت اپنے بھانجے کے مزار پر تھے، امیر خسروؒ کی مستانہ ادا دیکھ کر اور ان کے اشعار سن کر تبسم فرمایا تو امیر خسروؒ کا کام بن گیا، اس روز سے جب ہندو کالکا جی کے مندر پر جاتے تو دہلی اور قرب و جوار کے صوفیہ قوالوں کے لے کر سرسوں کے پھول ہاتھ میں لیے اشعار پڑھواتے ہوئے مولانا تقی الدینؒ کے مرقد پر جاتے ہیں اور وہاں سے حضرت خواجہ نظام الدین اولیاؒ کے مزار پر آتے ہیں، ان اشعار میں ایک شعر یہ ہے:

رشک ریز آمد ست ابر بہار ☆ ساقیا گل بریز و بادہ بیار

قوال ہندی کی ایک ٹھمری کو پڑھ کر بار بار دہراتے ہیں، جس کا ایک مصرع یہ ہے:

ع : عرب یار توری بسنت منائی

Marfat.com

رفتہ رفتہ دہلی کی درگاہوں میں پندرہ دن تک بسنت کا میلہ رہنے لگا اور دوسری جگہوں میں بھی مسلمان بسنت منانے لگے اور اب بھی یہ منایا جاتا ہے۔

مولانا شبلیؒ نے شعر العجم کی دوسری جلد (ص ۱۲۸) میں رقم طراز ہیں کہ خواجہ صاحب سے امیر کی ارادت اور عقیدت عشق کے درجہ تک پہونچ گئی تھی، ہر وقت ساتھ ساتھ رہتے تھے اور گویا ان کا جمال دیکھ کر جیتے تھے، خواجہ صاحب کو بھی ان کے ساتھ یہ تعلق تھا کہ فرمایا کرتے تھے کہ جب قیامت میں سوال ہو کہ نظام الدین کیا لایا ہے تو خسرو کو پیش کردوں گا، دعا مانگتے تھے تو خسرو کی طرف اشارہ کرکے فرماتے تھے: ''الٰہی بہ سوز سینۂ ایں ترک مرا بہ بخش''۔

اوپر کی تفصیلات سے ظاہر ہوگا کہ حضرت خواجہؒ اور امیر خسروؒ ایک دوسرے کے حبیب ومحبوب بنے رہے، مگر ان کے عارفانہ رشتے کے سلسلہ میں کچھ سوالات پیدا ہوتے ہیں، ایک تو یہ کہ جب حضرت خواجہ خود سلاطین وقت سے ملنا اور دربار میں جانا کسی حال میں بھی پسند نہیں کرتے تھے تو اپنے محبوب امیر خسروؒ کو دربار سے وابستہ رہنا کیوں گوارا کر رکھا تھا؟ اس کا جواب تو یہ ہے کہ دربار کی وابستگی سے شریعت کی کوئی خلاف ورزی نہیں ہوتی تھی، سلاطین وقت سے ملنے پر چشتیہ سلسلہ کے بزرگوں نے کوئی قدغن بھی عائد نہیں کر رکھا تھا۔

سیر الاولیا جیسے مستند تذکرہ کی روایت ہے کہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی کے پاس اجمیر کے نزدیک ایک گاؤں تھا، وہاں کے مقطع نے ان کے لڑکوں کو تنگ کیا تو لڑکوں کے کہنے پر وہ بادشاہ سے ملنے کے لیے اجمیر سے دہلی گئے، جہاں خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کے ساتھ مقیم ہوئے، خواجہ بختیار کاکیؒ خود سلطان شمس الدین سے ملے، جس کو صورت حال معلوم کرکے تعجب ہوا، وہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی سے ملا اور ان کے لیے فرمان لکھ دیا، (ص ۵۳) پھر اس سے کون انکار کرسکتا ہے کہ سلطان شمس الدین ایلتتمش حضرت

Marfat.com

قطب الدین بختیار کاکیؒ کے حلقۂ ارادت میں داخل نہ تھا، سلطان علاؤ الدین خلجی کے شہزادے خضر خان اور شادی خان خود حضرت خواجہ نظام الدین اولیاؒ کی خانقاہ میں تربیت پاتے رہے (سیر العارفین ص ۷۴) حضرت خواجہ کا سلاطین دہلی سے نہ ملنا کسی شرعی قباحت کی بنا پر نہ تھا بلکہ یہ محض ان کے ذاتی کردار کا ایک پہلو تھا، اس لیے دربار سے امیر خسرو کا وابستہ رہنا کوئی ایسی قابل اعتراض بات نہ تھی جس کو حضرت خواجہؒ کو گوارا نہ کرنا چاہیئے تھا۔

حضرت خواجہ چنگ ارباب اور دوسرے مزامیر کے استعمال کو ناجائز سمجھتے تھے، ان سے کہا گیا کہ بعض خانقاہوں میں درویش چنگ ارباب اور مزامیر کی محفل سماع میں رقص کرتے ہیں، تو انھوں نے فرمایا کہ وہ اچھا نہیں کرتے کیونکہ جو فعل نامشروع ہے، وہ ناپسندیدہ ہے، ایک مرید نے عرض کیا کہ یہ درویش جب محفل سے باہر آتے ہیں اور ان سے کہا جاتا ہے کہ ایسی محفل میں کیوں شریک ہوئے جہاں مزامیر تھے اور وہاں کیوں رقص کیا، تو جواب دیتے ہیں کہ ہم سماع میں اس قدر مستغرق ہو جاتے ہیں کہ ہم کو خبر نہیں ہوتی کہ اس جگہ مزامیر بھی ہیں، حضرت خواجہ نے فرمایا کہ یہ جواب درست نہیں، اور یہ تمام باتیں معصیت کی ہیں (فوائد الفوائد ص ۲۲۷) امیر خسرو کی زندگی تو چنگ ارباب اور مزامیر ہی گذری، ان کے دوست مولانا ضیاء الدین برنی لکھتے ہیں:۔

''وہ گانے اور راگ وغیرہ ایجاد کرنے کے فن میں کمال رکھتے تھے، موزوں اور لطف طبیعت سے جس فن کو بھی نسبت ہے اس میں ان کو اللہ تعالیٰ نے سرآمد روزگار پیدا کیا تھا، ان کا وجود عدیم المثال تھا''۔ ص ۳۵۹)

امیر خسرو کے پیر بھائی سیر الاولیا کے مصنف نے بھی لکھا ہے:

''در علم موسیقی کمال داشت''۔ (ص ۵۸۸)

امیر خسرو کے ان دونوں معاصروں نے مزامیر کا ذکر نہیں کیا ہے لیکن خود امیر خسرو نے اعجاز خسروی میں فن موسیقی پر بہت کچھ لکھا ہے جس کی مشکل عبارت آرائی کی وجہ سے

Marfat.com

ان کے اس فن کے کمالات کو سمجھنا آسان نہیں، لیکن اس کے مطالعہ سے یہ پتہ چلے گا کہ انھوں نے اس زمانہ کے مزامیر میں سے پنجہ رباب، پنجہ جنگ، دست نائی، دست تنبور، دستک قوال، دستان خشی، شہنائی، بابلک شہنائی، بگمک، مسلک، دم سرنے، دمدمۂ نے، تیرۂ ہندی، دہل غازی، وہلاک زناں، دہل زناں وغیرہ کا ذکر کیا ہے (اعجاز خسروی ص ۲۸۳، حصہ دوم) وہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ان مزامیر کے فن سے اچھی طرح واقف تھے۔

''صحت وعلت مزامیر نیکو دانیم کہ چوں چنگ از سفیدی اندام سر افگندہ ماندو نا ے کہ شکمش از نفخ اوزار دہد و مسلک کہ از دمش در نالیدن آید و نوالک کہ تنگی نفس گلو گیرش کند و کوفتگی دف کہ از حرارت مدقوق گردد۔ (ایضا ص ۲۸۶)

ان کے بجانے کے فن میں اصلاحات بھی کیں اور کچھ نئی چیزیں بھی دریافت کیں۔

اصلاح ہر یک بچہ طریق باید کرد و گرفتن نبض رباب وزدن رگ بربط چناں بر قانون حکمت دریافتہ ایم کہ بیمار را طبیب شفا توانیم شد۔ (ایضا ۲۸۶)

اس سے ظاہر ہے کہ امیر خسرو کو مزامیر سے خاص شغف رہا اور عام روایت تو یہ ہے کہ انھوں نے ستار، طبلہ، ڈھولک وغیرہ کے بجانے میں بہت سے اختراعات کیے۔

اس سلسلہ میں یہ سوال اٹھتا ہے کہ جب حضرت خواجہ مزامیر کی حلت کے قائل نہ تھے تو اپنے محبوب کو اس سے شغف رکھنے کی اجازت کیوں دی؟ اس کا جواب تو بظاہر یہ ہے کہ وہ مزامیر کو مکروہ اور حرام ضرور سمجھتے رہے مگر ان کے مریدوں کی مجالس سماع میں اس کا استعمال جاری رہا، ان کے بعض محتاط مرید اور خلیفہ مثلاً حضرت نصیر الدین چراغ دہلویؒ تو اس سے پرہیز کرتے رہے مگر اور مرید اس سے اجتناب نہ کر سکے، امیر خسروؒ کا شمار موخر الذکر مریدوں ہی میں کرنا چاہئے، مزامیر کی حالت وحرمت پر بحث اب تک جاری ہے، بعض معتدل لوگوں نے یہ لکھ کر معاملہ کو طے کرنے کی کوشش کی ہے کہ فقہا کے یہاں یہ حرام

Marfat.com

ہے، لیکن صوفیائے کرام کے یہاں اس کی اجازت ہے۔

امیر خسروؒ کو بہت ہی محبوب اور عزیز رکھنے کے باوجود حضرت خواجہ کو کبھی یہ خیال نہیں ہوا کہ امیر خسرو دنیا کو تیاگ کر کے صرف ان کے آستانہ پر سر جھکائے ہوئے ہیں، وہ اچھی طرح جانتے تھے کہ ان کا تعلق دنیا سے باقی ہے، سیر الاولیا ہی کی روایت ہے (ص ۵۰۶) کہ ایک بار امیر خسروؒ مجلس سماع کے رقص میں شامل ہو گئے، انھوں نے رقص میں اپنے ہاتھوں کو اوپر کیا تو سلطان المشائخ نے ان کو اپنے پاس طلب کیا اور فرمایا کہ تم دنیا سے تعلق رکھتے ہو، تم کو رقص کے وقت ہاتھ اوپر نہ کرنا چاہیئے، امیر خسروؒ نے اپنے ہاتھ نیچے کر لیے اور مٹھی باندھ کر رقص کرنے لگے، چشتیہ سلسلہ میں رقص کے آداب میں ہے کہ جب وہ رقص کے آداب میں ہے کہ جب وہ رقص میں اپنے پاؤں زمین پر پٹکتے ہیں تو دنیا کو گویا لات مارتے ہیں اور جب رقص میں ہاتھوں کو اوپر کرتے ہیں تو گویا آخرت کے طلب گار ہوتے ہیں،

اسی کو اس شعر میں اس طرح ظاہر کیا گیا ہے:

رقص گر ہمی کنی رقص عارفانہ کن ☆ دنیا زیر پائے نہ دست بر آخرت فشاں

سیر الاولیا ہی کے مصنف کا بیان ہے کہ حضرت خواجہ کے حلقۂ ارادت میں ہر قسم کے لوگ تھے، خوب طبعان عالم بھی، شعرائے بے نظیر بھی، ندیمان دل پذیر بھی اور جوانان لطیفہ گو بھی تھے، ان سب کی تربیت ان کے انداز طبع کے مطابق کرتے اور ان کے ذوق کو بیدار کر کے ان کا گویا امالہ کرتے رہتے۔

''خوب طبعان عالم از شعرائے بے نظیر و ندیمان دل پذیر و جوانان لطیفہ گوے ہمہ برآستان حضرت سلطان المشائخ نہادہ بودند واز دولت او ہر کسے باندازۂ طبع خویش در ہر قسم کہ می بودند، ذوقہا در سینۂ خود احساس کردند''۔ (ص ۵۱۱)

چشتیہ سلسلہ کے اکابر بزرگ راہ سلوک میں توبہ، عبادت، زہد، رضا، قناعت، مجاہدہ، مشاہدہ، ذکر، فکر، اصلاح، اخلاص، معرفت، شکر اور محبت پر زیادہ زور دیتے، ان

Marfat.com

میں جواعلیٰ ترین مقامات پر پہونچے، وہ کوشش فرماتے کہ ان کی توبہ حضرت آدمؑ کی طرح ہو، عبادت حضرت ادریسؑ کی ہو، زہد حضرت عیسیٰؑ کا ہو، رضا حضرت ایوبؑ کی طرح ہو، قناعت حضرت یعقوبؑ، مجاہدہ حضرت یونسؑ، صدق حضرت یوسفؑ، تفکر حضرت شعیبؑ، اصلاح حضرت داؤدؑ، اخلاص حضرت نوحؑ، معرفت حضرت خضرؑ، شکر حضرت ابراہیمؑ اور محبت حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہو۔ (سیر الاقطاب ص ۱۳۸۔۱۳۷)

مگر ظاہر ہے کہ یہ تمام اوصاف ہر رہرو سلوک کے لیے ممکن نہ تھے مگر جوہر شناس بزرگ اپنے مریدوں کی ذاتی اور انفرادی صلاحیتوں کو پیش نظر رکھتے اور ان ہی کے مطابق ان کو تعلیم دیتے، حضرت خواجہ نظام الدین اولیاؒ اپنے مریدوں کی تعلیم و تربیت میں بہت سخت تھے، کسی قسم کی رورعایت نہ کرتے، مگر جو جیسا ہوتا اسی لحاظ سے پیش بھی آتے پہلے ذکر آچکا ہے کہ حضرت خواجہ برہان الدین غریبؒ کی بیعت محض اس لیے فسخ کردی کہ وہ کمبل کو دوتہ کرکے اس پر بیٹھتے تھے، اس کو ان کی تن پروری اور راحت پسندی پر محمول کیا، حضرت جلال الدین اودھیؒ اپنے زہد و ورع، ترک اور تجرید کے لیے مشہور تھے، ان کے ساتھیوں نے ان سے درس و تدریس کی خواہش ظاہر کی، حضرت خواجہ سے اس کی اجازت چاہی تو انھوں نے فرمایا کہ وہ کسی اور ہی کام کے ہیں، خواجہ موید الدین کرہ سلطان علاؤ الدین خلجی کی شہزادگی کے زمانہ میں اس کے جاں نثاروں میں تھے، مگر ترک دنیا کرکے حضرت خواجہ کے آستانہ پر جبیں سائی کرنے لگے، علاؤ الدین خلجی بادشاہ ہوا تو اس نے حضرت خواجہ کے پاس یہ پیام بھیجا کہ وہ خواجہ موید الدین کرہ کو رخصت کردیں کہ اس کا کام بنائیں، حضرت خواجہ نے فرمایا کہ ان کو ایک اور کام درپیش ہے، اسی میں وہ کوشش کررہے ہیں، جب پیامبر نے حضرت خواجہ سے کہا کہ آپ چاہتے ہیں کہ اپنے جیسا سب کو کرلیں؟ تو حضرت خواجہ نے فرمایا: اپنے جیسا کیا، میں تو اپنے سے بہتر کرنا چاہتا ہوں، خواجہ شمس الدین دھاری شاہی ملازمت میں دیوان کے عہدہ پر مامور تھے، اس کو چھوڑ کر حضرت خواجہ کے مرید ہو

Marfat.com

گئے ،اوران کے ملفوظات کو جمع کر کے مرتب کیا، ایک دن اپنے مرشد سے عرض کیا کہ اگر حکم ہوتو آنے جانے والوں کے لیے ایک مکان بنوالوں، مرشد نے فرمایا: یہ کام اس کام سے جس کو تم نے چھوڑا ہے کم نہیں (سیر الاولیا واخبار الاخیار ص ۱۰۲۔۱۰۱۔ بزم صوفیہ از خاکسار مقالہ نگار، ص ۶۰۔۲۵۹) حضرت نصیر الدین چراغ دہلویؒ جب حضرت خواجہ سے تربیت حاصل کر رہے تھے، تو ان ہی کی ہدایت کے بموجب دس دس روز گذر جاتے مگر کچھ نہ کھاتے، جب خواہشات کا غلبہ ہوتا تو لیموں کا عرق پی لیتے، جب ان کی عبادت وریاضت میں یاد الٰہی بڑھی تو خلق اللہ کے ہجوم میں ان کو سکون میسر نہیں ہوتا، اپنی یکسوئی میں خلل پانے لگے، جنگل جا کر عبادت کرنا چاہتے تھے، مگر مرشد سے اس کی اجازت براہ راست مانگنے کی ہمت نہیں ہوئی، امیر خسروؒ کا سہارا لیا اور ان ہی کو سفارش کرنے کے لیے مرشد کی خدمت میں بھیجا، مگر حکم ملا کہ وہ خلق اللہ کے درمیان ہی میں رہیں اور خلق کی جفاؤں کو برداشت کریں، اس ایثار کا بدلہ ان کو ملے گا، اس سلسلہ میں حضرت خواجہ نے یہ فرمایا کہ مختلف افراد مختلف کاموں کے لیے موزوں ہوتے ہیں اسی لیے میں کسی سے توبہ کرنے کو کہتا ہوں کہ اپنے آپ کو بھی بند رکھے اور اپنے دروازہ کو بھی، کسی کو یہ ہدایت دیتا ہوں کہ وہ مریدوں کی تعداد بڑھائے اور کسی کو یہ حکم دیتا ہوں کہ خلق اللہ کے درمیان ہی میں رہے، ان کی جفاؤں کو برداشت کرتے ہوئے ان سے حسن سلوک سے پیش آئے یہی مقام انبیا اور اولیا کا ہے۔ (سیر الاولیا۔ ص ۲۳۸)

حضرت خواجہ نے امیر خسروؒ کی تربیت ان کی افتادطبع اور ان کی سیرت کی فطری خوبیوں کے مطابق کی، وہ خود تو بادشاہوں سے کسی حال میں بھی ملنا پسند نہ کرتے، مگر امیر خسروؒ کو ان کا ہم جلیس اور ندیم بننے کی اجازت دے رکھی تھی، ان کو یہ اچھی طرح یقین تھا کہ امیر خسروؒ دربار کی رنگ رلیوں اور سرمستیوں میں شریک رہیں یا وہاں کے نغمہ وسرود سے لطف اندوز ہوں، یا ان پر شاہانہ جود وکرم سے مال ودولت کی بارش کتنی ہی ہو، وہ ہر حال

Marfat.com

میں اپنے اخلاق وکردار کو بلند رکھیں گے اور اپنی سیرت کو داغدار نہ ہونے دیں گے، حضرت خواجہؒ نے ان کے متعلق جو رائے قائم کی وہ بالکل صحیح ثابت ہوئی، وہ بادشاہوں کو اپنے قصیدوں سے خوش رکھتے، شاہانہ تقریبات میں شان وشوکت کی تصویر کشی کر کے درباریوں کو بھی محظوظ کرتے، پری رویان ہندی کے رقص کا ذکر کرنے میں اپنے شاعرانہ کمالات بھی دکھاتے، ہندی اور ایرانی راگ راگنیوں کو ملا کر ایک فن کارانہ امتزاج بھی پیدا کر دیا، مگر درباداری کر کے اپنے مرشد کے پاس پہونچتے تو کچھ اور ہی نظر آتے، حضرت خواجہ کی روحانی تعلیم یہ تھی کہ محبت حق جب قلب کا محض غلاف بنی رہے تو معصیت کا امکان ہے لیکن جب خدا کی محبت قلب کے سویدا میں پہونچ جائے تو معصیت کا امکان نہیں ہوتا، امیر خسرو کے قلب میں اپنے مرشد کی تعلیم کی وجہ سے خدا کی محبت ان کے قلب کے سویدا میں پہونچ چکی تھی، اس لیے درباروں کی دنیاداری میں ان کے یہاں معصیت کا امکان ہی نہیں پیدا ہوا، سیر الاولیا۔ص ۳۶۸) میں ہے کہ حضرت خواجہ کی تعلیم یہ تھی کہ طہارت کی کئی قسمیں ہوتی ہیں، ایک تو یہ کہ دل کو خیانت وغیرہ کے ظواہر سے پاک رکھا جائے، دوسرے یہ کہ اعضا کو گناہوں سے پاک رکھا جائے، تیسرے یہ کہ دل کو اخلاق ذمیمہ سے پاک رکھا جائے، امیر خسروؒ نہ ہر حال میں اپنے دل کو اخلاق ذمیمہ سے پاک رکھا، اس لیے اپنے شاہی اور روحانی دونوں آقاؤں کے یہاں محبوب رہے، حضرت خواجہ کی تعلیم یہ بھی تھی کہ دنیا میں تین قسم کے لوگ ہوتے ہیں، ایک تو وہ ہیں جو دنیا کو دوست رکھتے ہیں اور اسی کی یاد اور طلب میں تمام دن مشغول رہتے ہیں، دوسرے وہ ہیں جو دنیا کو دشمن جانتے ہیں، اس کی مذمت کرتے اور اس کی عداوت میں عبادت کرتے رہتے ہیں، تیسرے وہ ہیں جو اس سے نہ محبت نہ عداوت کرتے ہیں اور اس کا ذکر بھی نہ محبت اور عداوت سے کرتے رہتے ہیں، ایسے لوگ ان دونوں لوگوں سے بہتر ہوتے ہیں، (فوائد الفواد۔ص ۳۱۸) امیر خسروؒ تیسرے قسم کے لوگوں میں سے تھے، وہ محض ایک زاویہ نشین صوفی ہو جاتے تو حضرت خواجہ کے حلقہ

Marfat.com

میں ایسے صوفیوں کی کوئی کمی نہ تھی، ان کی زندگی کے کمالات کا راز تو اس میں ہے کہ لسان حال اور لسان قال بن کر جام شریعت اور سندان عشق دونوں کو اپنے ہاتھوں میں لیے خاتمہ بالخیر کو پہونچے، حضرت خواجہ کی تعلیم تھی کہ انسان کے پاس نفس بھی ہے اور قلب بھی، نفس سے غوغا اور فتنہ پیدا ہوتا ہے، قلب کے ذریعہ سے سکون، رضا اور ملاطفت حاصل ہوتی ہے، نفس قلب کے ذریعہ سے مغلوب ہوسکتا ہے، لیکن نفس کو نفس سے سہارا مل جائے تو فتنہ اور خصومت کی کوئی حد نہیں ہوتی، اس لیے تحمل اور حلم اس درجہ کا ہونا چاہیئے کہ۔

زہر بادی چوکاہی گر میرزی ☆ اگر کو ہے بکاہی ہم نیرزی

(فوائد الفواد۔۲۱۴)

امیر خسروؒ کی زندگی اس کا مظہر ہے کہ اپنے نفس کو اپنے قلب پر غالب نہیں ہونے دیا، جس سے ان کے قلب کو ایسا سکون حاصل ہوتا رہا کہ وہ اپنے روحانی آقا کی رضا اور شاہی آقا کی ملاطفت کے سایہ میں زندگی گذارتے رہے، وہ اگر اپنے روحانی آقا کی ہر نفس سے پرکاہ کی طرح لرزتے رہے تو انھوں نے اپنے شاہی آقا کی شان وشوکت کے پہاڑ کے سامنے جھک کر اپنے دین وایمان کی بازی بھی لگانا پسند نہیں کیا، جس کا اندازہ اس واقعہ سے ہوگا کہ سلطان جلال الدین خلجی کو حضرت خواجہ سے ملنے کی بڑی تمنا تھی، مگر حضرت خواجہ سلطان وقت سے ملنا کسی حال میں بھی پسند نہیں کرتے تھے، اس لیے سلطان نے بھیس بدل کر امیر خسروؒ کے ساتھ ان کی خدمت میں حاضر ہونے کا ارادہ کیا، امیر خسروؒ سے سلطان نے اس کو راز میں رکھنے کی فہمایش کی، امیر خسروؒ کے دل میں یہ خیال آیا کہ راز افشا ہونے کے بعد کہیں ان کے مرشد کو گرانی اور ناگواری نہ ہو، اس لیے سلطان کی فہمایش کے باوجود اپنے مرشد کو اپنے شاہی کا ارادہ بتادیا جس کے بعد حضرت خواجہؒ شہر چھوڑ کر اپنے مرشد کی زیارت کے لیے اجودھن روانہ ہوگئے، سلطان کو خبر ہوئی تو امیر خسروؒ سے باز پرس کی کہ یہ راز کیوں فاش کیا، امیر خسروؒ نے ایمانی قوت سے سلطان کو یہ جواب دیا کہ اگر آپ رنجیدہ

Marfat.com

ہوتے تو زیادہ سے زیادہ میری جان کا خطرہ ہے، لیکن مرشد آزردہ ہوتے تو میرے ایمان کا خطرہ تھا، سلطان کو یہ جواب بہت پسند آیا۔ (سیر الاولیا۔ ص ۱۳۵)

امیر خسروؒ کی روحانی کاراز اسی میں ہے کہ ہر حال میں اپنے ایمان کو ہر قسم کے خطرات سے محفوظ رکھا۔

امیر خسروؒ کو اپنے مرشد سے باطنی تعلیمات کے ساتھ ظاہری تعلیمات بھی برابر حاصل ہوتی رہیں، پہلے ذکر آیا ہے کہ وہ اپنے مرشد کی ہدایت کے مطابق روزانہ تہجد کے وقت کلام پاک کے ساتھ پارے پڑھتے۔ (سیر الاولیا۔ ص ۳۰۲)

پھر ان کو یہ تلقین کی کہ وہ مشائخ کی باتوں کا لحاظ رکھیں (ایضا۔ ۳۰۴) حضرت خواجہ کی یہ تعلیم تھی کہ عبادت کی دو قسمیں ہیں، لازمہ اور متعدیہ، عبادت لازمہ میں نماز، روزہ، حج، اوراد اور تسبیحات داخل ہیں، جن سے عبادت کرنے والوں کو فائدہ پہونچتا ہے، عبادت متعدیہ کا فائدہ غیروں کو پہونچتا ہے، عبادت لازمہ میں اخلاص کا ہونا ضروری ہے تا کہ یہ خداوند تعالیٰ کی بارگاہ میں قبول ہو طاعت عبادت متعدیہ میں اخلاص جہاں تک بس میں ہو اختیار کیا جائے۔ (فوائد الفواد۔ ص ۲۱)

امیر خسروؒ اپنے مرشد کی اس تعلیم پر بھی برابر عمل کرتے رہے، جیسا کہ ان کے دوست مولانا ضیاء الدین برنی کا بیان ہے کہ ان کی عمر کا بیشتر حصہ صوم وصلوٰۃ، عبادت اور قرآن خوانی میں گذرا، وہ متعدی اور لازمی عبادات میں یکتا تھے اور ہمیشہ روزے رکھتے تھے۔ (تاریخ فیروز شاہی۔ ص ۳۵۹)

سیر الاولیا کے مصنف کا بیان ہے کہ حضرت خواجہؒ اپنے دست خاص سے خطوط کر کچھ نہ کچھ تعلیم دیتے رہتے، ایک میں نصیحت کی کہ جسم کی حفاظت کے بعد شریعت کی ناپسندیدہ باتوں سے اجتناب کیا جائے، اپنے واقات کی نگہبانی کرتے رہنا چاہیے، عمر عزیز کے ذریعہ سے تمام مرادیں حاصل ہوتی رہیں، تو اس کو غنیمت سمجھا جائے، زندگی بیکار

Marfat.com

کاموں میں نہ گذاری جائے، اگر دل میں انشراح کی قوت پیدا نہ ہو تو انشراح قلبی کی پیروی کی جائے، کیونکہ یہی راہ طریقت میں معتبر ہے اور تمام امور میں طلب خیر کو مقدم رکھا جائے ۔(سیر الاولیا۔ص ۳۸۵۔۳۸۷۔اخبار الاخیار، ص ۹۳)

اس بات کی کون تردید کر سکتا ہے کہ امیر خسروؒ کی زندگی اس نصیحت کے مطابق نہیں رہی، وہ جسمانی گناہوں سے محفوظ رہے، دربار کی رنگ رلیاں اور سرمستیاں شریعت کی ناپسندیدہ باتوں میں ضرور تھیں مگر وہ ان کے دور کے محض تماشائی تھے، ان میں کبھی ملوث نہیں ہوئے، اپنے اوقات کی پوری نگہبانی کی، چاہے وہ اپنے مرشد کے حضور میں ہوتے یا دربار شاہی میں حاضر رہتے، ان کی عمر عزیز میں ہر قسم کی مرادیں حاصل ہوتی رہیں، ان کو وہ غنیمت اس لحاظ سے سمجھتے رہے کہ اگر یہ مرادیں دولت کی شکل میں ہوتیں تو ان کو اپنے خاندان، اعزہ، اقربا، غربا اور مرشد کی خانقاہ میں صرف کر دیتے، اسی لیے انھوں نے اپنے پیچھے کوئی بڑی دولت نہیں چھوڑی، وہ چاہتے تو امیر خسروؒ کبیر بن سکتے تھے، لیکن درویشانہ زندگی ہی بسر کی، انھوں نے درباداری ضرور کی لیکن اس کو ان کی زندگی کے بیکار کاموں میں شمار نہیں کیا جا سکتا ہے، درباداری کے سلسلہ میں انھوں نے جو قصائد کہے یا مثنویاں لکھیں وہ شعر و ادب کے شاہکار ہیں، بقول مولانا ضیاء الدین برنی انھوں نے اپنے پیچھے علم و فن کا ایک کتب خانہ چھوڑا، اگر وہ دربار سے وابستہ نہ ہوتے تو یہ کتب خانہ ان کے بعد کے نسلوں کو حاصل نہ ہوتا، آخر میں مذکورہ بالا تحریر میں حضرت خواجہؒ نے جو یہ نصیحت کی تھی کہ انشراح قلبی کی پیروی کی جائے تو امیر خسرو اپنی نجی، روحانی، ادبی اور درباری زندگی میں اسی انشراح قلبی کے پے کرتے اور تمام امور میں طلب خیر کو مقدم رکھتے۔

امیر خسروؒ کی وفات جس انداز میں ہوئی وہ بھی ان کے مرشد سے عشق کے انتہائی کمال کا ثبوت ہے، بقول مولانا شبلی خسرو اپنے مرشد کا جمال دیکھ کر جیتے رہے، جب ان کے مرشد کی وفات ہوئی تو خود ان کی بھی موت آ گئی، وہ اپنے مرشد کی وفات کے وقت دہلی

Marfat.com

سے دور سلطان محمد تغلق کے ساتھ بنگالہ کی مہم پر تھے، وہاں یکا یک ان کے دل پر ایک عجیب کیفیت طاری ہوئی، سلطان سے اجازت لے کر چل کھڑے ہوئے، دہلی پہونچ کر معلوم ہوا کہ محبوب الٰہی اپنے محبوب سے جا ملے، یہ سن کر بے تاب ہو گئے، اپنا منھ سیاہ کیا، کپڑے پھاڑ ڈالے، خاک میں لت پت حجرہ میں پہونچے۔

جامہ داراں، چشم چکاں، خون دل رواں

بولے اے مسلمان میں کون ہوں کہ ایسے بادشاہ کے لیے روؤں، میں تو اپنے لئے روتا ہوں کہ سلطان المشائخ کے بعد میری زندگی کی بقا زیادہ نہیں، اس کے بعد چھ مہینے اور زندہ رہے، پھر اپنے محبوب سے جا ملے، سلطان المشائخ کے روضہ کے پاس ہی دفن ہوئے۔ (سیر الاولیا۔ص ۳۰۵)

سیر الاولیا میں تو نہیں مگر اور تذکروں میں یہ روایت بھی ہے کہ دہلی پہنچ کر جب ان کو اپنے مرشد کی وفات کی خبر ملی تو اپنی ساری ملکیت مرشد کے ایصال ثواب کے لیے فقیروں اور مسکینوں میں لٹا دی، ماتمی لباس پہن کر مرشد کے مزار پر پہونچے، اس سے ٹکرا کر ایک چیخ ماری کہ سبحان اللہ آفتاب تو زمین کے اندر ہے اور خسرو ابھی زندہ ہے، پھر یہ ہندی شعر پڑھا:

گوری سووے سیج پر مکھ پر ڈالے کیس ☆ چل خسرو گھر آپ اپنے رین بھئی کہوں دیس

یہ پڑھ کر بے ہوش ہو گئے اور اسی اندوہ وغم میں چھ مہینے کے بعد عالم بقا کو سدھارے۔ (سفینۃ الاولیا۔ص ۷۰ خسرو کی ہندی کویتا، بنارس ایڈیشن ص ۴، وحید مرزا)

سیر الاولیا کے مصنف ہی کا بیان ہے کہ امیر خسرو نے اپنے مرشد کی وفات پر ایک مرثیہ بھی لکھا تھا، جس میں وفات کی یہ تاریخ کہی:

ربیع دوم و ہژدہ ز مہ در ابر رفت آں مہ
زمانہ چو شمار بیست داد و پنج و ہفتد را

Marfat.com

(سیر الاولیا ۱۵۵)

یہ بات ذہن میں ضرور آنی چاہیئے کہ اگر امیر خسرو مستقیم الحال صوفی تھے تو تصوف میں اپنے پیچھے کون سا سرمایہ چھوڑا، اس راقم کا جواب یہ ہے کہ افضل الفوائد اور اپنی شاعری۔

یہ کہنے میں بالکل تامل نہیں کہ امیر خسرو پر اب تک ڈاکٹر وحید مرزا سے زیادہ کوئی اور محقق مستند قرار نہیں دیا گیا ہے، وہ افضل الفوائد کو امیر خسرو کی زندگی کا پھل بتا کر لکھتے ہیں:

> یہ کتاب بظاہر میر حسن کی عظیم تصنیف فوائد الفواد کی تقلید میں لکھی گئی، اس لیے یہ اعجاز خسروی یا خزائن الفتوح سے بالکل مختلف ہے، اس کی زبان بہت ہی سادہ، سلیس اور لفظی صنائع سے بالکل پاک ہے، اس زمانہ میں جو فارسی زبان بولی جاتی تھی، یہ اس کا عمدہ نمونہ ہے۔ (ص ۲۲۵)

مگر کچھ ایسے محققین بھی ہیں جو اس خیال کے ہیں کہ افضل الفواد کو امیر خسرو نے خود مرتب نہیں کیا، بلکہ ان کی طرف منسوب کر دیا گیا ہے، اس پر برابر بحث جاری ہے، اس میں کتابت کی بہت سی غلطیاں ملیں گی، سنین واسما کے ذکر اور واقعات کی ترتیب میں بھی خامیاں ہیں، لیکن اگر مختلف نسخوں کو سامنے رکھ کر اس کو محنت سے ایڈٹ کیا جائے تو اس کے متعلق بہت سے شکوک وشبہات دور ہو سکتے ہیں جیسا کہ آیندہ بحث سے ظاہر ہوگا۔

امیر خسرو اور افضل الفوائد: ہمارے موجودہ محققین میں کچھ لوگ ایسے ہیں جو یہ سمجھتے ہیں اور دوسروں کو سمجھنے پر مجبور کرتے ہیں کہ شروع کے خواجگان چشت کے جو ملفوظات ان سے منسوب ہیں وہ ان کے نہیں ہیں، بلکہ وہ فرضی ہیں، جو ان سے منسوب کر دیے گئے، اس قسم کی بحث پہلے نہیں اٹھی، بلکہ خواجگان چشت کے دور سے موجودہ عہد تک لوگ ان سے برابر استفادہ کرتے رہے، مگر اب کچھ ایسے اہل قلم پیدا ہو گئے ہیں جو ان روحانی سرمایوں کو تلف کرنا چاہتے ہیں، چنانچہ خوجگان چشت کے بعض ملفوظات کے ساتھ افضل الفوائد کو بھی یہ کہہ کر رد کرنے کی کوشش کی جارہی ہے کہ اس کو امیر خسرو نے مرتب نہیں کیا، اگر یہ پرزور

Marfat.com

طریقہ پر ثابت کیا جاسکتا ہے، کہ ان کو امیر خسرو نے جمع نہیں کیا تو اس سے زیادہ طاقتور طریقہ پر یہ ثابت ہوسکتا ہے کہ امیر خسرو ہی نے اس کو ترتیب دیا۔

خواجگان چشت میں سے حضرت عثمان ہرونیؒ، حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ، حضرت قطب الدین بختیار کاکیؒ اور حضرت فرید الدین گنج شکرؒ کے ملفوظات کے مجموعوں کے ساتھ افضل الفوائد کو بھی سب سے پہلے پروفیسر محمد حبیب (سابق استاذ تاریخ مسلم یونیورسٹی علی گڈھ) نے اکتوبر ۱۹۵۰ء میں انگریزی رسالہ مڈیول انڈیا کوارٹرلی (علی گڑھ) میں جعلی، نقلی اور فرضی قرار دیا، اس کا جواب راقم نے اکتوبر، نومبر اور دسمبر ۱۹۶۴ء کے معارف میں دیا، جو میری کتاب بزم صوفیہ کے دوسرے ایڈیشن کے آخر میں بھی شامل ہے، اس جواب سے یہ اثر ہوا کہ ایک علمی حلقہ ان ملفوظات کے مجموعوں کو قطعی طور پر جعلی، نقلی اور فرضی سمجھنے کے لیے تیار نہیں ہوا۔

افضل الفوائد پر بحث: ۱۹۷۴ء میں دہلی کے رسالہ منادی کا حضرت بابا فرید نمبر شائع ہوا جس میں پروفیسر محمد حبیب کی آواز بازگشت پھر سنائی دی، جناب نثار احمد فاروقی شعبۂ عربی دہلی کالج، دہلی یونیورسٹی نے بھی راحت القلوب، اسرار الاولیا اور فوائد السالکین کو جعلی اور فرضی ثابت کرنے کی کوشش کی، مگر جب انھوں نے خواجہ رکن الدین دبیر کاشانی کی کتاب شمائل الاتقیا و رذائل الاشقیا میں راحت القلوب کا حوالہ دیکھا تو انھوں نے دسویں یا گیارویں صدی میں راحت القلوب کے گھڑے جانے کے خیال سے رجوع کیا، مگر یہ بھی اسی کے ساتھ لکھا ہے کہ اگرچہ ابھی تک اس کتاب کے مستند ہونے کے بارہ میں قطعیت کے ساتھ مطمئن نہیں ہوں، (منادی حضرت امیر خسرو نمبر ص ۷۹) منادی کے امیر خسرو نمبر میں جناب نثار احمد نے امیر خسرو کی افضل الفوائد پر بھی بحث کی ہے، جس کے مطالعہ سے کوئی اس نتیجہ پر نہیں پہنچ سکتا ہے کہ انھوں نے اس کو اصلی قرار دیا ہے یا نقلی، اس کے مباحث سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ اس کو جعلی قرار دینا چاہتے ہیں، مگر وہ یہ بھی لکھتے ہیں کہ ''میں امیر خسرو سے منسوب ان

Marfat.com

دونوں کتابوں (یعنی افضل الفوائد اور راحت المحبین) کے جعلی ہونے کا اعلان قطعیت کے ساتھ بھی نہیں کرسکتا ہوں کہ بعض شواہد ان کے حق میں مل جاتے ہیں (ص ۷۷) پھر اسی مضمون کے آخر میں لکھتے ہیں کہ یہاں میں نے دونوں کتابوں کا تعارف قدرے تفصیل سے پیش کردیا ہے، جن دلائل کی بنیاد پر ان کتابوں کو جعلی سمجھا گیا ہے، ان کے ساتھ ہی وہ پہلو بھی پیش کردیئے ہیں، جن سے ان کا پایۂ استناد معتبر ہوتا رہا ہے لیکن جب تک ان دونوں کتابوں کے متعدد قلمی نسخے سامنے نہ ہوں، یہ فیصلہ نہیں کیا جاسکتا کہ انھیں قطعاً جعلی سمجھا جائے یا امیر خسروؒ کی مستند تصانیف میں ان کا شمار کیا جائے، ایک دشواری یہ ہے کہ ان کا متن تحقیق کے ساتھ مرتب ہوکر ابھی تک نہیں چھپا ہے اور جو تراجم شائع ہوئے ہیں، ان پر بھروسہ نہیں کیا جاسکتا ہے۔ (ص ۸۸)

جناب نثار احمد فاروقی کو اگر یقین تھا کہ افضل الفوائد جعلی ہے تو اس کو پروفیسر محمد حبیب کی طرح وثوق کے ساتھ ایسا ہی ثابت کرنا چاہتے تھا اور اگر اس کے جعلی ہونے میں شک تھا تو اپنے اس مضمون کے شائع کرانے میں عجلت نہ کرتے، خواہ مخواہ اپنے ناظرین کو اس ذہنی کش مکش میں مبتلا کردیا کہ یہ جعلی بھی ہوسکتا ہے اور مستند بھی۔

سوال یہ ہے کہ ان تمام ملفوظات کو جعلی ثابت کرنے کی مہم کیوں چلائی گئی ہے، اگر ایسی ساری باتیں محض حقیقت پسندانہ تحقیق کی خاطر لکھی گئی ہیں، تو ایسے محقق کے متعلق کیا رائے ہے، جس نے ایسی ہی تحقیق کی آڑ میں یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ کربلا کا واقعہ پیش ہی نہیں آیا، امام حسینؓ کربلا میں مدفون ہی نہیں، آج کل ایک حلقہ میں معروضیت سے بھری تحقیقی مہم جاری ہے، کہ آگرہ کے تاج محل اور دہلی کے لال قلعہ کو شاہجہاں نے نہیں بنوایا، بعض حلقوں میں تو یہ بھی ثابت کیا جارہا ہے کہ امیر خسروؒ نہ صوفی تھے اور نہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاؒ کے مرید تھے، ایک صاحب نے تو یہ بھی دعویٰ کیا ہے کہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاؒ جہاں مدفون ہیں، وہ ان کا اصلی مرقد نہیں، کچھ ایسے بھی

Marfat.com

محققین ہیں، جن کا یہ خیال ہے کہ حضرت علاؤ الدین صابرؒ جیسے بزرگ کی کوئی شخصیت ہی نہی، کلیر شریف میں ان کا مزار فرضی ہے ایسی تحقیقات کے متعلق یہی کہا جا سکتا ہے کہ بعض تلوار کے دھنی خواہ مخواہ فساد فی الارض برپا کر دیتے ہیں، اسی طرح قلم کے بعض پر جوش دھنی اپنی تحقیقی سرگرمیوں میں سے فساد فی العلم، فساد فی التاریخ، فساد فی الروایت اور فساد فی الرسوخ فی العقیدہ پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

خواجگان چشت کے جن ملفوظات کو جعلی اور فرضی قرار دیا جاتا ہے، اس کا محض قیاس ایک مہم اور غیر واضح بیان کیا جاتا ہے، حضرت نصیر الدین چراغ دہلویؒ کے مجموعۂ ملفوظات خیر المجالس کی مجلس یازدہم میں ہے کہ اس کے مرتب حمید قلندر نے عرض کیا کہ فوائد الفواد میں ہے کہ ایک شخص نے شیخ الاسلام شیخ نظام الدین قدس سرہ العزیز سے عرض کیا کہ

''من بر شخصے کتابے دیدہ ام از تصنیف شیخ''۔

تو حضرت شیخ نے فرمایا:

''او تفاوت گفتہ ست من ہیچ کتاب تصنیف نہ کردہ ام و خواجگان ما نیز نہ کردہ اند''۔

لیکن حمید قلندر نے فوائد الفواد کے جس ملفوظات کا ذکر کیا ہے، وہ اس کے موجودہ مطبوعہ نسخہ میں نہیں ہے کہ ''خواجگان ما نیز نہ کردہ اند''۔ (ص۔۴۵)

اس راقم نے پہلے بھی لکھا تھا اور اب بھی یہ لکھنے میں تامل نہیں کہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاؒ مجموعۂ ملفوظات کو کوئی مستقل تصنیف قرار نہیں دیتے تھے، کیوں کہ فوائد الفواد ہی میں ہے کہ انھوں نے اپنے مرشد کے ملفوظات جمع کئے جو ۷۰ھ تک ان کے پاس تھے (فوائد الفواد ۳۰) اور اگر انہوں نے جمع کئے تو اس کے یہ معنی ہیں کہ مرشد کے ملفوظات جمع کرنے کی روایت تھی اور اگر جمع کرنے کی روایت نہیں تھی اور ان سے پہلے کے خواجگان چشت اپنے ملفوظات کو جمع کرانا پسند نہ کرتے تھے، تو پھر حضرت خواجہ نظام الدین اولیا نے

Marfat.com

حسن سنجری کو اپنے ملفوظات جمع کرنے کی کیوں اجازت دی؟ اس سے تو ان کے مرشد اور مرشد کے مرشد کی روایت کی خلاف ورزی ہوئی اور جب ان کے ملفوظات جمع ہوئے تو پھر ان کے پیشتر وخواجگان چشت کے ملفوظات کے جمع ہونے سے انکار کیوں کیا جائے۔

ان ملفوظات کے منکرین بیسویں صدی عیسوی ہی میں پیدا ہوئے، اس سے پہلے ان مجموعوں کو کسی نے جعلی قرار دے کر رد نہیں کیا، حضرت خواجہ نظام الدین اولیاؒ کے زمانہ میں بلکہ اس سے پہلے بھی ان سے استفادہ کیا جاتا رہا، راقم نے اب سے بہت پہلے اس بات کی طرف توجہ دلائی ہے، کہ سیر الاولیا چشتیہ سلسلہ کا قدیم ترین تذکرہ ہے، اس کے مؤلف امیر خورد امیر خسرو کے معاصرین ان کا جا بجا بیان ہے کہ۔

''در ملفوظات شیخ الاسلام شیخ معین الدین سنجری نبشتہ دیدہ ام (ص ۴۶۶)

کاتب حروف در ملفوظات حضرت شیخ الاسلام معین الدین قدس اللہ سرہٗ العزیز نبشتہ دیدہ است (ص ۴۹۱)

''در بیان بعضے ملفوظات شیخ شیوخ العالم فرید الحق قدس اللہ سرہٗ العزیز سلطان المشائخ قدس اللہ سرہٗ العزیز بخط مبارک خود در قلم آوردہ۔ (ص ۴۷)

''بزرگے از ملفوظات شیخ شیوخ العالم فرید الحق والدین قدس اللہ سرہٗ العزیز پانصد کلمہ جمع کردہ است ازاں چند کلمہ آوردہ شد۔ (ص ۷۶)

کیا یہ تحریریں جھوٹی ہیں، اگر جھوٹی نہیں ہیں تو ظاہر ہے کہ حضرت خواجہ نظام الدین چشتیؒ اور حضرت خواجہ فرید الدین گنج شکرؒ کے ملفوظات مرتب ہوئے۔

حضرت نصیر الدین چراغ دہلویؒ کے ملفوظات کا ایک مجموعہ مفتاح العاشقین مرتبہ مولانا محب اللہ ہے، یہ مطبع مجتبائی دہلی میں چھپ گیا ہے، اس میں حضرت نصیر الدین چراغ دہلیؒ کی زبانی انیس الارواح (ص ۱۸) دلیل العارفین (ص ۳۰) اور اسرار الاولیا (ص ۱۵) کے

Marfat.com

حوالے موجود ہیں، مگر مفتاح العاشقین کو بھی خواہ مخواہ جعلی مجموعہ قرار دیا گیا ہے، پھر ظاہر ہے کہ اس کی روایت کیسے قابل قبول ہوگی، جناب نثار احمد فاروقی نے خود اس کی طرف توجہ دلائی ہے کہ حضرت امیر خسرو کے انتقال کے چودہ سال کے بعد حضرت خواجہ نظام الدین اولیاؒ کے خلیفہ حضرت برہان الدین غریب کے حکم سے شمائل الاتقیا و رذائل الاشقیا لکھی گئی ہے، اس میں بھی انیس الارواح دلیل العارفین، فوائد السالکین راحت القلوب اسرار المتجرین کے علاوہ راحت المحبین ملفوظ شیخ نظام الدین جمع و تالیف امیر خسرو کا بھی ذکر ہے (ص ۸۷) شمائل الاتقیا حیدرآباد میں ۱۳۴۷ھ میں چھپ گئی تھی، اس کے مطبوعہ نسخہ سے اس کی تصدیق ہوتی ہے۔

حضرت شیخ شرف الدین یحییٰ منیریؒ کا ابتدائی زمانہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیا ہی کا تھا، ان کی وفات ۷۸۲ھ میں یعنی حضرت نظام الدین اولیاؒ کے وصال کے ۵۷ سال کے بعد ہوئی، ان کے مجموعۂ ملفوظات خوان پرنعمت میں صاف طور پر ذکر ہے کہ شیخ عثمان ہراونی کے ملفوظات کو حضرت معین الدینؒ نے جمع کیا ہے، (ص ۸۸) اسی طرح ان کے مجموعۂ ملفوظات مخ المعانی ہیں، حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کے ملفوظات کے حوالے ہیں (ص ۲۹۔۵۱) ان سے حضرت شرف الدین یحییٰ منیریؒ نے استفادہ بھی کیا، پھر شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کے مطالعہ میں بھی یہ ملفوظات رہے، انھوں نے واضح طور پر اخبار الاخیار میں لکھا ہے کہ خواجہ بختیار اوشیؒ نے حضرت خواجہ معین الدین قدس سرہٗ کے ملفوظات جمع کئے (ص ۲۲۔۲۵) اور حضر گنج شکرؒ کے ملفوظات شیخ نظام الدین اولیاؒ نے مکتوب کئے۔ (ص ۵۲)

جب ان ملفوظات سے صدیوں تک استفادہ کیا جاتا رہا، اب ان کو جعلی اور فرضی قرار دینا کہاں تک صحیح ہے، اس راقم نے پہلے بھی لکھا تھا اور اب بھی یہ اعادہ کرتا ہے کہ جن دلائل کے ساتھ خواجگان چشت کے ملفوظات جعلی قرار دیئے جا رہے ہیں، ان ہی کی روشنی میں فوائد الفواد، خیر المجالس اور جوامع الکلم کا مطالعہ کیا جائے تو ان پر بھی ایک ناقد اپنی عیب

Marfat.com

جوئی اور خردہ گیری سے اسی قسم کے اعتراضات کرسکتا ہے جس طرح کہ خواجگان چشت کے ملفوظات پر کئے جارہے ہیں، ایک حلقہ تصوف ہی کا منکر ہے اور تصوف کے سارے لٹیریچر کو غیر اسلامی سمجھتا ہے، تو پھر جو روحانی سرمایہ ہم کو ورثہ میں ملا ہے، اس کو خواہ مخواہ کی تحقیقات کے نام پر دریا برد کرنے میں کون سی مفید خدمت ہوگی، یہ سوچنے کی بات ہے۔

ملفوظات کے مذکورۂ بالا مجموعے کسی ریسرچ روم میں قلم بند نہیں کئے گئے، ان کا انداز بیان مؤرخانہ، محققانہ اور ناقدانہ نہیں، ان میں جو باتیں قلم بند ہوئیں، وہ مریدوں کی مجلسوں میں کہی گئیں، جن کا انداز واعظانہ ناصحانہ اور معلمانہ ہوتا، مریدوں کے جذبات کو ابھارنے اور ان کے احساسات کو متأثر کرنے کے لئے بعض اوقات ایسی تفسیر، ایسی حدیث ایسی روایت، ایسی کرامت، ایسے تاریخی واقعات اور ایسے مشہور قصوں کا سہارا لیا جاتا، جن کا سو فیصدی صحیح ہونا ضروری نہیں ہوتا، اسی لئے مستند سے مستند مجموعۂ ملفوظات کو تاریخی تحقیق اور عقل کی خراد پر چڑھا دیا جائے، تو اس میں بہت سی باتیں قابل قبول نہ ہوں گی، بعض تو ایسی ہیں جو موجودہ دور کی کسی مجلس میں بیان نہیں کی جاسکتی ہیں، (مثال کے لیے دیکھو فوائد الفواد مجلس سی ویکم ص۔ ۱۳۸، لاہور ایڈیشن) مولانا اشرف علی تھانویؒ کے عہد میں روایت و درایت اور تحقیق اور تدقیق کا معیار بہت اونچا ہو چکا تھا وہ اپنی ایک مجلس میں فرماتے ہیں۔

''حضرت سلطان الاولیا نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ کے جنازہ کے کسی مرید نے غلبۂ محبت میں بار بار یہ شعر پڑھا۔

سرو سیمینا بہ صحرامی روی ☆ سخت بے مہری بے بامی روی
اے تماشا گاہ عالم روئے تو ☆ تو کجا بہر تماشا می روی

اس کا یہ اشعار پڑھنا تھا کہ سلطان کی نعش کو وجد ہوا اور ہاتھ کفن سے باہر اونچا ہو گیا، اس پر لوگوں نے اس مرید کو خاموش کیا کہ یہ کیا غضب کرتے ہو، قیامت برپا ہو جائے گی، جنازہ کے ساتھ خاموشی سے چلو، دیر میں سکون ہوا اور ہاتھ بدستور کفن

Marfat.com

کے اندر ہو گیا، دیکھئے اہل محبت کو موت کے بعد بھی کیسی بے فکری حاصل ہوتی ہے کہ مرنے کے بعد بھی وجد و حال باقی رہا۔ (خیر المجالس، ص ۵۰)

''قاضی ضیاء الدین سنامی حضرت سلطان الاولیا سلطان نظام الدینؒ کے ہم عصر ہیں، سلطان جی صاحب سماع تھے، قاضی نامی ان کو سماع سے منع کرتے تھے ایک بار قاضی صاحب کو معلوم ہوا کہ سلطان جی کے یہاں سماع ہو رہا ہے، تو وہ اپنی فوج کو ساتھ لے کر روکنے آئے، یہاں پہنچ کر دیکھا تو ایک شامیانہ قائم تھا اور اس کے اندر سلطان جی کی جماعت کا اس قدر ہجوم تھا کہ قاضی صاحب کو اندر جانے کی جگہ نہ ملی، انھوں نے حکم دیا، کہ خیمہ کی طنابیں کاٹ دو تا کہ مجمع منتشر ہو جائے، فوج نے خیمہ کی طنابیں کاٹ دیں، مگر خیمہ اسی طرح ہوا پر معلق رہا، مگر انھیں قاضی صاحب نے اپنی جماعت سے فرمایا کہ اس سے دھوکہ نہ کھانا، بدعتی سے خوارق کا صدور ہو سکتا ہے اور یہ موجب قبول نہیں، اس وقت تو وہ واپس ہو گئے، دوسرے وقت حضرت سلطان جی کے مکان پر گئے اور فرمایا کہ تم سماع سے توبہ نہ کرلو گے، سلطان جی نے فرمایا کہ اچھا اگر ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھوا دیں جب تو تم منع نہ کرو گے، کہا اچھا پچھوا دو، قاضی صاحب کو سلطان جی کی بزرگی کا علم تھا، جانتے تھے کہ یہ حضور زیارت کرا سکتے ہیں، اس لئے سوچا کہ اس دولت کو کیوں چھوڑا جائے، سلطان جی نے ان کی طرف توجہ کی تو ان کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانیت مکشوف ہوئی کہ حضور ان سے فرما رہے ہیں کہ فقیر کو کیوں تنگ کرتے ہو۔ (الحدود والقیود، ص ۳۷)

کیا یہ روایتیں صحیح ہیں، اگر صحیح نہیں تو پھر کیا ایسی کتابیں جن میں یہ درج ہیں، جعلی قرار دی جائیں گی۔

اگر افضل الفوائد جعلی ہے تو اس سوال کا کیا جواب ہے کہ کسی نے اس کو اتنی محنت

Marfat.com

سے مرتب کرنے کے بعد امیر خسرو سے کیوں منسوب کر دیا؟ ان سے منسوب کرنے میں کیا غرض تھی؟ کیا ان کا رتبہ بڑھانا مقصود تھا؟ ان میں کس چیز کی کمی تھی، جو اس کے انتساب سے ان کا رتبہ بڑھ جاتا اور پھر وہ کون سے ایسے صوفیائے کرام کی جماعت تھی جو ملفوظات کے مجموعوں کے گھڑنے کی مہم میں مشغول رہی اور کسی کو کانوں کان ان کی خبر نہیں ہوئی اور اب تک بڑے بڑے پروفیسر اور محققین کو یہ سراغ نہ مل سکا کہ ان مجموعوں میں جو روایتیں ہیں وہ ہیں وہ آخر کہاں سے سرقہ کی گئیں اکا دکا روایتوں کی مماثلت سرقہ کی کوئی دلیل نہیں، کسی روایت کو کسی دوسرے مجموعۂ ملفوظات میں دہرایا جانا بھی سرقہ کا ثبوت نہیں، بزرگان دین ایک ہی روایت کو بار بار دہرایا کرتے تھے۔

ایک عرصہ تک عام خیال تھا کہ حضرت خواجہ معین الدین اجمیریؒ نے اپنے کلام کا ایک مجموعہ بھی چھوڑا، جس کو نولکشور پریس نے چھاپ بھی دیا تھا، مگر بعد میں پتہ چلا کہ اس دیوان کی اکثر غزلیں مولانا معین الدین بن مولانا شرف الدین حاجی محمد الفراہی کی تصانیف معارج النبوت اور تفسیر فاتحہ میں بھی پائی جاتی ہیں، تو پھر یقین ہو گیا کہ حضرت خواجہ معین الدین اجمیریؒ کے نام سے جو مجموعہ کلام چھاپا گیا ہے، وہ دراصل ان کا نہیں، اسی طرح سلاطین دہلی کے عہد کے ایک شاعر تاج الدین ریزہ کے مجموعۂ کلام میں انوری کے بہت سے اشعار شامل کر دیئے گئے تھے، لیکن اہل نظر نے اس کی طرف توجہ دلائی تو پھر تاج الدین ریزہ کے بجائے یہ اشعار انوری کے سمجھے گئے، اسی طرح یہ ثابت کر دیا جائے کہ افضل الفوائد کی اکثر و بیشتر باتیں دوسرے ملفوظات میں ہو بہو اور لفظ ملتی ہیں تو یہ تسلیم کرنے میں تامل نہ ہوگا کہ اس کو امیر خسرو نے ترتیب نہیں دیا، مگر محض قیاسات، ظنیات، ماہرانہ تاویلات اور قوی تر شبہات کی بنا پر ان کو جعلی قرار دینا بے انصافی ہے، یہ دلیل نا قابل قبول ہے کہ اس کا حوالہ فوائد الفواد، دور نظامی اور خیر المجالس وغیرہ جیسی قدیم تالیفات میں نہیں پایا جاتا، حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ کے فیوض و برکات سے ہندوستان اسلام کے نور سے منور ہو گیا، وہ وارث

Marfat.com

النبی فی الہند ہوکر یہاں جلوہ افروز رہے، مگر طبقات ناصری، تاج المآثر اور فخر مدبر کی تاریخ مبارک شاہی جیسی معاصر تاریخوں میں ان کے کارناموں کا مطلق ذکر نہیں، ان کا اسم گرامی بھی ان تاریخوں کے صفحات میں ڈھونڈنے سے بھی نہیں ملتا، اب کوئی عیب جو اہل قلم یہ دعویٰ کرے کہ ان کے کارناموں کو بعد کے تذکرہ نگاروں نے محض گھڑ لیا ہے تو یہ ہندوستان کے مسلمانوں کی روحانی تاریخ پر شدید ضرب کاری لگانی ہوگی۔

منادی کے امیر خسرو نمبر میں بڑے وثوق کے ساتھ لکھا گیا ہے کہ حضرت نظام الدین اولیاؒ کے ملفوظات کا فوائد الفواد کے علاوہ ایک مجموعہ انوار المجالس سید محمد امام بن خواجہ بدرالدین اسحاق دہلوی نے مرتب کیا تھا، تیسرا عزیز الدین صوفی نے تحفۃ الابرار و کرامۃ الاخیار ترتیب دیا، اسے بھی حضرت نظام الدینؒ نے ملاحظہ فرما کر تصحیح کی تھی، چوتھا مجموعہ حضرت کے بھانجے ابوبکر مصلی بردار کے فرزند عبد العزیز نے تیار کیا تھا اور اس کا نام مجموع الفوائد رکھا تھا، پانچویں کتاب ملفوظات المشائخ تھی، جسے خواجہ شمس الدین دھاروی نے ترتیب دیا تھا، چھٹی زبان عربی میں حضرت نظام الدینؒ کے ملفوظات پر ایک تالیف خلاصۃ اللطائف مولانا علی بن محمود جاندار نے لکھی تھی، جس کا ایک اقتباس سیر الاولیا میں موجود ہے اور وہیں سے شیخ عبد الحق محدث دہلوی نے اخبار الاخیار میں نقل کیا ہے، ساتواں مجموعہ دور نظامی ہے، اس کے مؤلف یہی علی بن محمود جاندار ہیں، اس کا اردو ترجمہ بھی چھپ گیا ہے۔ (ص۔ ۶۷)

اگر یہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاؒ کے اصلی ملفوظات ہیں تو کیا ان کے گہرے مطالعہ کے بعد یہ اطمینان کر لیا گیا ہے، کہ ان سب کے حوالے فوائد الفواد، درر نظامی، خیر المجالس، سیر الاولیا اور جوامع الکلم جیسی قدیم تالیفات میں پائے جاتے ہیں، کیا یہ اسرائیلیات قصص الانبیا کے اقتباسات مافوق الفطرۃ عناصر غیر معمولی مجاہدات و کرامات اور مبالغہ آمیز فضائل کی مسلسل داستانوں سے خالی ہیں؟ کیا ان میں تاریخیں قلم بند کرنے کا وہی اہتمام ہے جو فوائد الفواد میں پایا جاتا ہے؟ کیا ان سے فوائد الفواد ہی طرح زندگی کی

Marfat.com

ہمک، دل کوسرور اور دماغ کونور حاصل ہوتا ہے، کیا ان میں جتنی تاریخیں لکھی گئی ہیں وہ اکثر غلط ہونے کے بجائے بالکل صحیح ہیں۔

اگر کوئی عیب جو اور کودہ گیر ناقدر ان ملوظات میں سے وہی کچھ تھوڑی بہت باتیں نکال دے جو مذکورہ بالا ملفوظات خواجگان چشت میں سے نکالی جارہی ہیں تو کیا یہ سب ملفوظات جعلی قرار دیے جائیں گے اور اگر یہ جعلی نہیں ہیں تو اس سے ظاہر ہے کہ حضرت نظام الدین اولیاؒ نے اپنے ملفوظات جمع کرنے کی عام اجازت دے رکھی تھی، پھر امیر خسرو اس اجازت سے فائدہ کیوں نہیں اٹھاتے، خصوصاً جب ان کو اپنے مرشد سے سرشارانہ اور والہانہ محبت تھی، ان کو امیر حسن سنجری کی فوائدالفواد پر اس حد تک رشک تھا کہ وہ کہہ اٹھتے تھے کہ کاش امیر حسن سنجری ان کی تمام تصانیف ان سے لے لیتے اور فوائدالفواد ان کی طرف منسوب کردیتے، (سیر الاولیا، ص۔ ۳۰۸) اگر اسی رشک میں انھوں نے بھی اپنے مرشد کے ملفوظات کو جمع کرنا شروع کیا تو اس میں شک کیوں پیدا کیا جائے یہ اور بات ہے کہ ان کا مجموعہ فوائدالفواد کی طرح مقبول نہ ہوا، وہ قصیدوں اور مثنویوں کے لکھنے میں اساتذۂ فن کا مقابلہ کرتے رہے، اگر اسی جذبہ سے وہ اپنے پیر بھائیوں کے مقابلہ میں اپنے مرشد کے مجموعۂ ملفوظات لکھنے لگے تو تعجب کرنے کی کوئی وجہ نہیں، وہ اپنے مرشد کے ساتھ برابر رہتے، ان کے ملفوظات کو جمع کرنے کا شوق نہ پیدا ہوتا تو یہ تعجب کی بات ہوتی، یہ کہہ کر کہ فوائدالفواد میں امیر خسرو کا نام صرف ایک جگہ ضمناً آیا ہے، ورنہ وہ حاضرین مجلس کے درمیان بھی نظر نہیں آتے، اگر یہ اثر ڈالنے کی کوشش کی گئی ہے کہ امیر خسرو اپنے مرشد کی مجلسوں میں بالکل شریک نہیں ہوتے تھے، تو دونوں کے روحانی تعلقات پر خاک ڈالنا ہے، جب وہ اپنے مرشد کی مجلسوں میں شریک ہوتے رہے تو ان کے ملفوظات کو اگر قلم بند کیا تو یہ کون سی بعید از قیاس بات ہے، یہ کہنا بالکل صحیح نہیں کہ:

''امیر خسرو خزائن الفتوح میں تو بہت ہی مرصع نگار ہیں لیکن اعجاز

Marfat.com

خسروی کے رسائل میں انھوں نے فارسی نثر کے جونمونے پیش کیے ہیں، ان میں کسی کا اسٹائل بھی افضل الفوائد سے نہیں ملتا، اگر یہ کہا جائے کہ امیر خسرو نے جیسا سنا ویسا ہی قلم بند کیا ہے، جو عموماً جامعین ملفظات کرتے بھی ہیں، تو افضل الفوائد کے اسلوب کو فوائد الفواد کے طرز سے بہت زیادہ مختلف نہیں ہونا چاہیئے'' ۔(ص۔۸۴)

اس کے کہنے میں جو اعتراض وارد ہوتا ہے، اس کو سامنے رکھتے ہوئے اوپر کی عبارت میں یہ کہا گیا ہے کہ اگر جیسا سنا گیا ویسا ہی قلم بند کیا گیا تو پھر اس کا اسلوب فوائد الفواد سے بہت زیدہ مختلف نہیں ہونا چاہیئے تھا۔

اگر خواجہ نظام الدین اولیاؒ کے ملفوظات کے مجموعوں کے اصلی ہونے کی دلیل یہ ہے کہ ان کا اسلوب بیان فوائد الفواد سے مشابہ ہو تو پھر خواجہ صاحب کے ان ملفوظات کے مجموعوں کا اسلوب بیان بھی فوائد الفواد کی طرح ہونا ضروری ہے جن کا ذکر اوپر آیا ہے، اگر ان کا ایسا ہی اسلوب بیان ہے تو پھر یہ فوائد الفواد کی طرح مقبول کیوں نہیں ہوئے اور اب تک لوگوں کی نظروں سے کیوں ایسے اوجھل رہے کہ صدیوں کے بعد ان کی نشاندہی کرنی پڑی، افضل الفوائد کے ناقدوں کے لیے شاید یہ بات قابل قبول نہ ہو، اگر یہ کہا جائے کہ حسن سنجری کی علمی وادبی سرگرمیاں امیر خسرو کے مقابلہ میں کم رہیں، ان کو کافی فرصت میسر تھی، اس لیے فوائد الفواد کو محنت سے مرتب کیا، اس کی نوک پلک کو درست کرنے میں برابر لگے رہے، امیر خسرو کا علمی وادبی ذہن تو ایک مشین سے کم نہ تھا، اس سے جو ڈھل کر نکل گیا، اسی پر انھوں نے اکتفا کیا، ان کے اہم ترین قصائد ہوں یا نظمیں اور مثنویاں ہوں، ان پر کبھی ان کو نظر ثانی کر کے ترمیم وتنسیخ یا اضافہ کرنے کا موقع ہی نہیں ملا، جو جیسا ایک بار لکھ گیا وہی لوگوں کے سامنے آ گیا، یہی بات افضل الفوائد کے متعلق کہی جا سکتی ہے، امیر خسرو نے اس کو مرتب کر دیا، پھر ان کو اس کی فکر نہیں رہی کہ اس کا اسلوب فوائد الفواد کے برابر ہے

Marfat.com

کہ نہیں۔

افضل الفوائد پر یہ بھی اعتراض ہے کہ اس کی مجلسوں کی بیشتر تاریخوں کا مقابلہ تقویم سے کیا گیا تو مطابقت نہیں پائی گئی، مگر یہ اعتراض اسی وقت صحیح ہوسکتا ہے، جب جس تقویم سے مقابلہ کیا جائے اس کو بالکل صحیح اور مستند تسلیم کرلیا جائے۔

اعتراض ہے کہ ۱۲ محرم ۷۱۴ھ تو تقویم کے لحاظ سے شنبہ کو ہونا چاہیئے، مگر وہاں یعنی افضل الفوائد میں یہ تاریخ چہار شنبہ کے دن بتایا ہے، (ص۔۸۲) دارالمصنفین میں جو قلمی نسخہ ہے، اس میں بتاریخ دوازدہم روز شنبہ ماہ محرم الحرام ۷۱۴ھ ہی مرقوم ہے اور بعد کی تاریخ بستم ماہ محرم ۷۱۴ھ روز یک شنبہ لکھی ہوئی ہے، اس طرح جس نسخہ میں چہار شنبہ دیکھا گیا ہے، وہ کتابت کی غلطی معلوم ہوتی ہے، اس سے ظاہر ہے کہ ان ملفوظات کی کتابت میں لاپرواہی برتی گئی، جس سے غلط فہمی پیدا ہوئی، اگر مختلف نسخوں کو ملا کر ایسی غلطیاں دور کردی جائیں تو یہ غلط فہمی پیدا نہ ہو اور اگر تقویم کے لحاظ سے روز کا کہیں فرق ہو تو اس کو قمری مہینوں میں چاند کی ۲۹ یا ۳۰ تاریخ کے دیکھنے کا فرق سمجھا جاسکتا ہے، پھر یہ بھی سوچنے کی بات ہے کہ جو جعل ساز ایسے ملفوظات مرتب کرسکتا ہے، جن سے صدیوں تک لوگ غلط فہمی میں مبتلا رہ سکتے ہیں، وہ تاریخ اور سنین قلم بند کرنے میں کیوں غیر محتاط اور لاپرواہ ہوسکتا ہے۔

افضل الفوائد کے جعلی ہونے کی ایک قوی ترین شہادت یہ پیش کی گئی ہے کہ حضرت خواجہ نظام الدینؒ کی ایک محفل سماع میں مولانا جمال الدین ہانسوی کی بھی موجودگی دکھائی گئی ہے جو حضرت بابا فرید الدین گنج شکرؒ کی حیات ہی میں وفات پاچکے تھے، پھر ان کے ساتھ ہی محفل سماع میں رقص کرنے والے شیخ عثمان سیاح ہیں، جو شیخ جمال ہانسوی سے عمر اور مرتبہ میں بہت کم تھے، ان کے ساتھ محفل سماع میں وجد کرنا ادب کے خلاف تھا، (ص۔۸۲) اگر یہ تسلیم کرلیا جائے کہ مولانا جمال الدین ہانسوی، حضرت بابا فریدؒ کے خلیفۂ اول نہ تھے، بلکہ اسی نام کے حضرت خواجہ نظام الدین اولیاؒ کے مرید تھے، تو پھر یہ اعتراض

Marfat.com

جاتا رہتا ہے، اسی لیے یہ لکھنا صحیح تھا، کہ وہ آئے اور آداب بجالا کر بیٹھ گئے اور اپنے سے کم عمر حاضرین مجلس کے ساتھ رقص میں شریک ہو گئے۔

یہ جواب اس خیال سے رد کیا جا سکتا ہے کہ یہ محض حسن ظن پر مبنی ہے، مگر خواجگان چشت کے ملفوظات کو جعلی قرار دینے والوں کو اس خیال سے متفق ہونے میں تامل اس لیے نہ کرنا چاہیئے کہ ان کے سارے اعتراضات ظنیات ہی پر مبنی ہیں، مگر اوپر کا بیان ظنیات سے خالی بھی ہے، کیوں کہ فوائد الفواد میں کئی جمال الدین، مثلاً مولانا جمال الدین (ص۔۱۸) جمال الدین نیشاپوری (ص۔۱۰۹) اور خواجہ جمال ملتانی (ص۔۳۵۱) کا ذکر ہے، ۷۰۷ھ کی مجلس دہم میں ہے۔

''جمعے از عزیز ان چوں مولانا وجیہ الدین پائلی و مولانا حسام الدین حاجی و مولانا تاج الدین یار اور مولانا جمال الدین و یاران دیگر حاضر بودند۔

(ص۔۱۸)

ممکن ہے کہ یہی مولانا جمال الدین مراد ہوں، ہانسوی کا اضافہ غلطی سے ہو گیا ہو، ایک اعتراض یہ ہے کہ افضل الفوائد اور فوائد الفواد کی قریبی مجلسوں میں نہ وہ شخصیات نظر آتی ہیں، نہ وہ موضوعات ہیں جو امیر خسرو کے مرتب کردہ ملفوظات میں ملتے ہیں، (ص۔۸۳) اسی قسم کے ملفوظات کے نہ ہونے پر تعجب کرنے کی ضرورت نہیں، عام طور سے نئے موضوعات ہی کے زیادہ قلم بند کرنے کی کوشش کی جاتی، مگر افضل الفوائد اور فوائد الفواد میں ملے جلے موضوعات کی کمی بھی نہیں، نماز عید الفطر، اصحاب سلوک، تصوف، توبہ، محبت، صبر، نفس، درویش، سماع اور مختلف قسم کی نفل نمازوں پر دونوں مجموعوں میں ملفوظات ملیں گے، مگر مشکل یہ ہے کہ اگر یہ بالکل ملے جلے ہیں تو یہ کہا جائے گا کہ یہ سرقہ ہے، اگر یہ ملے جلے نہیں ہیں تو کہا جائے گا کہ ویسے کیوں نہیں اور اگر کچھ مختلف ہیں تو کہاں جائے گا کہ یہ الحاقی ہیں، اس لیے کہ یہ فوائد الفواد میں نہیں ہیں، ان دلائل کے تشفی بخش جوابات کسی گوشہ سے نہیں مل سکتے۔

یہ اعتراض بالکل بے جا ہے کہ افضل الفوائد میں وہ شخصیات نہیں ہیں، جو فوائد

Marfat.com

الفواد میں ہیں، افضل الفوائد میں جن حاضرین کے نام ملتے ہیں وہ یہ ہیں۔

مولانا شمس الدین یحیٰ، مولانا فخر الدین زرادی، مولانا وجیہ الدین پائلی، مولانا شہاب الدین میرلئی، مولانا جمال البدین، شیخ عثمان سیاح، مولانا برہان الدین غریب، شیخ حسین نبیرۂ، شیخ بختیار اوشی، حسن سنجری، خواجہ عزیز ایبک، مولانا نصیر الدین کتابی، مولانا محمد شیخ یوسف اور مولانا علاء الدین چندیری وغیرہ۔

فوائد الفواد کی شخصیات یہ ہیں:

مولانا وجیہ الدین پائلی، مولانا حسام الدین حاجی، مولانا تاج الدین، مولانا جمال الدین، مولانا سراج الدین، حافظ بداؤنی، مولانا برہان الدین غریب، مولانا محمود اودھی، وغیرہ۔

افضل الفوائد مین شخصیات زیادہ ہیں، مگر کچھ مشترک بھی ہیں، افضل الفوائد میں زیادہ شخصیات ہونے کی وجہ یہ ہوسکتی ہے کہ اس میں اسماء کے لکھنے میں فوائد الفواد سے نسبتاً زیادہ توجہ کی گئی ہے، فوائد الفواد میں بعض اوقات بہت ہی اختصار سے کام لیا گیا ہے، بعض مجلسوں کا ذکر چند سطروں میں ختم کر دیا گیا ہے، ان میں جو باتیں کہی گئی ہیں، دوسرے مجموعہ میں ذرا تفصیل سے ملتی ہیں، جس سے تشنگی فرو ہو جاتی ہے، مگر کچھ ناقدین ایسے ہیں جو یہ کہنے میں تامل نہیں کریں گے کہ جعلی ملفوظات میں اس ایجاز کا اطناب کر دیا گیا ہے، مگر یہ بھی تو کہا جاسکتا ہے کہ فوائد الفواد سے پہلے کے ملفوظات میں تفصیل موجود تھی، اس لیے فوائد الفواد میں اختصار سے کام لیا گیا ہے، اختصار سے کام لینے کی وجہ یہ بھی ہے کہ حسن سنجری خود اختصار پسند تھے، اس لیے حضرت خواجہ نظام الدین اولیاؒ کی باتیں بھی اختصار سے لکھیں، یہ ان کی نثر نگاری کا اپنا انداز تھا، امیر خسرو کے یہاں نہ ان کی شعر و شاعری اور نہ ان کی نثر و نگاری میں ایجاز ہوتا، اطناب ہی اطناب ہوتا، اسی لیے فوائد الفواد اور افضل الفوائد کے طرز نگارش میں یہ فرق ہونا تعجب انگریز نہیں، یہ حضرت خواجہ کے تخاطب کا اختلاف نہیں، بلکہ

Marfat.com

ملفوظات کے قلم بند کرنے کے طرز کا اختلاف ہے۔

ایک اعتراض یہ ہے کہ جب امیر خسرو نے افضل الفوائد کا مسودہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاؒ کے ملاحظہ کے لیے پیش کیا، تو اس وقت حضرت خواجہ نے جو کچھ فرمایا وہ فوائد الفواد ہی عبارت ہے، اعتراض کے الفاظ یہ ہیں ''ان دونوں بیانوں کا لفظاً و معناً ایک ہونا خاصا قوی شبہ پیدا کرتا ہے۔ (ص۔۸۳)

اب ہم ناظرین کے لیے دونوں کی عبارتیں پیش کرتے ہیں۔

افضل الفوائد: آن روز بندہ چند چیز و کاغذ کہ الفاظ در و باد گوہر نثار خواجہ راستین راقلم آوردہ بود، پیش نظر مخدوم عالمیاں بداشت و عرضداشت کرد کہ امروز مدتست کہ این بے چارہ ہر چہ از زبان مخدوم می شنود تا آنجا کہ دراوراک فہم یاری می دہد، آن رامی نویسد وافضل الفوائد نام کردہ است، چوں بندہ این عرضداشت کرد بردست مبارک گرفت و بشرف مطالعہ شرف داد، در محلے کہ می رسید، می فرمود کہ نیکو نبشتہ و نام ہم نیکو نہادہ اونجا کہ سخن از بندہ ترک شدہ بود بردست شریف بہ قلم مبارک آن جارا صحیح می کرد، و بعدازاں رو بہ سوئے حاضراں کرد و گفت کہ از خسرو بسیار است کہ ایں قدر فوائد بہ قلم آوردہ است آنکہ ہمہ وقت آں در بحر معانی ازسر تا پا غرق است، اما حق سبحانہٗ تعالیٰ ہمہ اعضائے خسرو در معانی بکف می آرد و زآنجا می نویسد، بعدازاں خواجہ ذکرہ اللہ بالخیر بندہ نواز شکستہ پروری و بندہ نوازی کردہ بندہ را بہ نواخت، بندہ برخاست و سر بر زمین نہاد و گفت کہ در فہم ایں بے چارہ بخاطر جائے می دہد، بہ برکت قوت اکرام مخدوم عالمیانست، بہ نظر مبارک ایں بے چارہ راپرورش می دہد، الحمد للہ علی ذالک، بعدازاں خواجہ ذکرہ اللہ بالخیر کلاہ خاص و پیراہن خاص بر بندہ عطا کردہ، بعدازاں سخن در بزرگی شیخ معین الدین سنجری افتادہ، حکایت فرمود کہ آں

Marfat.com

روز شیخ معین الدین بخدمت شیخ عثمان ہارونی نوراللہ مرقدہٗ پیوست وبیعت آوردونیز برفوائد کہ اززبان گوہر بیان شیخ می شنید آں رابہ قلم می آورد۔ (ص۔ ۱۶۳۔۱۶۲ قلمی نسخہ دارالمصنفین)

فوائد الفواد: چہارم شنبہ بست وچہارم ماہ مبارک محرم سنہ اربع عشرہ وسبع مایۃ سعادت پائے بوس آمد، آں روز جلد اول کہ ہم ازیں فوائد الفواد جمع کردہ شدہ است، بحکم فرمان پیش برد، چوں مطالعہ فرمود، شرف استحسان ارزانی داشت وفرمود کہ نیکونبشتہ ای ودرویشانہ نبشتہ ای ونام ہم نیکوکردہ ای۔ (ص ۱۹۸۔ ۱۹۷، لاہور ایڈیشن)

اب ہمارے ناظرین دونوں عبارتوں کوخود پڑھیں اور فیصلہ کریں کہ دونوں بیانات لفظاً ومعناً ایک ہیں، یا بلکل مختلف ہین، ایک میں بات بہت تفصیل سے بیان کی گئی ہے، دوسرے میں بہت ہی اختصار سے کام لیا گیا ہے، صرف دونوں میں ''نیکونبشتہ ای'' ونام ہم نیکوکردہ ای'' کے لکھ جانے سے سرقہ کاالزام رکھ دینا کیا صحیح ہوگا؟ نام ہم نیکوکردہ ای'' اورنام ہم نیکونہادہ'' میں فرق بھی ہے۔

اگر یہ کہا جائے کہ بعض مصنفوں نے خود افضل الفوائد سے ملفوظات لفظا ومعنا نقل کیے ہیں، تو تعجب کرنے کی بات نہ ہونی چاہیئے، مثلاً سیر الاولیاؒ کے مؤلف امیر خسرو کے معاصر ہیں، انھوں نے جو عبارتیں افضل الفوائد سے نقل کی ہیں، ان کے کچھ نمونے یہاں درج کیے جاتے ہیں۔

افضل الفوائد	سیر الاولیا
دست بہ کف دست نزنند کہ ☆ پشت دست برکف دست زندوکف آں بلہو می ماند بلکہ پشت ☆ دست برکف دست نزند کہ آں دست برکف دست بزنند یعنی در ☆ بلہو می ماند تاایں غایت از	

Marfat.com

منع دستک چندیں احتیاط آمدہ ☆ ملاہے وامثال پرہیز آمدہ است پس
است پس درمنع مزامیر بطریق ☆ درسماع طریق اولیٰ کہ ازیں بابت
اولیٰ بعدازاں فرمودکہ اگر یکے ☆ نباشد یعنی درمنع دستک چندیں احتیاط
ازمقامے بیفتد باری باید کہ ☆ آمدہ است پس درسماع مزامیر
درشرع افتد مبادا اگر از شرع ☆ بطریق اولیٰ منع است،بعدازاں
بیرون افتد پس او راچہ ☆ فرمود کہ سماع مشائخ شنیدہ اند د
ماند بعد ازاں فرمود کہ ☆ آنانکہ اہل ایں کاراندوآں کس صاحب
سماع مشائخ کبارشنیدہ اند ☆ دردوزدق است کہ بیک بیت کہ از
وآنکہ اہل ایں کاراندوکسے کہ ☆ گوئیندہ شنود اورادقتے پیدا آید
صاحب ذوق است ☆ اگرمزامیر درمیان باشد یانباشد
ودردست بہ یک بیت کہ ازگوئیندہ ☆ اماآنکہ ازعالم ذوق خبر ندارد
بشنود اورا دقتے پیدا شود اگر چہ ☆ اگر پیش اوگوئیندہ گاں باشند
درمیان مزمارباشد یانباشد اما ☆ ازہرجنس مزامیر باشد چہ
آنکہ درعالم ذوق خبر ندارد اگر ☆ سود دارد،چوں از اہل درد
پیش اوگویندگاں باشندواز ہرجنس ☆ نیست،پس معلوم شد کار
مزمارباشد چہ شود
چوں او ☆ تعلق بہ درد دارد نہ بہ
ازاہل دردنیست پس معلوم شدکہ کار ☆ مزامیر۔
تعلق بہ درد دارد نہ مزمار۔ ☆ (سیرالاولیا،ص۵۲۳۔۵۲۲)
(قلمی نسخہ دارالمصنفین ص۔۱۸۵)
دریں محل فرمود کہ وقتے خواجہ ☆ می فرمودازخواجہ ابراہیم سوال

Marfat.com

ابراہیم ادہم راسوال کردند کہ اسم اعظم ☆ کردند کہ اسم اعظم یادداری بگو
یادداری، بگوکدام است، جواب داد ☆ جواب گفت معدہ راازلقمۂ حرام
کہ معدہ راازلقمۂ حرام پاک دارد ☆ پاک دار،ودل ازمحبت دنیا
دل راز محبت دنیا خالی،کن بعد ☆ دورکن،بعدہ بہراسمے کہ خدائے
ازاں کہ ہراسمی کہ خوانی اسم اعظم ☆ رابخوانی ہماں اسم اعظم است۔
است۔(ص۔۱۸۶) (ص۔۴۲۶)

اسی قسم کے اور نمونے ملیں گے، اگر یہ خیال ہو کہ افضل الفوائد میں سیر الاولیا سے ایسی روایتیں لی گئی ہیں، تو یہ صحیح نہیں کیونکہ سیر الاولیا میں فوائد الفواد اور تاریخ فروز شاہی سے بلا تکلف عبارتیں لفظا و معنا نقل کر لی گئی ہیں، مثلا۔

فوائد الفواد	سیر الاولیا
فرمود کہ چوں من ایں سخن ازاں ☆	می فرمود چوں من ایں سخن ازاں
درویش شنیدم باخود مقرر کردم کہ ☆	درویش شنیدم باخود مقرر کردم کہ
دریں شہر نباشم چند جائے دل من می ☆	دریں شہر نباشم چند جائے دل من می
شد کہ بروم، لختے دل کردم کہ درقصبۂ ☆	شد کہ ہردم لختے دل کردم کہ در
پٹیالی بروم درآں ایام ترک آنجا ☆	قصبۂ پٹیالی بروم دراں ایام
بودہ است مقصود ازیں ترک امیر خسرو ☆	ترک آنجا بودہ است مقصود ازایں
بود، عصمہ اللہ بازفرمود کہ یک دل ☆	ترک امیر خسرو بود یک دل کردم
کردم کہ در بسنالہ بروم کہ موضع منزہ ☆	کہ بسنالہ بروم کہ موضع نزدیک
است بالغرض در بسنالہ رفتم سہ روز آنجا بودم دریں ☆	است، الغرض در بسنالہ بروم
سہ روز ہیچ خانہ نیافتم نہ کرایہ ونہ گروی ☆	سہ روز آنجا بودم ہیچ خانہ نیافتم
نہ بہای دریں سہ روز ہر روز مہمان ☆	نہ گروی نہ کرای دریں سہ روز

Marfat.com

یکے بودم، چوں از آنجا باز گشتم ایں اندیشہ ☆ مہمان یکے بودم چوں ازانجا باز
درخاطرمی بودتا وقتے جانب حوض ☆ گشتم ،ایں اندیشہ درخاطرمی بود
رانی بودم درباغی کہ آن راباغ ☆ تاوقتے جانب حوض رانی بودم
جسرت گویند باخدائے عزوجل مناجات ☆ درباغی کہ آں راباغ جسرت
کردم وقتے خوش بود گفتم کہ خداوندا ☆ گویند باخدائے مناجات کردم
مرامی باید کہ ازیں شہر بروم وجائے ☆ وقتے خوش بود گفتم کہ خدا وندا!
باختیارخودنمی خواہم،آنجاکہ خواست توباشدآنجا ☆ مرامی باید کہ ازیں شہر بروم و
باشم!دریں میان آوازغیاث پورآمدمن ہیچ وقت ☆ جائے باختیارخود نمی خواہم آنجا کہ
غیاث پورراندیدہ بودم ونمی دانستم ☆ خواست توباشد،آنجاباشم دریں میان
کہ غیاث پورکجاست چوں ایں آواز ☆ آوازآمد کہ غیاث پورومن ہیچ وقتے
شنیدم بردوستی رفتم آن دوست را ☆ غیاث پورراندیدہ بودم ونمی
نقیبی بود نیشاپوری، چوں در خانۂ او ☆ دانستم کہ غیاث پورکجاست چوں
رفتم مراگفتند او در غیاث پوررفتہ ☆ ایں آوازشنیدم بردوستے رفتم
است،من بادل خود گفتم ایں ہماں ☆ آں دوست رانقیبے بود نیشاپوری
غیاث پوراست،الغرض درغیاث پور ☆ چوں درخانۂ اورفتم مراگفتند
آمدم آں روز ایں مقام چناں آبادان ☆ کہ درغیاث پوررفتہ است من
نہ بودہ است،موضعی مجہول بود،و ☆ بادل خود گفتم کہ ایں آں غیاث پور
خلق اندک بیامدم وسکونت کردم تا ☆ است الغرض باوشدہ درغیاث
آنگاہ کہ کیقباد درکیلوکری ساکن شد ☆ پور، آمدم، آں روز آں مقام
دراں عہد خلق ایں جاانبوہ شد از ☆ ہم چنیں آباداں نبود، موضعے
ملوک وامراوغیرہ آں آمدہ شد ☆ مجہول بود نبایدم سکونت

Marfat.com

خلق بسیارشد من باخود گفتم که ازیں ☆ کردم تاآنگاہ کہ کیقباد
جاہم بباید رفت دریں اندیشہ بودم ☆ کہ درکیلوکہری ساکن شد دراں عہد
تابزرگی کہ استادمن بود درشہر ☆ ایں جاخلق انبوہ شد ازملوک
وفات کردمن بادل خودراست ☆ وامراوغیرآں آمد وشد خلق
گرفتم کہ فرداکہ ازوفات اوسوم خواہد ☆ ومزاحمت ایشاں بسیارشد باخود
بود،من برزیارت اوہردم دہم شہر ☆ گفتم ازیں جاباید رفت دریں
درنباشم ایں عزیمت برخود مقرر کردم ☆ اندیشہ بودم ہماں روزنمازدیگر
ہماں روزنمازدیگر جوانی درآمد صاحب ☆ جوانے درآمد صاحب حسنے امانزار
حسنی امانزارگشتہ واللہ اعلم ازمردان ☆ کشتہ واللہ اعلم ازمردان غیب
غیب بودیاکہ بود،الغرض چوبیامداول ☆ بود یاکہ بود،الغرض چوبیامد
سخن کہ بامن گفت ایں بود، ☆ اول سخن بامن ایں گفت،
آں روز کہ مہ شدی نمی دانستی ☆ آں روز کہ مہ شدی نمی دانستی
کانگشت نمائی عالمی خواہی شد ☆ کانگشت نمائی عالمی خواہی شد
امروز کہ زلفت دل خلقی بر بود ☆ امروز کہ زلفت دل خلقی بر بود
درگوشہ نشستنت نمی دارد سود ☆ درگوشہ نشستنت نمی دارد سود

(ص۔۲۴۳۔۲۴۲) ☆ (ص۔۱۱۱۔۱۱۰)

تاریخ فیروزشاہی سیرالاولیا

الفضل والکمال والفنون والبلاغ ☆ الفضل والکمال والفنون والبلاغ
صوفی مستقیم الحال بود وبیشتری عمراو ☆ صوفی مستقیم الحال بود وبیشتری عمراودر
درصوم وقیام وتعبد وقرآن خوانی ☆ صیام وقیام وتعبد وتلاوت گذشتہ
گذشتہ است وبہ طاعت متعدیہ و ☆ است وازمریدان خاصۂ حضرت

Marfat.com

لازمہ یگانہ شدہ بودودایم روزہ ☆ المشائخ شیخ الشیوخ العالم سید نظام الحق
داشتی واز مریدان خاصہ شیخ بود ☆ والدین محمد احمد بدایونی البخاری الچشتی
وآنچناں مریدی معتقد من دیگری ☆ قدس اللہ سرہ العزیز بود وآں چناں
راندیدہ ام واز عشق ومحبت نقیبے ☆ مرید ومعتقد من دیگرے را
تمام داشت وصاحب سماع وصاحب ☆ ندیدم واز عشق ومحبت نقیبے تمام
وجد وصاحب حال بود،ودرعلم موسیقی ☆ داشت وصاحب سماع ووجدوصاحب
گفتن وساختن کمالے داشت وہرچہ ☆ حال بود،ودرعلم موسیقی کمال
نسبت بہ طبع لطیف وموزوں گفتند ☆ داشت وہرچہ نسبت طبع لطیف و
باری تعالیٰ اورا دراں ہنر سر ☆ موزوں کند باری تعالیٰ اورا دراں
آمدہ گردانیدہ بود ووجودے ☆ ہنر سرآمد گردانیدہ بود ووجودے
عدیم المثال آفریدہ ودرقرون متاخر ☆ عدیم المثال آفریدہ ودرقرون متاخر
از نوادر اعصار پیدا آوردہ ، ☆ از نوا در اعصار پیدا آوردہ ،
(ص۔۳۵۹) ☆ (۵۸۸۔)

مذکورۂ بالا اقتباسات سے ظاہر ہے کہ سیر الاولیا کے مؤلف نے جس طرح فوائد الفواد اور تاریخ فیروز شاہی سے عبارتیں لے لی ہیں، اسی طرح افضل الفوائد سے بھی لی ہیں، جو اس بات کا ثبوت ہے کہ ان کے پیش نظر یہ مجموعۂ ملفوظات بھی رہا اور وہ اس کو مستند سمجھے۔

ایک اعتراض یہ بھی ہے کہ جعلی ملفوظات میں ایسا مواد بالکل نہیں ہے، جو اس عہد کے سیاسی اور معاشی حالات پر روشنی ڈالتا ہو، یہی کیفیت افضل الفوائد کی بھی ہے۔ (ص ۸۳)

اگر اس عہد کے سیاسی اور معاشی حالات سے حضرت خواجہ نظام الدین اولیاؒ کے زمانہ کے حالات مراد ہیں، تو فوائد الفواد میں سلطان غیاث الدین بلبن سے لے کر سلطان محمد بن تغلق کے دور تک کے سیاسی ومعاشی حالات ملنے چاہئیں، مگر ان سلاطین کا اس میں

Marfat.com

مطلق ذکر نہیں، البتہ محمود غزنوی، شمس الدین التمش، رضیہ اور ناصر الدین محمود کا ذکر ضرور ہے، مگر افضل الفوائد میں بھی محمود غزنوی، معز الدین سام اور شمس الدین التمش کا ذکر ہے، اس سے نسبتاً زیادہ تفصیلی معلومات حاصل ہوتے ہیں۔

فوائد الفواد میں محمود غزنوی کا ذکر احترام سے کیا گیا ہے، یہی احترام افضل الفوائد میں بھی ہے، جو حضرت خواجہ نظام الدین اولیاؒ کی مجلس کی حسب ذیل روایت سے ظاہر ہوتا ہے۔

''حضرت خواجہ نے فرمایا کہ سلطان محمود غزنوی کے دوزناردار یعنی ہندو اس کے یہاں سے روتے ہوئے واپس گئے اور اپنے بت خانہ میں پہونچے، انھوں نے آسمان کی طرف دیکھ کر کہا کہ، الٰہی! اگر ہم اسلام (مسلمانی) سے دور ہیں تو ہم لوگوں کو تو ہی نے پیدا کیا ہے، تمام بندے تیرے ہی پیدا کئے ہوئے ہیں، اگر تو ہمارے ساتھ انصاف نہ کرے گا تو ہم اس جگہ سے باہر نہ جائیں گے اور نہ ایک دوسرے سے بات کریں گے، پھر وہ دونوں مندر (بت خانہ) میں بیٹھ گئے، اسی روز سلطان محمود انار اللہ برہانہ کے پیٹ میں درد اٹھا، کبھی تخت پر سے زمین پر گر جاتا اور کبھی زمین پر سے تخت پر آجاتا، اولیا اور حکما اس کے گرد جمع ہو گئے، علاج ہوا، دعائیں ہوئیں، مگر کوئی فائدہ نہیں ہوا، بلکہ اور حالت خراب ہوتی گئی اور جب سب عاجز آگئے تو سلطان محمود نے حسن میمندی کو بلایا، اس سے کہا کہ لوگوں کی کوئی تدبیر کام نہیں کر رہی ہے، اب خدا ہی کچھ کر سکتا ہے، خواجہ بہلول دیوانہ کے پاس جاؤ اور ان سے درخواست کرو، شاید صحت پا جاؤں، جب حسن میمندی خواجہ بہلول کے پاس پہونچا تو خواجہ نے تبسم کیا اور فرمایا محمود کو کوئی ضرورت آپڑی ہے، اسی لیے تجھ کو بھیجا ہے، بتاؤ کیا بات ہے، سلطان محمود کے پیٹ کے درد کا حال ان سے کہا گیا تو وہ ہنسے اور بولے کہ

Marfat.com

جاؤ کہہ دو کہ وہ اپنے قصر کے در پر طبل بجانے کا حکم دیں، اس وقت بھلا ہو جائے گا، حسن میمندی نے یہ بات سنی تو واپس ہوا، سلطان سے یہ سب کچھ کہا، پھر ایسا ہی کیا گیا، جب قصر کے اوپر طبل بجا تو وہ دونوں ہندو ایک دوسرے سے بولے کہ شاید سلطان محمود کی وفات ہوگئی ہے، یا کسی نے ہم لوگوں کا حال اس سے بتایا ہے، اسی لیے یہ طبل بجا ہے، جس وقت ان دونوں نے یہ بات کہی تو سلطان کے پیٹ کا درد جاتا رہا، سلطان گھوڑے پر سوار ہو کر خواجہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور بہت معذرت کی، خواجہ نے کہنا شروع کیا کہ دوسرے لوگ رہزنی کرتے ہیں اور تمہارے پیٹ میں درد ہوتا ہے، ملازمین ظلم کرتے ہیں اور بلا ان کے مالک پر نازل ہوتی ہے، خواجہ نے ان ہندوؤں کی کیفیت سے سلطان کو مطلع کیا وہ وہاں سے واپس ہوا، تو ان ہندوؤں کے پاس پہونچا، ان کو خوش کیا اور برے اعزاز و اکرام کے ساتھ ان کو واپس کیا، یہ حکایت سنا کر حضرت خواجہ (یعنی حضرت خواجہ نظام الدین اولیاؒ) کی آنکھیں پرآب ہوگئیں، روئے اور فرمایا یگانوں کے ستانے میں تو یہ حال ہوتا ہے، بے گانوں کو ستانے میں قیامت کے روز کیا حال ہوگا۔ (قلمی نسخہ ص۔۱۱۹۔۱۱۸)

یہ حکایت امیر خسرو ہی خاص طور سے قلم بند کر سکتے تھے، کیوں کہ ان کے دل میں ہندوؤں کی جو محبت بھری تھی، اس کا اظہار انھوں نے اپنی مثنوی نہ سپہر میں کیا۔ (تفصیلات کے لیے دیکھو میرا رسالہ ''ہندوستان امیر خسرو کی نظر میں'')

سلطان شہاب الدین غوری یعنی سلطان معز الدین سام کے کردار کے متعلق ایک سبق آموز روایت حضرت خواجہ نظام الدین اولیا کی مجلس میں اس طرح بیان کی گئی ہے۔

''فرمایا کہ سلطان معز الدین محمد سام انار اللہ برہانہ کی عادت تھی کہ جب کوئی بوڑھا آدمی اس کے پاس آتا تو وہ تخت سے اٹھ جاتا، کھڑا رہتا اور ان کی

Marfat.com

باتیں پوری کرتا، وزراء نے عرض کیا کہ یہ بات ٹھیک نہیں کہ وہ کھڑے ہو جائیں، سلطان نے کہا تم جانتے ہو کہ اس کا مقصد کیا ہے، انھوں نے جواب دیا ہم کیا جانیں، حضرت خلیفہ بہتر جانتے ہیں، فرمایا کہ میں سفید بال کی عزت میں اٹھ جاتا ہوں تاکہ کل قیامت کے روز میرا حشر بھی ان بوڑھوں کے ساتھ شاید ہو جائے اور دوزخ کی آگ سے نجات ہو، حق تعالیٰ نے سفید بالوں میں اپنے نور کا اضافہ کیا ہے، اس نور کی عزت سے شاید میری نجات بھی ہو جائے۔ (قلمی نسخہ ص۔۲۸)

جوامع الحکایات ولوامع الروایات مرتبہ سدید الدین محمد غوفی میں شہاب الدین غوری کے کردار کی خوبیوں کی متعلق کچھ ایسی ہی روایتیں ہیں۔

سلطان شمس الدین ایلتتمش کی سیرت سے متعلق بھی افضل الفوائد میں ایک روایت ہے جو فوائد الفواد میں بھی ہے، دونوں کی عبارتیں یہ ہیں۔

افضل الفوائد		فوائد الفواد
فرمود کہ سلطان شمس الدین انار	☆	ازعقیدۃ خوب او(ایلتتمش)
اللہ برہانہ رارسم بود کہ نیم شب در	☆	فرمود کہ شبہا بیدار بودے و
عبادت مشغول شدے وآں زماں	☆	چوں ازخواب بیدار شدی وضو
کہ برخاستے خود آب بستدی و وضو	☆	ساختے، دوگانہ بگزاردے و
کردے وہیچکس رااز بندگاں بیدار	☆	بازدرخواب شدہ وہیچ کس
نہ کردے تاوقتے ازیں حال سوال	☆	را بیدار نہ کردے
کردند فرمودند چرا باشد کہ رنج بر		
دیگراں نہیم وایشاں را از خواب		
بیدار کنیم (ص۔۲۶)		

Marfat.com

اوپر کے دونوں اقتباسات لفظ بہ لفظ نہیں ہیں، معناً یکساں ضرور ہیں، ممکن ہے کہ یہ روایت امیر خسرو کے سامنے بھی دہرائی گئی ہو، پھر وہی سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر ایسی باتیں نہ ہوتیں تو کہا جاتا کہ افضل الفوائد میں وہ موضوعات نہیں ہیں، جو فوائد الفواد میں ہیں اور اگر ایسی باتیں پائی جاتی ہیں تو کہا جاتا ہے، کہ فوائد الفواد ہی کے مضامین دہرا دیئے گئے ہیں۔

اگر افضل الفوائد پر یہ اعتراض ہے کہ اس سے اس عہد کے سیاسی حالات پر روشنی نہیں پڑتی ہے، (ص۔۸۳) تو یہ اعتراض فوائد الفواد پر بھی کیا جا سکتا ہے، مگر ملفوظات کے مجموعے تاریخ کی کتابیں نہیں ہوتی ہیں، جن میں سیاسی، سماجی اور معاشی مواد کا ہونا ضروری ہو، ضمناً ایسی باتیں آجاتی ہیں تو ان سے معلومات حاصل کر لی جاتی ہیں، ورنہ ان میں زیادہ تر مذہبی اور روحانی باتیں بیان کی جاتی ہیں اگر کبھی ان میں معاشرہ سے متعلق باتیں آجائیں تو یہ سمجھنا مناسب نہ ہوگا کہ اس زمانہ کے معاشرہ کو سنوارنے کے لیے یہ باتیں کہی گئی ہیں، افضل الفوائد میں ہے کہ ایک مجلس میں یہ بیان کیا گیا کہ آسمان سے بڑی چیز بہتان تراشی اور دروغ گوئی ہے، زمین سے بھی فراخ تر چیز سچائی کا اعلان ہے اور دریا سے زیادہ توانگر چیز خردمندوں کا قول ہے اور آگ سے بھی زیادہ گرم چیز مردم حریص کا قول ہے اور زمہریر سے زیادہ سرد چیز یہ ہے کہ اپنے رشتہ داروں، قرابت مندوں اور دوستوں کی حاجت روائی نہ کر کے ان کو ناامید کیا جائے اور پتھر سے زیادہ سخت کافروں کا دل ہے اور یتیموں سے زیادہ خوارتر چیز چغل خوری ہے، تمام گناہوں میں بہتان باندھنے سے زیادہ ہول ناک کوئی اور گناہ نہیں ہے، (ص۔۴۴) کیا ان ملفوظات سے یہ نتیجہ نہیں نکالا جا سکتا ہے کہ اس زمانہ کے معاشرہ کے بعض حلقہ میں بہتان تراشی، دروغ گوئی اور رشتہ داروں کی حاجت روائی سے بے اعتنائی اور چغل خوری وغیرہ رائج تھی، یہ ساری باتیں ان کی اصلاح کے لیے کہی گئی ہیں۔

Marfat.com

معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں عورتوں میں شرم، حیااور عفت کا معیار گر گیا تھا، گانا بجانا زیادہ ہونے لگا تھا، علما بے عمل ہو گئے تھے، مغنی، مطرب، مسخرے اور اہل فساد بڑھ گئے تھے اور ان کی سرپرستی ہونے لگی تھی، مرد رنگین کپڑے پہننے لگے تھے، حاکم حکم کو فروخت کرنے لگے تھے، دنیا کے مال کی خاطر حق کو ناحق قرار دیا جانے لگا تھا، معاشرہ کی ان ہی باتوں کو سامنے رکھ کر حضرت خواجہ نے حدیث کا حوالہ دے کر فرمایا کہ جب ایسی باتیں ہوں گی تو زمین سے آگ اگنے والی نباتات میں برکت نہ ہوگی، آسمان سے بارش کم ہوگی اور اگر ہوگی تو بے وقت ہوگی، (ص۔۱۴۸) ایسی حدیثیں ترمذی ابواب الفتن اور بخاری و مسلم میں ملیں گی، (دیکھو مشکوٰۃ، ج ۳، ص ۲۳۔۲۱) حدیث اور ملفوظات کی باتیں جب باضابطہ ملائی جائیں گی تو یہ ضروری نہیں کہ ملفوظات میں حدیث کی باتیں لفظ بہ لفظ دہرائی گئی ہوں، وہی فرق ہوگا، جو کتاب کو دیکھ کر پڑھنے اور اسی بات کو زبانی دہرانے میں ہوگا، مجلس میں زبانی باتیں کہنے کا انداز ہی کچھ اور ہوتا ہے، کہنے میں بعض اوقات کچھ باتیں اسی طرح بڑھ جاتی ہیں یا کم ہو جاتی ہیں کہ اصل سے مختلف ہو جاتی ہیں، مگر مفہوم میں زیادہ فرق نہیں ہوتا، ان میں جو مفید باتیں ہوں، ان سے درس حاصل کیا جائے، نہ کہ تحقیقات کے پردے میں ہر قسم کی خامیاں دکھائی جائیں، آج کل بھی بعض باتیں ایسی کہی جاتی ہیں، جن میں ایک عیب جو ہر قسم کی خامیاں دکھا سکتا ہے، مثلاً مولانا اشرف علی تھانویؒ نے اپنے ایک وعظ میں نصاب الاحتساب کے مصنف قاضی ضیاء الدین سنامی اور خواجہ نظام الدین اولیاؒ کی ایک حکایت سنائی، جو انھوں نے اپنے ایک بزرگ سے الہ آباد میں سنی تھی، ان بزرگ نے یہ حکایت اپنے کسی بزرگ کی کتاب سے نقل کی ہے اور وہ ایسے بزرگ تھے، جن سے حضرت خضر علیہ السلام ملا کرتے تھے، ان کے یہاں ایک کتاب حضرت خضر علیہ السلام کے ہاتھ سے ف لکھی ہوئی ہے، شاید انھوں نے حاشیہ کے طور پر کوئی فائدہ لکھنا چاہا تھا، مگر ف لکھ کر آگے نہیں لکھ سکے، وہ کتاب تبرک کے طور پر ان کے کتب خانہ میں رکھی ہوئی ہے، ان ہی

Marfat.com

بزرگ نے حضرت خواجہ نظام الدین اولیا اور قاضی ضیاء الدین سنامی کی یہ حکایت سنائی۔

''قاضی صاحب (یعنی قاضی ضیاء دالدین سنامی) کا وقت وصال سلطان جی (یعنی حضرت سلطان الاولیا خواجہ نظام الدین اولیاؒ) سے پہلے آیا، سلطان جی ان کی عیادت کو گئے دروازہ پر پہونچ کر اجازت مانگی، قاضی صاحب نے فرمایا، سلطان جی سے کہہ دو کہ یہ وصال حق کا وقت ہے، اس میں بدعتی کا چہرہ نہیں دیکھنا چاہتا، سلطان جی نے جواب دیا کہ قاضی صاحب سے عرض کردو کہ وہ بدعتی ایسا بے ادب نہیں کہ بارگہ سنت میں بدعت سے ملوث ہو کر آتا، وہ حضرت والا کے مذاق سے واقف ہے اور آپ کے مذاق کی پوری رعایت کر کے حاضر ہوا ہے، میں اس بدعت سے توبہ کر کے حاضر ہوا ہوں، یہ جواب سن کر قاضی صاحب پر حالت طاری ہوگئی اور آبدیدہ ہو کر اپنا عمامہ سر سے اتار کر خادم کو دیا کہ سلطان جیؒ سے کہو کہ اس عمامہ پر پاؤں رکھتے ہوئے تشریف لائیں، بس ان میں ایک کسر تھی جو جاتی رہی، باقی ان کے مقامات عالیہ اور کمالات سے میں ناواقف نہیں ہوں۔

گر بر سر و چشم من نشینی ☆ نازت بکشم کہ نازنینی

خادم قاضی صاحب کا عمامہ لے کر سلطان جی کے پاس حاضر ہوا تو آپ نے عمامہ کو سر پر رکھ لیا کہ یہ عمامہ شریعت ہے، اس کو اپنے سر پر رکھ کر حاضر ہوں گا، چنانچہ تشریف لائے اور قاضی صاحب نے فرمایا:

آنانکہ خاک را بہ نظر کیمیا کنند ☆ آیا بود کہ گوشۂ چشمے بما کنند

حضرت اب میرا آخری وقت ہے اور میرے اوپر توجہ فرمائیے، چنانچہ حضرت سلطان جیؒ نے توجہ شروع کی اور ایسی توجہ کی کہ قاضی صاحب کی روح نہایت فرح وشادمانی کے ساتھ عالم بالا کو پرواز کر گئی، حضرت قاضی صاحب کا وصال ہوگیا، تو سلطان جیؒ روتے

Marfat.com

تھے اور فرماتے تھے کہ افسوس شریعت کا ستون گر گیا، اس حکایت کو ذکر کر کے وہ بزرگ فرماتے ہیں کہ نہ میں نظام الدین ہوں، جو اجازت دوں، نہ ضیاء الدین ہوں کہ جو منع کروں، یہ حکایت میں نے اخبار الاخیار میں دیکھی ہے، مگر مختصر، تو حضرت یہ تھا ہمارے سلف صالحین کا طریقۂ امر بالمعروف میں کہ ایک دوسرے کا ادب کرتے تھے اور نصیحت بھی کرتے تھے۔ (الحدود والقیود، ص ۳۹)

یہ حکایت ''اخبار الاخیار'' سے لی گئی ہے، جس میں مولانا ضیاء الدین سنامیؒ کے تذکرہ میں اس طرح درج ہے:

''مولانا ضیاء الدین سنامی دیانت اور تقویٰ میں مقتدائے وقت تھے، شریعت کی پابندی میں بڑے راسخ تھے، شیخ نظام الدین اولیاؒ کے معاصر تھے، ان سے سماع سے متعلق احتساب کرتے، شیخ ان سے معذرت کرتے ہوئے، ان کی تعظیم میں کوئی فروگذاشت نہ کرتے، ان کی ایک کتاب نصاب الاحتساب ہے، جو بدعت کے دقائق اور احتساب کے ساتھ حکام شریعت پر مشتمل ہے، شیخ نظام الدین اولیاؒ مولانا ضیاء الدین کے مرض الموت میں ان کی عیادت کو گئے تو مولانا نے اپنی دستار شیخ کے قدموں میں ڈال دی شیخ نے دستار کو اٹھا کر اپنی آنکھوں سے لگایا اور جب وہ مولانا کے پاس بیٹھے تو مولانا آنکھیں چار نہ کر سکے، جب شیخ اٹھ کر باہر آئے تو مولانا کی وفات کی خبر گونجی، شیخ رونے لگے اور افسوس کرتے ہوئے کہا کہ شریعت کی حامی ایک ذات تھی، وہ نہ رہی، رحمۃ اللہ علیہما''۔ (اخبار الاخیار، ص ۱۰۲۔۱۰۱)

اخبار الاخیار کی روایت کیا تھی اور مولانا اشرف علی تھانویؒ کے مواعظ میں محض اثر پیدا کرنے کے لیے کیا سے کیا کر دی گئی، اب کوئی عیب جو اور خردہ گیر مولانا تھانویؒ کی روایت کو جعلی اور فرضی قرار دے تو اس کا کیا علاج ہے۔

Marfat.com

افضل الفوائد میں حقوق ہمسایہ، عیادت، بیمار پرسی، دل جوئی، رواداری اور نفس کشی وغیرہ پر بہت سے ملفوظات ملیں گے، جو احادیث یا بزرگان دین کے عمل کی روشنی میں بیان کیے گئے ہیں، ان میں جو تعلیم و تلقین کا رنگ ہے، اس سے یہ اندازہ کیا جا سکتا ہے، کہ اس عہد معاشرہ میں یا تو ان کی کمی تھی، جن کو پورا کرنے کا جذبہ تھا، یا یہ اوصاف موجود تھے، تو ان کو اور بہتر طریقہ سے سنوارنے کی کوشش تھی۔

افضل الفوائد پر یہ بھی اعتراض ہے کہ اس میں تصوف اور مذہب کی کتابوں کے حوالے کثرت سے شک انگیز حد تک آئے ہیں، ان میں کچھ کتابیں اوراد و وظائف کے مجموعے ہیں، کچھ تصوف، کچھ فقہ اور کچھ تفسیر کی کتابیں کشاف، تفسیر امام زاہدی، تفسیر امام ناصری، تفسیر امام مجاہد، تفسیر خواجہ شفیق بلخی کے حوالے ہیں، پھر خواجہ حمید الدین ناگوریؒ کی دو کتابوں راحت الارواح اور لوائح کے بھی نام آئے ہیں، ایک تصنیف تحفۃ العارفین کا بھی ذکر ہے، (ص۔۸۳) ان کتابوں کے نام آنے کی وجہ سے افضل الفوائد کو جعلی قرار نہیں دیا جا سکتا ہے، خواجہ نظام الدین اولیاؒ کی مجلسوں میں ان کتابوں کے حوالے نہ آتے تو اور کن کتابوں کا ذکر آتا، خود فوائد الفواد میں احیاء العلوم، الکتاب، ایجاز التفسیر امام ناصری، جوامع الحکایات، روح الارواح، شافی، صحیحین، طبقات ناصری، قوت القلوب، کشاف، کشف المحجوب، لوائح، مخ المعانی، مرصاد العباد، مشارق الانوار، مکتوبات عین القضاۃ ہمدانی، نافع نوادر الاصول اور ہدایہ کا ذکر ہے، فوائد الفواد میں خواجہ فرید الدین عطار کا نام تو آیا ہے مگر تذکرۃ الاولیا کا ذکر نہیں، اگر چہ اس سے بہت سی باتیں لی گئی ہیں، افضل الفوائد میں تو دلیل السالکین کتاب العارفین اور انیس الانس کے بھی حوالے ہیں، جو اس بات کا ثبوت ہے کہ یہ کتابیں اس زمانہ میں رائج تھیں اور جب افضل الفوائد میں بار بار یہ ذکر آتا ہے کہ۔

''دراورادخواجہ یعنی شیخ الاسلام خواجہ عثمان ہراونی دیدہ ام''

''دراورادشیخ قطب الدین بختیار اوشی نبشتہ دیدہ ام، فرمود کہ شیخ معین الدین

Marfat.com

سنجری دراو راد خود ایں نشستہ''۔

''فرمود کہ دراو رشیخ الاسلام فرید الحق والدین قدس اللہ سرہٗ العزیز نشستہ دیدہ ام''

کیا یہ سب فرضی ہیں؟ کیا شروع کے خواجگان چشت کی تعلیمات کہیں قلم بند ہی نہیں ہوئیں؟ کیا ان بزرگان دین کے حالات اور خیالات صرف فوائد الفواد اور سیر الاولیاؒ ہی سے معلوم ہو سکتے ہیں، محض یہ کہ دینا کافی نہیں کہ یہ ملفوظات دوسری کتابوں کو سامنے رکھ کر وضع کر لیے گئے ہیں، (ص۔۷۶) جب تک یہ پتہ نہ چلے کہ یہ ملفوظات کن کن کتابوں سے ماخوذ ہیں، محض قلم کے زور سے ان کو فرضی قرار دینا صحیح نہیں، یہ کہہ دینا بھی کافی نہیں کہ ان ملفوظات میں معمولی مضامین ہیں اور ان میں زیادہ تر قصص الانبیا ہیں، فوائد الفواد میں بھی حضرت حوا، ابراہیم علیہ السلام، موسیٰ علیہ السلام، عیسیٰ علیہ السلام اور ہود علیہ السلام اور خضر علیہ السلام کا ذکر ملے گا اور اپنے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر مبارک سے تو کتاب بھری ہوئی ہے اور جس طرح افضل الفوائد میں خواجہ ذوالنون مصری، خواجہ فضیل عیاض، حضرت ابراہیم ادہم، خواجہ ابوتراب بخشی، خواجہ جنید بغدادی، خواجہ ابوبکر شبلی، شاہ شجاع کرمانی، خواجہ عبداللہ سہیل تستری، شیخ شہاب الدین تستری، داؤد طائی، ابوسلیمان، رابعہ بصری اور حسین منصور حلاج کا ذکر ہے، اسی طرح فوائد الفواد میں ابراہیم ادہم، شیخ ابواسحاق گازرونی، خواجہ اجل شیرازی، شیخ احمد معشوق، حضرت بایزید بسطامی، خواجہ شاہی موتاب، شیخ شبلی، شیخ علی ہجویری اور شیخ یوسف ہمدانی کا ذکر ہے۔

ایک اعتراض یہ بھی ہے کہ افضل الفوائد اور راحت المحبین میں حضرت نظام الدین اولیاؒ آپ کے شیوخ یا معاشرین کے بارے میں کوئی نکتہ ایسا نہیں ہے، جو دوسری کتابوں میں نہ ملتا ہو یا اس کتاب میں زیادہ صحت و وضاحت یا جزئی تفصیلات کے ساتھ درج ہو، (ص۔۸۴) اگر افضل الفوائد کے مستند ہونے کا ثبوت یہ ہو سکتا ہے کہ اس میں حضرت نظام الدین اولیاؒ اور ان کے مرشد کے متعلق ایسی روایتیں ہوں جو دوسرے مجموعۂ ملفوظات

Marfat.com

میں نہ ملیں تو ایسی بہت سی روایتیں افضل الفوائد میں مل جائیں گی، کچھ مثالیں یہ ہیں۔

ایک مجلس جاری تھی کہ حسن سنجری اور خواجہ عزیز ایبک آ گئے، یہ ندیم خاص میں تھے، دونوں نے حضرت خواجہ کے سامنے اپنے سروں کو زمین پر رکھا، خواجہ پر غلبہ طاری تھا، ان پر بڑی شفقت فرمائی، کہا کہ بیٹھو، پھر خواجہ ذکرہ اللہ بالخیر نے عزیز سے کہا کہ ایک غزل سناؤ کہ حق تعالیٰ نے اس وقت تم کو یہاں بھیج دیا ہے، خواجہ عزیز نے جب غزل شروع کی تو خواجہ عزیز اور تمام مجلس والوں پر ایسی کیفیت طاری ہوگئی کہ یہ وہم اور فہم میں نہیں آسکتی، خواجہ ذکرہ اللہ بالخیر نے اپنا خاص جامہ خواجہ عزیز اور برادرم حسن کو عطا کیا، اس طرح اس روز سعادت پر سعادت حاصل ہوئی، خواجہ عزیز نے جو غزل سنائی وہ یہ تھی، میرے پیش نظر قلمی نسخہ میں اشعار جس طرح درج ہیں، اسی طرح نقل کیے جاتے ہیں۔

گر پردہ برکشائی ازاں روی در بہشت ☆ روشن شود براہل نظر حال خوب وزشت
گل راصفت کنم مہ وخورشید را اگر ☆ اے ہر کہ خوب خوب بہ پیش تو زشت زشت
رضواں اگر بہ بیند خشت درت کنند ☆ جملہ نگارخانۂ فردوس خشت خشت
کاغذ زگریہ ترشد وخامہ زآہ سوخت ☆ حال دل خراب بگو چوتواں نبشت
کشت امید گشتم وتوابر رحمتی ☆ بگذر دکشت زار کہ رست کشت کشت
چندیں حسن بریشہ جہاں دل چہ بستہ ☆ سہلت اگر گسست زیں سر سرشت زشت

یہ امیر حسن سنجری ہی کی غزل ہے، مگر ان کے مطبوعہ دیوان میں مذکورۂ بالا اشعار دو علاحدہ علاحدہ غزلوں میں درج ہیں، معلوم ہوتا ہے کہ عزیز ایبک نے دونوں غزلوں کے کچھ اشعار کو لے کر ایک ساتھ لگا دیا اور بقیہ اشعار کو چھوڑ دیا، میرے پیش نظر قلمی نسخہ میں اشعار کی کتابت میں بڑی غلطیاں ہیں، مطبوعہ نسخہ میں مطلع کا پہلا مصرع اس طرح ہے۔ع

گر پردہ برکشائی ازاں روے چوں بہشت

قلمی نسخہ میں یہ مصرع اس طرح لکھا ہے: ع

Marfat.com

گر پردہ برکشائی ازاں روے دربہشت

دوسرے شعر کے پہلے مصرع میں مطبوعہ نسخہ میں مہ وخورشید را اگر، کے بجائے مہ وخورشید را کرا ہے، اسی کے دوسرے شعر میں اے ہرکہ کے بجائے، اے آنکہ ہے، تیسرے شعر کے پہلے مصرع میں مطبوعہ نسخہ میں رضواں اگر بہ بنید (؟) ہے، چوتھے شعر کا دوسرا مصرع مطبوعہ نسخہ میں بالکل بدلا ہوا ہے اور وہ یہ ہے۔ ع

شرح فراق خویش بتو چو تواں نوشت

پانچویں شعر کے پہلے مصرع میں مطبوعہ نسخہ میں کشت امید کے بجائے تخم امید ہے اور دوسرا مصرع یہ ہے۔

بگذر بکشت زار کہ زارست حال کشت

آخری شعر کے پہلے مصرع میں چندائے حسن بریشہ جاں کے بجائے مطبوعہ نسخہ میں چندیں حسن برشتۂ جاں ہے اور اس کا دوسرا مصرع اس طرح ہے ع

سہلست گر گسست چہ شد مریمش سرشت

کتابت کی ان غلطیوں کو نظر انداز کر کے اس مجلس میں جو کیفیت طاری ہوئی اس کے ایسا نقشہ فوائد الفواد میں نہیں ملتا، اسی طرح افضل الفوائد میں ہے کہ ایک موقع پر فرمایا کہ میں نے قصص الانبیا میں لکھا ہوا دیکھا کہ حضرت داؤد علیہ والسلام اس قدر روتے تھے کہ ان کے گوشت پوشت اور رخسار کی ساری چیزیں بہہ گئی تھیں، آپ سے پوچھا گیا کہ آپ یہ کیا کرتے ہیں، جواب دیا کہ میں کیا کروں کہ میرا یہ دیدہ ان چیزوں کو دیکھتا ہے، جن کو نہ دیکھنا چاہیئے، میں حق تعالیٰ سے مغفرت چاہتا ہوں کہ وہ مجھ کو اس کے لیے بخش دے، جب خواجہ ذکرہ اللہ بالخیر نے یہ حکایت بیان کی تو حسن سنجری مجلس میں حاضر تھے، وہ جھکے اور عرض کیا کہ اسی بات کو اس نے چند مصرعوں میں ادا کیا ہے، اگر حکم ہو تو عرض کروں، فرمایا سناؤ، وہ اشعار یہ ہیں:

Marfat.com

شبے آں چشم مست وآں لب خونخوار را دیدم
زگریہ چشم من خوں شد پشیمانم چرا دیدم
ندیدایں چشم من برسر زلف بلاشوری
ازیں چشم پریشاں بیں ہمیشہ ایں بلا دیدم
مرا گفتند سوئے او ببیں دیدم بلا کردم
چہ خوش گفتند روئے او ببیں دیدم چہا دیدم

خواجہ ذکرہ اللہ بالخیر نے ان اشعار کو سن کر بڑی تعریف کی (ص ۳۸۔۳۷) اوپر جن دونوں مجلسوں کا ذکر کیا گیا ہے، ان دونوں میں امیر حسن سنجری موجود تھے، مگر انھوں نے اپنی فوائد الفواد میں ان کا ذکر نہیں کیا ہے، جو اس بات کا ثبوت ہے کہ وہ دیکھ رہے تھے، کہ ان کو امیر خسرو قلم بند کر رہے ہیں، پھر ان کو اپنی فوائد الفواد میں کیسے ذکر کرتے، حسن سنجری کے مطبوعہ نسخہ میں مذکورۂ بالا غزل ہے، جس میں چھ اشعار ہیں، مگر افضل الفوائد میں صرف تین ہی اشعار حسب مطلب نقل کیے گئے ہیں، اوپر کے دوسرے شعر میں کتابت کی بھونڈی غلطیاں ہیں، اس کا پہلا مصرع مطبوعہ دیوان میں اس طرح ہے۔

ندید ایں چشم من جز در سرزلف بلاشورش

اب کتابت کی ان غلطیوں کو دیکھ کر کوئی یہ کہے کہ یہ شعر جعلی ہے تو کیا یہ کہنا صحیح ہوگا، اسی طرح آخری شعر کا دوسرا مصرع مطبوعہ نسخہ کے مصرع سے بالکل مختلف ہے، مطبوعہ نسخہ میں یہ مصرع اس طرح ہے۔

مرا گفتند گفت دل مکن کردم سزا دیدم

اس اختلاف سے کیا نتیجہ نکالا جا سکتا ہے، ایک تو یہ کہ یہ سب کچھ جعلی اور فرضی ہے، یا یہ کہ یہ کتابت کی غلطیاں ہیں یا یہ کہ ملفوظات قلم بند کرنے میں سہو ہو گیا ہو، اس کے بعد تو یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ ایسی بہت سی غلطیاں اور ہوں گی، جن کو دیکھ کر یہ فرضی بات

Marfat.com

گھڑنے میں آسانی ہوگئی کہ یہ ملفوظات جعلی ہیں۔

اگر ذہن صاف ہوتو اوپر کی جن دو مجلسوں کی پر کیف باتوں کا ذکر آیا ہے، ان میں ایسے نکتے پیدا کیے جاسکتے ہیں، جو اور دوسرے مجموعۂ ملفوظات میں نہ ملیں گے، ایسے ہی نکتے اور مجلسوں میں بھی پائے جاتے ہیں مثلاً۔

ایک بار عشق پر کچھ باتیں نکل پڑیں تو خواجہ ادام اللہ برکاتہ کی آنکھیں پرآب ہو گئیں اور یہ شعر زبان پر لائے۔

فلولا کم ماعرفنی الھوی ولولا الھویٰ ماعرفناکم

پھر شوق واشتیاق (یعنی جذبۂ عشق) سے مغلوب ہوکر یہ دو شعر پڑھے۔

گر عشق نبودی وغم عشق نبودی ☆ چندیں سخن عشق کہ گفتی کہ شنودی

گر باد نبودی سر زلفش کہ ربودی ☆ ہر خسارۂ معشوق بہ عاشق کہ نمودی

ایک دوسری مجلس میں ہے کہ خواجہ کی چشم پرآب ہوگئی اور فرمایا کہ عشق کا سرمہ ایسا سرمہ ہے کہ اگر یہ آنکھوں میں لگالیا جائے تو فرش سے عرش تک کوئی حجاب نظر نہیں آئے، پھر یہ دو مصرعے زبان مبارک پر لائے۔ (ص ۳۹)

عشق آئینہ ایست کاندروزنگی نیست ☆ نامرداں راازیں گل رنگی نیست

اگر یہ ساری باتیں لفظ بہ لفظ کسی اور مجموعۂ وملفوظات میں پائی جائیں تو پھر یہی سمجھا جائے گا کہ یہ ملفوظات مسروقہ ہیں، ورنہ یہ سمجھنے میں تامل نہ ہونا چاہیئے کہ یہ باتیں ایک عارف باللہ ہی کی زبان سے نکل سکتی ہیں اور ایک صاحب دل ہی ان کو قلم بند کرسکتا ہے، ورنہ ایسی مجلسوں سے دور رہ کر کوئی محض ملفوظات کے ایک مجموعہ کو فروخت کرنے کی خاطر نہیں لکھ سکتا۔

افضل الفوائد میں حضرت خواجہ نظام الدین والیاؒ کی زبانی ان کے مرشد سے متعلق جو بعض باتیں ہیں، وہ ان ہی سے معلوم ہوسکتی ہیں، یہ اور دوسرے ملفوظات میں نہیں ملیں گی

Marfat.com

مثلاً۔

ایک موقع پر فرمایا کہ ایک بار شیخ الاسلام فرید الحق والشرع والدین قدس سرہٗ العزیز بیٹھے تھے کہ سات درویش آئے، ان میں ہر ایک کچھ نہ کچھ سوچ رہا تھا، ان کے سامنے میوہ کے ساتھ کھانا رکھا گیا، ہر ایک نے اقرار کیا کہ ہم لوگ بیس سال سے ایک مرد خدا کی طلب کر رہے تھے، کسی کو نہیں پایا، مگر خواجہ جی کو پالیا۔ (ص ۱۶)

ایک اور موقع پر فرمایا کہ شیخ الاسلام فرید الحق والدین کو انگور بہت پسند تھا، ایک بار حالت تفکر میں تھے کہ نفس کا تقاضا ہوا کہ انگور کھائیں، اسی وقت قسم کھائی کہ جب تک میں زندہ ہوں، اپنے نفس کی اس آرزو کو پورا نہ کروں گا، مولانا بدرالدین شیخ الاسلام کی صحبت میں رات دن رہتے تھے، انھوں نے بھی قسم کھالی کہ شیخ کی زندگی میں انگور نہ کھائیں گے، یہاں تک کہ وہ اپنے نفس پر غالب آجائیں۔ (ص ۱۹۸)

ایک مجلس کے ذکر میں ہے کہ خواجہ ذکرہ اللہ بالخیر نے زبان مبارک سے فرمایا، کہ شیخ الاسلام فرید الحق والدین کا معمول تھا کہ جب وہ عالم تحیر میں ہوتے تو ایک روز میں ہزار سجدے کرتے، پھر اٹھتے، یہاں تک کہ ان کی چشم مبارک سے خون رواں ہو جاتا، اس وقت عالم صحو میں آتے۔ (ص ۹۹)

ایک اور مجلس میں فرمایا کہ مولانا بدرالدین اسحاق نے بتایا کہ وہ ایک بار شیخ الاسلام فرید الحق والدین کے ساتھ سفر میں تھے، وہ ایک دریا کے کنارے پہونچے، وہاں کوئی کشتی نہ تھی، شیخ الاسلام نے میری طرف نظر کی اور بولے کہ میرے اور اپنے جوتے ہاتھ میں لو اور آؤ پانی کے اندر داخل ہو جائیں، اپنی آنکھوں کو سامنے رکھو، میں نے ایسا ہی کیا، مجھ پر ایسی دہشت طاری تھی کہ میں کچھ بول نہیں سکتا تھا، ہم لوگ اپنی منزل پر پہنچ گئے، تو میں نے پوچھا یہ کیسے ہوا، فرمایا کہ سورہ مزمل پڑھ کر پانی پر پھونک دیا، پھر اس کے اندر راہ مل گئی۔ (ص ۱۴۵)

Marfat.com

نفل نمازوں کی برکتیں تو بہت ہی جزوی تفصیلات کے ساتھ بیان کی گئی ہیں، مثلاً ایک مجلس میں فرمایا کہ میں نے شیخ الاسلام فرید الحق والشرع والدین قدس سرہٗ العزیز سے سنا کہ جو شخص ہر مہینہ یہ نماز پڑھے تو اس کا درجہ بہشت میں اعلیٰ ہو، وہ نماز یہ ہے کہ چار رکعت کی نماز ایک سلام میں پڑھے، ہر رکعت میں الحمد اللہ ایک بار، پھر جو سورہ یاد ہو پڑھے، پھر اٹھارہ بار سبحان اللہ، تین بار سبحان ربی العظیم اور دس بار سبحان اللہ کہہ کر سر اٹھائے اور سمع اللہ لمن حمدہ کہے، دس بار سبحان اللہ اور الحمد للہ، آخر تک کہے، حالت قومہ اور تحیت سجود میں دس بار سبحان اللہ کہے، اس کے بعد سجدہ میں جائے، سبحان ربی الاعلیٰ، تین بار اور دس بار سبحان اللہ پڑھے، پہلے سجدہ سے سر اٹھائے، تو گیارہ بار سبحان اللہ کہے، دوسرے سجدہ میں اسی طرح دس بار سبحان اللہ کہے، اسی ترتیب کے ساتھ پوری نماز ادا کرے۔ (ص۔۲۱)

افضل الفوائد میں جس وضاحت اور جزوی تفصیلات کے ساتھ حضرت فرید الدین گنج شکرؒ کی رحلت کا واقعہ بیان کیا گیا ہے، وہ کسی اور مجموعۂ ملفوظات میں نہیں، ناظرین ملاحظہ کریں۔

ایک سال ۵ محرم کو خواجہ شیخ الاسلام فرید الحق والدین کا عرس تھا، مولانا وجیہ الدین پائلی، مولانا شمس الدین یحیٰ، مولانا برہان الدین غریب، شیخ عثمان سیاح، شیخ حسین نبیرہ، شیخ قطب الدین بختیار اوشی، مولانا زراوی، مولانا شہاب الدین میرٹھی، مولانا نصیر الدین کتابی، حسن علاء سجزی اور دوسرے عزیز خدمت میں حاضر تھے، خواجہ ذکرہ اللہ بالخیر نے شیخ فرید کی بزرگی اور اخلاق پسندیدہ کی باتیں شروع کیں تو رونے لگے، تمام حاضرین پر بھی اثر پڑا، اس کے بعد خواجہ ذکرہ اللہ بالخیر نے زبان مبارک سے فرمایا کہ حضرت خواجہ فرید نے ۵ محرم کو وفات پائی، جس رات کو خواجہ کبیر کی رحلت ہوئی، بندہ کو یہ کہہ کر یاد کیا کہ مولانا نظام الدین نہیں ہیں، اس کے بعد فرمایا کہ جب ان کی وفات کی ساعت قریب آئی تو وہ اٹھے، کھڑے ہوئے، صبح سے چاشت تک پانچ بار قرآن ختم کیا، اس کے بعد ذکر میں مشغول ہوئے، اتنا ذکر کیا کہ جسم

Marfat.com

سے خون رواں ہوگیا، جوقطرہ زمیں پر گرتا اس سے اللہ کا نقش ظاہر ہوتا، یہ رباعی پڑھ کر سجدہ گیا، اور پھر سر اٹھالیا۔

بوئے خوش تو ز پیرہن می شنوم ☆ شرح غم تو ز خویشتن می شنوم
گر ہیچ نباشد کہ کسے بہ نشانم ☆ تا نام تو می گوید و من می شنوم

اس کے بعد ایک درخت کے نیچے بیٹھ گئے، لوگ شیخ کے گرد جمع ہوئے تو ان کی طرف مخاطب کر کے کہا کہ وہ سب باہر بیٹھ جائیں، جب میں بلاؤں تو آئیں، سب باہر بیٹھ گئے، کچھ دیر کے بعد آواز آئی کہ یہی وقت ہے کہ دوست دوست سے ملے، یہ سن کر سب اندر چلے آئے، تو تو خواجہ کو دیکھا کہ وہ کسی اور ہی عالم میں ہیں، عشائی نماز کا وقت ہوا تو چار بار نماز پڑھی، اس کے بعد سر بسجود ہوگئے اور اپنی روح حق کے حوالے کر دی، پھر آواز بلند ہوئی، جو وہاں کے تمام لوگوں نے سنی کہ ایک امانت روئے زمین پر تھی، اب وہی امانت خدا کے سپرد ہوگئی، جب یہ باتیں ختم کیں تو پوری مجلس سے ہائے کا نعرہ بلند ہوا اور ایسی کیفیت طاری ہوئی کہ کسی وقت ایسی نہیں ہوئی تھی۔ (ص۔۱۲۲۔۱۲۱)

اعتراض تھا کہ افضل الفوائد میں وضاحت اور جزوی تفصیلات کے ساتھ باتیں نہیں کہی گئی ہیں، اور پر حضرت فرید گنج شکرؒ کی رحلت وضاحت اور جزوی تفصیلات سے بیان کی گئی ہے، تو اعتراض ہے کہ اس میں بعض باتوں کے الحاقی ہونے کا شبہہ ہے، کیوں کہ ایسی مبالغہ آمیز باتیں حضرت نظام الدین اولیا نے اپنی ان مجلسوں میں بیان نہیں کیں، جو ملفوظات کی دوسری کتابوں میں ملتی ہیں۔ (ص۔۸۶)

اور اگر نشاندہی کر دی جائے کہ فوائد الفواد میں بھی ایسی باتیں ہیں جو دوسروں کی نظروں میں مبالغہ آمیز معلوم ہوں تو کیا افضل الفوائد کو مستند تسلیم کر لیا جائے گا، پھر فوائد الفواد سے کچھ ایسی باتوں کی مثالیں یہ ہیں۔

فرمایا کہ قاضی حمید الدین ناگوری رحمۃ اللہ علیہ کعبۂ مبارک کا طواف کر رہے

Marfat.com

تھے،تو انھوں نے ایک بزرگ کوطواف میں دیکھا،وہ ان کے پیچھے ہو گئے، جہاں وہ قدم رکھتے تھے،تو اسی جگہ وہ بھی اپنا قدم رکھتے تھے،ان پیر روشن ضمیر یعنی بزرگ نے یہ دیکھ کر کہا کہ میری ظاہری متابعت کرتے ہو،میری وہ متابعت کرو جو میں کرتا ہوں،قاضی حمید الدین علیہ الرحمہ نے پوچھا آپ کیا کرتے ہیں،پیر صاحب نے فرمایا کہ میں ہر روز سات سو بار قرآن ختم کرتا ہوں،قاضی حمید الدین کو سخت تعجب ہوا اور وہ سوچنے لگے کہ قرآن کے معانی کو خیال میں لاتے ہوں گے،اور خیال ہی میں پڑھتے ہوں گے،لیکن پیر صاحب نے کہا لفظ بہ لفظ بڑھتا ہوں،خیال میں نہیں پڑھتا ہوں،جب خواجہ ذکرہ اللہ بالخیر نے یہ حکایت ختم کی تو اعز الدین علی شاہ سلمہٗ اللہ تعالیٰ جو خاص مریدوں میں ایک تھے،وہاں موجود تھے،انھوں نے کہا یہ تو کرامت ہی ہے،خواجہ نے فرمایا کہ ہاں کرامت ہے، جو معاملہ عقل میں نہ آئے وہ کرامت ہی ہوتی ہے۔(فوائد الفواد۔ص۹)

فرمایا ایک بادشاہ بہت ہی صلاحیت والا اور صاحب کشف تھا،اپنے تخت پر بیٹھا تھا،اس کی نظر اپنے اصطبل کی طرف بھی جاتی تھی،اس کی ملکہ بھی اس کے پہلو میں تخت پر بیٹھی تھی،اس نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی اور دیر تک کی طرف آنکھ لگائے رکھی،پھر اپنے اصطبل کی طرف دیکھا،پھر اوپر کی طرف نظر کی،دیر تک آسمان کی طرف دیکھتا رہا،اس کے بعد اپنی ملکہ کو دیکھا اور رونے لگا،ملکہ نے پوچھا یہ کیا بات ہے کہ آپ نے دیر تک آسمان کو دیکھا پھر اصطبل کی طرف نظر کی اور پھر آسمان کو دیکھا پھر میری جانب دیکھ کر رونے لگے؟ بادشاہ نے کہا کہ اس سوال کو چھوڑ دو یہ کہنے کے لائق نہیں ہے،ملکہ نے اسرار کیا کہ ضرور بتاؤ، بادشاہ نے کہا اب تم اصرار کرتی ہو تو کہتا ہوں،اس کے بعد بولا ''لو سنو اس وقت میری نظر لوح محفوظ پر گئی،دیکھتا ہوں کہ میرا نام زندوں کی فہرست سے نکال دیا گیا ہے،میں سمجھ گیا کہ میرے جانے کا وقت آ گیا،دوسری بار دیکھا اور خیال آیا کہ میری جگہ کون ہوگا تو ایک حبشی نظر آیا،جو اصطبل میں ہے،وہ میری جگہ ہوگا اور تو اس کے نکاح میں آئے گی۔(فوائد

Marfat.com

الفوادص۔۲۸۳۔۲۸۲)اور یہی ہوا۔

فرمایا کہ شیخ شہاب الدین سہروردیؒ نے اپنی کتاب میں یہ حکایت لکھی ہے کہ ایک جوال تھا،اسے قزوینی کہتے تھے،اس کے گھر میں مردان غیب جمع ہوا کرتے تھے،نماز کے وقت لوگ صف درصف کھڑے ہوتے،مردان غیب میں ایک شخص امامت کرتا، جماعت بلند قرأت تسبیحات اور جو کچھ نماز میں ہوتا سنتی،لیکن اسے نہ دیکھتی،بس وہ قزوینی ہی دیکھتا،شیخ شہاب الدینؒ نے فرمایا کہ ان ہی مردان غیب میں ایک نے قزوینی کے ہاتھ ایک مہرہ میرے پاس بھیجتا تھا اور وہ مہرہ ابھی تک میرے پاس ہے،اس کے بعد فرمایا کہ مردان غیب پہلے آواز دیتے ہیں اور اپنی آواز سناتے ہیں،اس کے بعد ملاقات کرتے ہیں،پھر اڑا لے جاتے ہیں،آخر میں زبان مبارک سے فرمایا کہ یہ راحت کا کیسا مقام ہے، جہاں وہ کسی کو لے جاتے ہیں۔(ص۔۲۵)

فوائد الفواد میں جو یہ روایت بیان کی گئی ہے کہ سورہ یٰسین پڑھ کر امام ناصری مرکر اور دفن ہو جانے کے بعد قبر سے باہر زندہ نکل آئے،اس کی تفصیل تو افضل الفوائد کی روایتوں سے زیادہ حیرت انگیز ہے۔(ص۶۰)

ایک اعتراض یہ ہے کہ افضل الفوائد میں بہت سے مضامین وہ ہیں جو دوسری کتابوں میں تقریباً اسی انداز سے بیان ہوئے ہیں،(ص۸۴)لیکن اس سے پہلے یہ بھی اعتراض کیا گیا ہے کہ افضل الفوائد اور فوائد الفواد دونوں کا تقابلی مطالعہ کیا جائے تو معیار واعتبار کا نمایاں فرق نظر آئے گا،(ص۔۸۴)یعنی افضل الفوائد میں وہ باتیں نہیں ہیں، جو فوائد الفواد میں ہیں اور پھر یہ بھی کہ وہی باتیں دہرائی گئی ہیں،اس دلیل کی تائید میں فوائد الفواد سے دو مثالیں دی گئی ہیں،ایک تو شمس الدین ایلتتمش کی سیرت سے متعلق ہے،جس کا ذکر پہلے آچکا ہے اور اس میں یہ دکھایا جا چکا ہے،کہ اگر اس روایت کی عبارت فوائد الفواد سے سرقہ کی جاتی تو اس کے الفاظ بالکل ملے جلے ہوتے،دوسری روایت خواجہ بایزید بسطامیؒ سے

Marfat.com

متعلق ہے، ہم یہاں پر افضل الفوائد اور فوائد الفواد دونوں کی عبارتیں نقل کرتے ہیں۔

افضل الفوائد	فوائد الفواد
ہم دریں محل این حکایت فرمود کہ	☆ آن گاہم ازنسبت صدق ودیانت
جہودے دیگر ہمسایہ خواجہ بایزید	☆ دراسلام واسلامیاں حکایت فرمود کہ
بود او راگفتند کہ مسلمان چرانمی	☆ جہودی درجوار خانۂ بایزید بسطامی
شوی، اوجواب داد کہ اگرمسلمانی	☆ قدس اللہ سرہٗ العزیز خانہ داشت، چوں
این ست کہ بایزید می کند، من	☆ خواجہ بایزید نقل کرد، آں جہود راگفتند
نمی توانم کرد واگراین ست	☆ کہ توچرا مسلمان نمی شوی؟ جہود گفت
کہ شامی کنید ازیں ننگ دارم	☆ چہ مسلمان شوم اگر اسلام آنست کہ بایزید
(ص۔۲۹)	☆ دانست آں اسلام ازمن نیاید واگر
	☆ اینست کہ شمادارید، مراازیں اسلام عار
	☆ می آید، (ص۔۳۰۸)

یہ روایت جیسا کہ معترض کا بھی بیان ہے کہ خواجہ فریدالدین عطارؒ کی تذکرۃ الاولیاؒ میں اس طرح ہے۔

''گبرے راگفتند کہ مسلمان شو، گفت اگر مسلمان آنست کہ بایزید می کند من طاقت نہ دارم، ونتوانم کرد، اگر اینست کہ شامی کنید بدیں ہیچ اعتبار نہ دارم''۔

اگر کوئی عیب جو ناقد یہ کہے کہ فوائد الفواد کی روایت بھی جعلی ہے، کیوں کہ تذکرۃ الاولیاؒ کی روایت کچھ اور ہی ہے تو کیا یہ تسلیم کرلیا جائے گا؟ پھر فوائد الفواد اور افضل الفوائد میں مذکورۂ بالا روایت کا مطالعہ اس لحاظ سے بھی کیا جائے کہ دونوں میں یہ روایت کس سلسلہ میں بیان کی گئی ہے تو فوائد الفواد سے یہ روایت مستعار لینے کا شبہہ ہی نہیں پیدا ہوگا، فوائد الفواد میں یہ بات حضرت عمرؓ کے زمانہ کے عراق کے ایک ''بادشاہ'' کی فراست اور دانائی

Marfat.com

کے ذکر کے بعد کہی گئی ہے، لیکن افضل الفوائد میں یہ روایت حقوق ہمسایہ میں بیان کی گئی ہے، اگر وضاحت اور جزوی تفصیلات ناظرین کے لیے گراں نہ ہوں، تو اس کا سیاق وسباق ملاحظہ ہو۔

حقوق ہمسایہ پر گفتگو شروع ہوئی تو زبان مبارک سے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جبرائیل علیہ السلام نے مجھ کو ہمسایہ سے متعلق اتنی نصیحتیں کیں کہ گمان ہونے لگا، کہ کہیں ہمسایہ کو مال میں بھی وراثت کا حق نہ ہو جائے، اس کے بعد حضرت خواجہ نے فرمایا کہ تذکرۃ الاولیا میں لکھا ہوا دیکھا کہ حضرت خواجہ بایزید بسطامیؒ کے ہمسایہ میں ایک یہودی رہتا تھا، وہ کسی سفر پر چلا گیا، اس کی بیوی کو حمل تھا، بچہ پیدا ہوا تو اس عورت کے گھر میں کوئی ایسی چیز نہ تھی کہ اس سے اپنا چراغ جلائے، بچہ تاریکی میں رویا کرتا تھا، جب یہ خبر حضرت بایزید بسطامیؒ کو ہوئی تو ہر رات دکان سے تیل لا کر اس یہودی عورت کو دیتے، جب وہ یہودی سفر سے واپس آیا تو اس کی بیوی نے یہ تمام کیفیت بیان کی، وہ یہودی شرمندہ ہوا، حضرت بایزیدؒ کی خدمت میں پہونچا اور پوچھا کہ آپ نے اتنا لطف وکرم کیوں کیا؟ جواب دیا کہ ہمسائیگی کے سبب سے، کیوں کہ ہمسایہ کا حق بہت بڑا ہے، اس کے بعد وہ یہودی مسلمان ہو گیا، اسی کے بعد حضرت خواجہ نظام الدین اولیا نے یہ حکایت بیان کی کہ خواجہ بایزیدؒ کا ایک دوسرا یہودی بھی ہمسایہ تھا، اس سے لوگوں نے پوچھا کہ تم کیوں نہیں مسلمان ہوتے ہو، تو اس نے جواب دیا کہ اگر مسلمانی وہی ہے، جس پر بایزید عمل کرتے ہیں تو میں اس پر عمل نہیں کر سکتا ہوں اور مسلمانی وہ ہے جو تم کرتے ہو تو اس سے شرم آتی ہے۔

اگر ذہن صاف ہو تو پھر افضل الفوائد میں جس سلسلہ میں یہ روایت بیان کی گئی ہے، اس سے یہ شبہہ نہیں پیدا ہوتا ہے کہ یہ فوائد الفواد سے لی گئی ہے، خصوصاً جب تذکرۃ الاولیا کا حوالہ صاف طور پر موجود ہے۔

Marfat.com

اسی طرح یہ اعتراض ہے کہ افضل الفوائد میں ہے کہ ایک مرتبہ مولانا کیتھلی میرے پاس آئے، کھانا موجود تھا، مبشر کو کہا کہ لاؤ، اس نے لانے میں دیر کردی، میرے پاس ایک چھوٹی چھڑی تھی، اس کی پیٹھ پر ماری، مولانا کیتھلی نے اس طرح آہ کی گویا ان ہی کی پیٹھ پر لگی ہے، میں نے پوچھا آپ نے آہ کیوں بھری، فوراً پیٹھ سے کرتا اتار کر مجھے دکھایا، جب میں نے نگاہ کی تو اس چھڑی کا اثر آپ کی پیٹھ پر موجود تھا، یہ واقعہ سیر الاولیا وغیرہ میں بھی بیان ہوا ہے۔ (ص ۸۴)

میرے سامنے افضل الفوائد کا جو قلمی نسخہ ہے، اس میں یہ واقعہ میری نظر سے نہیں گزرا، مگر فوائد الفواد (ص ۱۱۲) اور سیر الاولیا (ص ۵۳۷) میں یہ ملفوظات ہیں، سیر الاولیا کی روایت تو فوائد الفواد ہی سے تقریباً لفظ بہ لفظ مستعار ہے، مگر افضل الفوائد میں جو روایت بیان کی گئی ہے، وہ کچھ مختلف ہے، فوائد الفواد میں ہے کہ بیشتر میرا خدمت گار ابھی بچہ ہی تھا، اس نے بے ادبی کی تو اس کو ایک چھڑی ماری گئی، مولانا کیتھلی نے ایسے درد کا اظہار کیا کہ تم کہو گے کہ وہ چھڑی ان ہی کو ماری گئی، وہ رونے لگے، اور بولے کہ میری شومیت کی وجہ سے یہ المنا کی ہوئی، فوائد الفواد کی روایت میں یہ نہیں ہے کہ میں نے پوچھا آپ نے آہ کیوں بھری؟ فوراً پیٹھ سے کرتا اٹھا کر مجھے دکھایا، جب میں نے نگاہ کی تو دیکھا اس چھڑی کا اثر آپ کی پیٹھ پر موجود تھا، اتنا ٹکڑا سیر الاولیا میں بھی نہیں ہے، اگر یہ ملفوظات فوائد الفواد اور سیر الاولیا سے سرقہ کئے گئے ہیں، تو اتنے ٹکڑے کو کس مصلحت سے بڑھا گیا، کیا یہ نہیں کہا جا سکتا کہ حضرت خواجہ نے اپنی مجلس میں اس واقعہ کو اس طرح دہرایا، جس طرح کہ افضل الفوائد میں منقول ہے؟ پھر سیر الاولیا اور فوائد الفواد کی عبارتوں میں بھی کچھ تھوڑا سا فرق ہے، فوائد الفواد میں ہے۔

''مبشر کہ خدمت گار منست ہنوز طفل بود، مگر او بے ادبی کرد''۔

سیر الاولیا میں ہے۔

Marfat.com

بیشتر خدمت گاراں پیش من جمع شدہ بودند، یکے ازاں بے ادبی کرد۔

دونوں عبارتوں میں جو تھوڑا اختلاف ہے، اس کے متعلق ایک خردہ گیر ناقد کی کیا رائے ہوسکتی ہے۔

افضل الفوائد اور فوائد الفواد کی ملی جلی روایت کی ایک مثال کی اور نشاندہی کی گئی ہے، دونوں عبارتیں ملاحظہ ہوں۔

افضل الوائد	فوائدالفواد
بعد ازاں فرمود کہ شنیدہ ام از	☆ ملائم ایں سخن حکایت فرمود کہ
زبان شیخ الاسلام فرید الحق والدین	☆ در آنچہ خروج کفار تتار شد
قدس اللہ سرہ العزیز کہ وقتے در	☆ چوں بلائے مغل بہ نیشاپور رسید
نیشاپور مغل در آمد وجملہ نیشاپور	☆ بادشا ہے کہ آنجا بود کس بر شیخ
را گرو گرفت خلیفہ آں شہر	☆ فرید الدین عطار فرستاد قدس اللہ
کساں رانزد خواجہ فرید الدین عطار	☆ سرہ العزیز کہ دعائے بکن! او جواب
فرستاد وگفت بروید وبگوئید کہ	☆ گفت کہ وقت دعا گذشت، وقت
دعا کنید، خواجہ فرمود کہ کار دعا	☆ رضا است، یعنی بلائے خدا نازل
گذشت بلائے خدا راساختہ باید تقدیر	☆ شد تن برضا باید داد، بعد ازاں
این ست، بدعائے تقدیر را بدل نتوانم	☆ فرمود کہ بعد از نزول بلا ہم دعا
کرد، پس رضا باشد بہر چہ تقدیر	☆ باید کرد، اگرچہ بلا دفع نشود اما
است خدائے را (ص۹۱)	☆ صعوبت بلا کم شود (ص۸۹)

سیر الاولیا میں بھی یہ ملفوظات ہیں جو اس طرح درج ہیں۔

''ملائم ایں حکایت فرمود چوں ندائے بلائے مغل نیشاپور رسید، حاکم آنجا کس بر شیخ فرید الدین عطارؒ فرستاد کہ دعا بکن او جواب گفت وقت دعا

Marfat.com

گذشت، اکنوں وقت رضاست، بعدازاں فرمود کہ بعد نزول بلا ھم دعا باید خواند اگر چہ بلا دفع نشود اما صعوبت بلا کم شود، وبعدۂ فرمود چوں بلا نازل شد باید کہ ازاں بلا ہیچ کراہیت ندارد۔ (ص ۴۲۴)

ان تینوں کتابوں میں جو یہ ملفوظات نقل کیے گئے، ان کے سیاق وسباق کا بھی مطالعہ کرنا ضروری ہے، افضل الفوائد میں یہ ملفوظات اس گفتگو کے موقع کے ہیں جب مجلس میں اس کا ذکر تھا کہ جو کچھ تقدیر میں ہے وہ بدلا نہیں جا سکتا، فوائد الفواد میں یہ ملفوظات اس موقع کے ہیں، جب یہ ذکر تھا کہ نزول بلا سے پہلے کی دعا قبول ہوتی ہے، سیر الاولیا میں یہ ملفوظات ادعیۂ ماثورہ کے بیان کے سلسلے میں درج ہیں، پھر سیر الاولیا اور فوائد الفواد کے کچھ الفاظ تو مشترک ہیں، مگر افضل الفوائد کے ملفوظات معناً تو یکساں ہیں لیکن لفظاً مختلف ہیں، جو اس بات کا ثبوت ہو سکتا ہے کہ یہ عبارتیں فوائد الفواد یا سیر الاولیا سے سرقہ نہیں کی گئی ہیں، پھر افضل الفوائد میں خلیفۂ فوائد الفواد میں بادشاہ اور سیر الاولیا میں حاکم کیوں درج ہے، اس اختلاف کی وجہ کیا بتائی جا سکتی ہے، کیا یہ دلیل قابل قبول ہو سکتی ہے کہ اس روایت کو بیان کرتے وقت خود حضرت خواجہ کی زبان مبارک سے مختلف مجلسوں میں یہ اختلاف پیدا ہو گیا۔

افضل الفوائد اور فوائد الفواد دونوں میں شیخ فرید الدین عطار کی تذکرۃ الاولیا سے وہ روایتیں نقل کی گئی ہیں، ان ہی میں افضل الفوائد کی ایک روایت کا اردو ترجمہ منادی کے امیر خسرو نمبر کے ص ۸۶ پر درج ہے، جس کا فارسی متن یہ ہے۔

''بعد ازاں سخن در برکت یافتن خواجہ حسن بصری حکایت فرمود کہ خواجہ حسن طفل بود، روزے در کوزۂ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم آب بخورد، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پرسید کہ ازیں کوزہ آبکہ خورد، گفتند حسن، چنانچہ ازیں کوزہ آب بخورد علم بروسرایت کند۔ (افضل الفوائد قلمی نسخہ ص ۱۶۴)

Marfat.com

یہ روایت تذکرۃ الاولیا میں اس طرح درج ہے۔

"نقل است کہ حسن طفل بود، یک روز از کوزۂ پیغامبر علیہ السلام آب خورد در خانۂ ام سلمہؓ پیغامبر گفت علیہ السلام ایں آب کہ خورد، گفت چند انگ ازیں آب خورد علم من بدہ سرایت کند۔ (ص ۴۴)

افضل الفوائد اور تذکرۃ الاولیا کی روایتیں معنا ایک ہیں، مگر لفظا ایک نہیں ہیں، جس سے یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ تذکرۃ الاولیا سے نقل کر لی گئی ہیں، بلکہ یہ زبانی دہرائی گئیں جو اسی طرح قلم بند کر لی گئیں۔

افضل الفوائد میں یہ بھی روایت بیان کی گئی ہے کہ۔

مادر خواجہ حسن بصری از موالی حضرت ام سلمہؓ بود چوں مادرش بہ مشغول شدی خواجہ حسن بگریستی کہ ہنوز شیر نمی خوردہ، ام سلمہؓ پستان شریفہ خود در دہان او نہادی تا بمکیدی وقطرۂ شیر پدید آمدی، بعد ازاں خواجہ ذکرہ اللہ بالخیر بر لفظ مبارک راند کہ چوں ہزار برکت کہ حق تعالیٰ در وی پدید آورد وآں از برکت او بود۔ (ص ۱۶۴)

تذکرۃ الاولیا میں یہ روایت اس طرح درج ہے۔

"مادر او از موالی ام سلمہؓ بود، چوں مادرش بہ کاری مشغول شدی، حسن درگریہ آمدی، ام سلمہؓ رضی اللہ عنہا پستان خود در دہانش نہادی تا او بمکیدی، قطرہ چند شیری پدید آمدی، چنداں ہزار برکات کہ حق از و پدید آورد ہمہ از اثر شیر ام سلمہؓ بود۔ (ص ۲۴)

یہ روایت بھی معنا ایک ہے، لیکن تذکرۃ الاولیا سے نقل کی ہوئی نہیں ہے، کیوں کہ اس کو بیان کرنے سے پہلے حضرت خواجہ نظام الدین سنجری اولیا نے یہ فرمایا۔

"سخن در بزرگی شیخ معین الدین سنجری افتاد حکایت فرمود کہ آں روز کہ

Marfat.com

شیخ عین الدین بخدمت شیخ عثمان ہارونی نوراللہ مرقدہٗ پیوست وبیعت آورد ونیز برفوائد کہ اززبان گوہر بیان شیخ می شنید آں رابقلم آورد چنانچہ ایں حکایت دربزرگی خواجہ بصری درآں فوائد نبشتہ دیدہ ام۔(ص۱۶۳)

اس سے ظاہر ہے کہ خواجہ حسن بصریؒ سے متعلق چشتیہ سلسلہ کے بزرگوں میں ایسی روایتیں برابر بیان کی جاتی رہیں، جوغالبا تذکرۃ الاولیاہی کی ہوتیں، تذکرۃ الاولیا کی ان ضعیف روایتوں کے دہرانے اوران کوملفوظات کے کسی مجموعہ میں قلم بند کرنے سے پورا مجموعہ جعلی قرارنہیں دیا جاسکتا ہے، پہلے ذکرآچکا ہے کہ صوفیائے کرام کی مجلسوں میں اثر پیدا کرنے کی خاطر موضوع حدیثوں کے ساتھ غیر مستند روایتوں کا سہارا بھی لے لیا جاتا۔

افضل الفوائداورفوائدالفواد میں مشترکہ اشعار کے ہونے سے یہ دلیل فراہم نہیں کی جاسکتی ہے کہ یہ سب کچھ فوائدالفواد سے سرقہ ہے، اگرفوائدالفواد کے اشعار دورنظامی میں پائے جاتے ہیں تووہ فرضی نہ سمجھے جائیں لیکن وہی اشعارافضل الفوائد میں پائے جائیں تو یہ مسروقہ قراردیئے جائیں، یہ عجیب منطق ہے۔

اشعار کے غلط نقل ہونے کی مثالیں گذشتہ اوراق میں آچکی ہیں، اس لیے وزن کی غلطیاں بھی ملفوظات کے فرضی ہونے کی دلیل نہیں ہوسکتیں، اگرمختلف نسخوں کا مطالعہ کیا جائے تو یہ سارے شکوک آسانی سے رفع ہوسکتے ہیں۔

یہ اعتراض بھی صحیح نہیں کہ افضل الفوائد میں حضرت خواجہ بختیار کاکیؒ کی وجہ تسمیہ غلط بتائی گئی ہے، معلوم نہیں کاکی کی وجہ تسمہ کتنی بتائی گئی ہے اوراب تک یہ فیصلہ کرنا مشکل ہے کہ کون سی صحیح ہے۔

شروع کے خواجگان چشت کے ساتھ افضل الفوائد پر یہ بھی اعتراض ہے کہ ان جعلی ملفوظات کی تاریخیں بھی اکثر غلط ہیں، اس کا یہ جواب کیا قابل قبول ہوسکتا ہے کہ طبقات ناصری بہت اہتمام سے لکھی گئی ہے، پھر بھی اس میں بہت سے سنین صحیح نہیں ہیں، تو

Marfat.com

کیا پھر طبقات ناصری جعلی قرار دی جائے گی، تاریخ فرشتہ میں ہے کہ حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ غزنین سے لاہور اور دہلی ہوتے ہوئے اس وقت اجمیر آئے جب کہ سید حسین مشہدی المشہور بہ جنگ سوار اجمیر کے داروغہ تھے اور تاریخ ۱۰ محرم ۵۶۱ھ بتائی ہے، جو یقیناً غلط ہے، (جلد دوم ص ۳۷۷) یہی روایت سیر العارفین میں ہے (ص ۱۳-۱۲) کیا حضرت خواجہ معین الدین چشتی شہاب الدین غوری کے ہندوستان کے حملہ کے موقع پر اجمیر میں نہ تھے؟ سیر العارفین میں ہے کہ لاہور میں حضرت شیخ سعد الدین حمویہ کے پیر شیخ زنجانی حضرت خواجہ معین الدین چشتی کی بے حد دوستی اور محبت ہوگئی تھی، مگر یہ صحیح نہیں کیوں کہ شیخ حسین زنجانی شیخ علی ہجویریؒ کے پیر بھائی تھے، جو شیخ علی ہجویریؒ کے لاہور آنے سے پہلے وفات پا گئے تھے، اسی طرح سیر العارفین میں ہے کہ جس سال حضرت خواجہ معین الدین لاہور پہونچے، اسی سال حضرت علی ہجویریؒ کا انتقال ہوا تھا، یہ روایت بھی صحیح نہیں، کیوں کہ حضرت علی ہجویریؒ کی وفات سنہ ۴۶۵ سے ۵۰۰ ہجری کے آغاز تک بتائی جاتی ہے، جس سے یہ ظاہر ہے کہ حضرت خواجہ کی پیدائش سے بہت پہلے حضرت علی ہجویری کا وصال ہو چکا تھا، سیر العارفین اور تاریخ فرشتہ میں سنین اور واقعات کی ان غلطیوں کی وجہ سے کیا یہ دونوں کتابیں جعلی اور فرضی سمجھی جانے کی مستحق ہیں۔

یہ بھی اعتراض ہے کہ ان جعلی ملفوظات کے مجموعوں میں زندگی کی ہمک اور موضوعات میں تنوعات بھی نہیں، ان کے مطالعہ میں دل کو سرور اور دماغ کو نور حاصل نہیں ہوتا ہے، (ص ۷۷) سرور اور نور کا حاصل کرنا ایک اضافی چیز ہے، بزرگان دین کو تصوف کے ذریعہ سے تصفیہ قلب، تجلیہ باطن، عشق الٰہی، اسرار الٰہی اور نور الٰہی حاصل ہوا کیے ہیں، صوفیائے کرام نے اسلام کی جو خدمات انجام دی ہیں، ان سے اسلام کی روحانی اور اخلاقی تعلیمات کی تاریخ جگمگا اٹھی ہے، مگر ۱۹۷۶ء میں دہلی میں امیر خسرو کا جو بین الاقوامی سیمینار ہوا، اس میں ایم بیرونی ملک کے ایک بہت ہی ممتاز نمایندہ نے یہ دعویٰ کیا کہ تصوف کا کوئی

Marfat.com

تعلق اسلام سے نہیں، اس کی تائید ہندوستان کے ایک پروفیسر صاحب نے بھی کی، پھر ۱۹۷۷ء میں جامعہ ملیہ اسلامیہ میں ''اسلام کی تشکیل جدید'' پر جو سمینار ہوا، اس میں ایک متقشف عالم نے مجھ سے کہا کہ اسلام کو تصوف سے جتنا نقصان پہونچا ہے، کسی اور چیز سے نہیں پہونچا، موجودہ دور کے بہت بڑے متکلم اسلام مولانا مودودی کا بیان ہے کہ تصوف کا کام افیون کا چسکا لگا کر تھپک تھپک کر سلا دینا ہے اور اس کو چنیا بیگم قرار دیا ہے، اس کے ماننے والے کو مزمن مریض کہا ہے۔ (تجدید واحیائے دین، ص ۷۴۔۷۳)

مگر اسی چنیا بیگم کے عشاق میں سے، حضرت خواجہ حسن بصریؒ، حضرت بایزید بسطامیؒ، حضرت جلال الدین رومیؒ، حضرت عبدالقادر جیلانیؒ، حضرت شہاب الدینؒ سہروردیؒ، حضرت ابوالحسن علی ہجویریؒ، حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ، حضرت بختیار کاکیؒ، حضرت فرید الدین گنج شکرؒ، حضرت نظام الدین اولیاؒ، حضرت باقی باللہؒ، حضرت مجدد الف ثانیؒ، حضرت شاہ ولی اللہؒ اور ان کی طرح اور بزرگان دین اور مردان حق رہے، کیا وہ مومن مریض رہے، کیا ان سے اسلام کو نقصان پہونچتا رہا، اگر ان کے اسمائے گرامی اسلام کی تاریخ سے نکال دیئے جائیں تو اسلام کی کوئی روحانی تاریخ مرتب نہیں ہو سکے گی۔

اگر تصوف سے کسی کو کچھ حاصل نہیں ہوتا تو اس کے لیے تصوف نہیں، بلکہ تاریخ ذہن اور بیمار دل مورد الزام ہے، رہا نور اور سرور کا حاصل ہونا، تو کچھ لوگ ایسے بھی ہیں، جن کو نور اور سرور اس میں حاصل ہوتا ہے کہ وہ اپنی تحقیقات سے یہ ثابت کر دکھائیں کہ امیر خسرو عاشق مزاج اور عشق باز تھے، وہ مسلسل عشق کرتے رہتے میں ایمان رکھتے، وہ ایک گائک اور نائک بھی تھے، ان کی صحبت ڈھاری، ڈفالی اور سازندوں کے ساتھ رہتی تھی، انھوں نے نہ تو کبھی اپنے کو پارسا ظاہر کیا اور نہ صوفیت بگھاری، بلکہ ہمیشہ اپنے ایک زندا اور قلندر ہونے پر فخر کیا، وہ طماع ہوس زر میں مبتلا، کذب گو اور سیہ رو شاعر تھے، اس قسم کے مباحث پروفیسر ممتاز حسین کی کتاب، امیر خسرو حیات اور شاعری میں ملیں گے، جو

Marfat.com

پاکستان میں سات سو سالہ جشن کمیٹی کی طرف سے شائع ہوئی ہے، پروفیسر صاحب کو اس قسم کی باتیں لکھنے میں خاص نور اور سرور حاصل ہوا، مگر یہ وہ لوگ ہیں، جو ہماری مذہبی، روحانی اور ثقافتی وراثت کا تمسخر کر کے ہم کو اپنے ماضی کی عظمت سے بیگانہ کرنا چاہتے ہیں، اسی لیے ہم کو یہ احتیاط کرنی چاہیئے کہ ہم ان جیسے لوگوں کے لیے اپنی تحریروں میں ایسا مواد نہ فراہم کر دیں، جن سے فائدہ اٹھا کر وہ تحقیق کی آڑ میں اسلام اور تصوف دشمنی کا ثبوت دیں۔

راحت المحبین: یہ بھی حضرت خواجہ نظام الدین اولیاؒ کے ملفوظات کا مجموعہ ہے، جس کو حضرت امیر خسرو ہی نے مرتب کیا، مگر یہ موجودہ دور کے مصنفوں اور محققوں کی نظروں سے اوجھل رہا، ڈاکٹر وحید مرزا خسرویات کے بڑے ماہر ہیں، ان سے بھی یہ نظر انداز ہو گیا، اس کی وجہ شاید یہ ہو کہ اس کا ذکر برٹش میوزیم کے کیٹلاگ جلد سوم ص ۹۷۳ پر آیا ہے، اس کے مرتب نے لکھا ہے کہ اس میں حضرت خواجہ نظام الدین اولیاؒ کے ملفوظات ۶۸۹ھ سے ۶۹۰ھ تک قلم بند کیے گئے ہیں، اتنا لکھنے کے بعد یہ بھی تحریر کر دیا ہے کہ جس مرید نے اس کو مرتب کیا، اس کا نام اس میں ظاہر نہیں ہوتا ہے، جس سے یہ خیال پیدا ہوا کہ کسی نامعلوم مرید نے اس کو مرتب کیا، اسی وجہ سے یہ امیر خسرو سے منسوب نہ ہو سکا۔

معلوم ہوتا ہے کہ برٹش میوزیم کے کیٹلاگر کے سامنے کوئی ناقص نسخہ تھا، جس کے شروع کے اوراق نہ رہے ہوں، راقم نے بزم صوفیہ لکھتے وقت برٹش میوزیم کے کیٹلاگر ہی کے بیان پر بھروسہ کیا، و راحت المحبین کا کوئی فارسی نسخہ اب تک نظر سے نہیں گزرا ہے، البتہ اس کا اردو ترجمہ جناب اخلاق حسین دہلوی، لال بستی نظام الدین کی مہربانیوں سے مطالعہ کرنے کا موقع ملا، اس کی ابتدا اس طرح ہوتی ہے۔

''مجلس اول۔ روز دوشنبہ بستم ماہ رجب المرجب ۶۸۹ھ نبوی گفتگو دربارۂ آفرینش حضرت آدم علیہ السلام واقع ہوئی، بندہ گنہ گار امید وار رحمت پروردگار کہ یکے از بندگان وحلقہ بگوشان حضرت سلطان المشائخ ہے، اس کی

Marfat.com

یاوری بخت سے دولت قدم بوسی حاصل ہوئی، عزیز ان اہل صفہ حاضر خدمت تھے، بندہ واسطے گذارش مدعا کے دست بستہ کھڑا تھا، آپ نے مجھے کھڑا ہوا دیکھ کر ازراہ مکرمت فرمایا کہ بیٹھ جاؤ، اور جو کچھ کہنا ہو عرض کرو، میں نے قدم بوسی کی، آپ نے ازراہ نوازش مجھے اٹھایا اور باردیگر ارشاد فرمایا کہ تم کو اجازت ہے، جو کچھ کہنا چاہو، کہو، میں نے التماس کیا کہ اس نحیف نے قبل ازیں جس قدر ارشادات نفیسہ زبان مبارک سے سنے تھے، ان کو قلم بند کیا کہ ایک کتاب مرتب ہوگئی، بندہ نے اس کا نام افضل الفوائد رکھا ہے، کتاب مذکور شرف ملاحظہ حضور سے مشرف ہو چکی ہے، اب میں طالب اجازت ہوں کہ موثر ترغیب وترہیب زبان مبارک حضرت مخدوم سے سنوں، اسے سلک تحریر میں لاؤں، مستدعی ہوں کہ حضور آیندہ اکثر ذکر حضرت انبیاء عظام علیہم السلام فرما دیں، بہ کمال ذرہ نوازی ہوگی، بندہ کی عرضداشت ختم ہوتے ہی آپ نے مسکرا کر ارشاد فرمایا کہ بہت خوب میں نے تمہارے آنے سے پہلے ہی یہ حکایت آغاز کی ہے۔

اس سے ظاہر ہے کہ راحت المحبین کو امیر خسرو ہی نے مرتب کیا، مگر جب فوائد الفواد کے سامنے افضل الفوائد مقبول نہ ہو سکی تو راحت المحبین کیسے مقبول ہو سکتی تھی، اس کے مستند ہونے کا سب سے بڑا ثبوت یہ بھی ہے کہ اس کا حوالہ شیخ رکن الدین بن عماد الدین دبیر کاشانی خلد آبادی کی تصنیف شمائل الاتقیا میں موجود ہے، جو حضرت نظام الدین اولیاؒ کی وفات پچیس تیس سال کے بعد ہی لکھی گئی، اس کے ماخذوں کی فہرست میں صاف طور پر لکھا ہوا ہے۔

''راحت المحبین ملفوظ شیخ نظام الدین تالیف کردہ امیر خسرو''۔

پھر اس کتاب کے اندر جہاں فوائد الفواد سے اقتباسات لیے گئے ہیں، وہاں

Marfat.com

راحت المحبین کے اقتباسات سے بھی درج ہیں، مثلاً۔

''راحت المحبین ملفوظ خواجہ:۔ کلاہ چہار خانہ دارد، اول خانہ اسرار است وانوار دوم خانہ محبت وتوکل است، سوم خانہ عشق واشتیاق، چہارم خانہ رضا وموافقت است، ہر کہ ایں کلا پوشد، ہر چہار چیز در تارک او مرکب است، باید کہ پوشندۂ ایں کلاہ از یں ہر چہار نعمت محروم نباشد و بر آں کار کند، وحق آں بگذارد۔ (ص ۵۸)

''رسالہ راحت المحبین ملفوظ خواجہ:۔ مہتر موسیٰ را ہوس شد تا گلیم پوشد مناجات کرد، فرمان آمد، اے موسیٰ لباس عاشقاں اما بے شکرانہ می خواہی کہ در برکشی، مہتر موسیٰ در خانہ رفت، ہر ملک واسباب ومال کہ داشت در راہ حق بذل کرد بجد یکہ جامہ تن ہم داد فرمان شد کہ اکنوں حق تست بپوش بس تا آں زماں کہ صاحب نصاب اسباب است تصوف برو جانبر نیست۔ (ص ۶۸)

اس مجموعہ میں زیادہ تر انبیائے عظام علیہم السلام کا ذکر ہے، تمام نبیوں کے مستند سوانح تو اب بھی مشکل سے ملیں گے، شاید امیر خسرو کو خیال ہوا ہو کہ انبیائے کرام کے حالات جانے اور لکھے جائیں تا کہ لوگ ان سے مستفید ہوں، ان کے نزدیک ان کے شیخ سے بڑھ کر اور کون ان کے حالات سنا سکتا تھا، اس لیے ان ہی کی زبانی انبیائے کرام کی کہانی سنی اور قلم بند کر دی، اس میں حضرت آدمؑ، حضرت داؤدؑ، حضرت نوحؑ، حضرت زکریاؑ، حضرت ابراہیمؑ، حضرت اسحاقؑ، حضر اسماعیلؑ، حضرت ادریسؑ، حضرت الیاسؑ، حضرت یعقوبؑ، حضرت یوسفؑ، حضرت موسیٰؑ، حضرت عیسیٰؑ اور ان میں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے جستہ جستہ حالات ہیں، آپ کے بعد خلفائے راشدینؓ کا بھی ذکر خیر ہے، یہ حالات کچھ مرتب طریقہ پر بیان نہیں کیے گئے ہیں، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت خواجہؒ کو اپنی مجلسوں میں جو ہر وقت یاد آتا گیا، وہ بیان فرماتے گئے، نکتہ چین محققین

Marfat.com

ان میں بہت کچھ سقم نکال سکتے ہیں، مگر اس وقت انبیا علیہم السلام سے متعلق جو معلومات تھیں، وہ انھوں نے بیان کر دیں: انبیا کے معجزات پر تو آج کے بیمار دل رکھنے والوں کو یقین ہی نہیں ہوگا مگر جس مجلس میں یہ سب کچھ بیان کیا گیا، اس کے حاضرین کی ذہنیت مریضانہ نہ تھی، وہ اپنے مرشد کی زبانی جو کچھ سنتے اس پر ایمان کامل رکھتے۔

اگر اس مجموعہ کو امیر خسروؒ کے علاوہ کسی اور نے مرتب کر کے ان کے نام سے منسوب کر دیا ہے تو جب تک اس مرتب کرنے والے کا نام معلوم نہ ہو اور یہ یقین کے ساتھ نہ بتایا جائے کہ وہ کون سا کارخانہ تھا جہاں اس قسم کے ملفوظات ڈھال کر کبھی حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ کبھی حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی، کبھی حضرت فرید الدین گنج شکر، کبھی خواجہ نظام الدینؒ اولیا اور کبھی امیر خسرو کے اسمائے گرامی سے منسوب کر دیئے جاتے تھے، تب تک کوئی وجہ نہیں کہ جن کے اسمائے گرامی کے ساتھ وہ صدیوں سے منسوب ہوتے آرہے ہیں، ان کو محض تحقیق کے نام پر ہم جعلی اور فرضی قرار دیں۔

اس میں بعض ملفوظات ایسے بھی ہیں، جن میں عشق کی وہی چنگاریاں ہیں، جو امیر خسرو کے سینہ میں سوز بن کر منتقل ہوتی رہیں، حضرت خواجہؒ نے فرمایا۔

''اے درویش عزیز من کہ جس وقت اللہ تبارک وتعالیٰ نے خزانۂ بلا پیدا کیا، صرف انبیا و الیاؑ کے واسطے پیدا کیا، فرشتوں نے جب اس خزانۂ بلا کو دیکھا ہیبت سے پگھل گئے اور سر بسجود ہو کر عرض کیا کہ یہ خزانہ کن لوگوں کے واسطے ہے، فرمان الٰہی ہوا کہ، اے فرشتو، تم اس نعمت سے فارغ ہو، یہ نعمت اپنے خلیفہ کے نصیب کی گئی، جسے ہم زمین میں پیدا کریں گے، یہ بلا حضرت آدمؑ اور ان کی اولاد کے واسطے ہے، جو میرے محب ہیں، ان پر اس بلا کو نازل کر کے ان کا امتحان کروں گا اور جو شخص دعویٰ محبت کرے گا، اس پر یہ بلا بالخصوص نازل کی جاوے گی، وہ اس کے ایسے خواہش مند ہوں گے کہ میں بلا نازل نہ کروں گا اور یہ

Marfat.com

ہزار آرزو خواہش کریں گے، اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ اے درویش یہ طائفہ جو عشق دوست میں مستغرق ہے، شب و روز بلا کی آرزو میں وقت گذارتا ہے، کیوں کہ جو بلا دوست کی جانب سے آتی ہے، وہ بلا نہیں بلکہ ایک نعمت ہے، کہ از جانب دوست ہدیۃً پہونچتی ہے، اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ ایک عاشق صادق ہر روز صبح اٹھ کر یہ دعا مانگتا تھا، کہ یا الٰہی رزق میرا سوا بلا کے دوسری شے نہ کر کہ بہترین خواہش میری تیری بلا ہے، کسی نے ان سے دریافت کیا کہ تم یہ بات کیسی عجیب کہتے ہو، انھوں نے جواب دیا کہ یہ بیان میرا نہایت صحیح ہے، کیوں کہ امتحان دوست کا بلا سے ہوتا ہے اگر میں اس کی خواہش نہ کروں، ہر آئینہ درمیان اہل سلوک ثابت قدم نہ ہوں گا، حضرت خواجہ ذکرہ اللہ بالخیر یہ بیان فرما کر آنکھوں میں آنسو بھر لائے اور یہ رباعی ارشاد فرمائی۔

ہر جا کہ بلائے تست بر جانم باد ☆ چوں در رضائے تست بر جانم باد

گر بر سر عاشقاں بلا ہا باشد ☆ آں جملہ بلائے تست بر جانم باد

(اردو ترجمہ، ص ۱۵۱۔۲۵۰)

پھر اسی مجلس میں اس کی مزید توضیح اس طرح کی۔

''خواجہ ذکرہ اللہ بالخیر آنکھوں میں آنسو بھر لائے، اور ارشاد فرمایا کہ عاشقوں نے بلا ساتھ آرزو اور خواہش کے چاہا ہے، تب واصلانِ حق سے ہوئے ہیں، المحبۃ فی المحبین، اس کے بعد ارشاد فرمایا، اول شخص جس نے دنیا میں سب سے پہلے بلائے عشق قبول کی، وہ آدم صفی اللہ علیہ السلام تھے، خمیر آدم علیہ السلام کا خاک بہشت سے تھے، اگر خاک بہشت حضرت آدم علیہ السلام کی سرشت میں نہ ہوتی تو ان کی اولاد کو کبھی عشق نہ ہوتا، جب کہ اول عشق ان کو ہوا، اثر ان کا ان کی اولاد میں بھی باقی رہا، اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ جو ولولہ عشق الٰہی کا اولیا میں ہے، وہ سب

Marfat.com

حضرت آدمؑ کے طفیل سے ہے، یہ بیان فرما کر آپ آنکھوں میں آنسوں بھر لائے اور یہ رباعی ارشاد فرمائی۔

از بہر رخ تو مبتلای باشم ☆ واندر غم عشق تو بلای باشم
در یاد جمال تو جہاں مشغولم ☆ خود چیزے نیست کجای باشم

امیر خسرو کی صوفیانہ شاعری میں ایسے ہی عشق کی چنگاریاں بھڑکتی رہیں۔

امیر خسرو کی صوفیانہ شاعری: امیر خسرو کی فارسی شاعری محض شاعری نہیں بلکہ ایک اعجاز ہے، قصیدہ گوئی ہو، مثنوی نگاری ہو، غزل سرائی ہو، شاعری کی ہر صنف میں اپنا شاعرانہ کمال دکھاتے رہے شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اخبار الاخیار میں لکھا ہے کہ امیر خسرو کے کلام میں جو برکات ہیں، وہ گنہ گاروں کے دل میں نہیں پائی جاسکتی ہیں، برکات سے محروم لوگوں کے کلام کو مقبولیت اور قلبی اثر حاصل نہیں ہوسکتا، (اخبار الاخیار، ص ۹۴۔۹۳) مولانا شبلی بھی رقم طراز ہیں کہ امیر خسرو کا ہر شعر جو بجلیاں گراتا ہے، وہ اسی وادی ایمن یعنی تصوف کی شرر باریاں ہیں، (شعر العجم حصہ دوم ص ۱۲۹) ان کے اشعار پڑھتے وقت ایسا محسوس ہوتا ہے کہ یہ خاص مجازی انداز میں کہے گئے ہیں، مگر اسی کے ساتھ یہ احساس ہوتا ہے کہ ان کے اشعار کیا ہیں، بلکہ بقول مولانا شبلی آگ سے دھواں اٹھ رہا ہے، معلوم ہوتا ہے کہ وہ رو رہے ہیں، روتے روتے ٹھہر جاتے ہیں اور جب رو لیتے ہیں تو آگے بڑھ جاتے ہیں، ان کی طبیعت میں بہ سوز، یہ گداز اور یہ درد آگینی، ان صوفیانہ کیفیات سے پیدا ہوئی جوان کو فطری طور پر حاصل تھیں اور جن میں جلا ان کے مرشد کی صحبت میں ہوتی رہی، ان کی مثنویوں، قصیدوں اور غزلوں میں بعض ایسے اشعار ہیں، جن میں وہی عارفانہ کیفیات بھری ہوئی ہیں، جو اس راہ میں محسوس ہوا کرتی ہیں، اس کے مختلف پہلوؤں پر تبصرہ کرنے سے پہلے راقم کی خواہش ہے کہ اہل نظر اور اصحاب دل نے مختلف مواقع کی کیفیات کے لیے ان کے اشعار کا سہارا کس طرح لیا، اس کا ذکر آجائے تا کہ آئندہ راقم جو کچھ عرض

Marfat.com

کرے، اس کی تائید ہو جائے۔

سیر الاولیا کے مصنف کی قدر دانی: امیر خسرو کے معاصروں میں سیر الاولیا کے مؤلف نے ان کے اشعار کثرت سے نقل کر کے اپنی تحریروں میں خاص روحانی کیفیت پیدا کر دی ہے، ہم یہاں کچھ مثالیں پیش کرتے ہیں۔

''حضرت خواجہ نظام الدین اولیا جمعہ کی نماز سے پہلے تجرید فرماتے، یعنی اپنے انبار خانوں اور حجروں کا بالکل خالی کر دیتے اور وہاں جھاڑو دلوا دیتے کہ فتوحات میں سے کوئی چیز باقی نہ رہے، اس تجرید کے وقت بادشاہ یا کسی شہزادہ کی طرف سے کوئی آدمی پہونچ جاتا، فتوحات لاتا، ان کے آنے کے دبدبہ کا شور حضرت خواجہ کے کام میں پڑتا تو وہ ٹھنڈی سانس لیتے اور اپنے سینۂ مصفا سے ایک آہ کھینچ کر فرماتے، یہ لوگ ایک درویش کے وقت کو غارت کرنے کے لیے کہاں سے آ گئے، سیر الاولیا کے مصنف کا بیان ہے کہ امیر خسرو کا یہ شعر ایسے ہی موقع کے لیے موزوں ہوا ہے۔

تو کہ بردر تو کم شد سر و تاج بادشاہاں ☆ چہ خیال فاسد است ایں کہ من گدایت جویم

(سیر الاولیا، ص ۱۳۱)

حضرت خواجہ نظام الدین اولیا کے ایک ممتاز مرید شیخ تاج الدین تھے، پہلے دنیا میں ملوث رہے، پھر اس کو چھوڑ کر حضرت خواجہ کے ہاتھ پر بیعت کی، فقر اور فاقہ کر کے مجاہدہ کو اپنی دولت سمجھنے لگے، سیر الاولیا کے مصنف نے اس سلسلہ میں امیر خسرو کا یہ شعر نقل کیا ہے۔

مملکت عشق ملک شد از کرم الٰہی ام ☆ پشت من و پلاس غم اینست قبای شاہی ام

(ص ۳۱۲)

مولانا شمس الدین وامغانی حضرت خواجہ کے حلقۂ ارادت میں داخل ہوئے تو سیر الاولیا کے مصنف نے اپنی خوشی کا اظہار امیر خسرو کے اس شعر کے ساتھ کیا ہے۔

Marfat.com

سعادت ابدی درپے ارادت تست ☆ چناں کہ عید مبارک زبعد ماہ صیام

(ص،۳۵۷)

سیر الاولیا کے مصنف کا بیان ہے کہ جمعہ کی رات کوانھوں نے خواب میں دیکھا کہ حضرت خواجہؒ کی مجلس سجی ہوئی ہے، وہ وہاں حاضر ہوئے، تو حضرت خواجہؒ نے ان کا ہاتھ پکڑ لیا اور فرمایا کہ تجدید بیعت کرلو، اس سے میری روح میں ایک تازگی پیدا ہوگئی، کیوں کہ یہ میرے دل میں بھی بات تھی، حضرت خواجہ نے تجدید بیعت کرائی، جس سے میں بہت خوش ہوا اور مجھ پر گریہ طاری ہوگیا، امیر خسرو کا کیا خوب شعر ہے۔

ہمہ شب گریہ ام خفتن ندادہ است ☆ کہ بوئے گل رخ من باصبا بود

(ص،۳۶۴)

حضرت خواجہؒ کی یہ تعلیم تھی کہ اہل تصوف عشق الٰہی میں وقت گذاریں اور خواہ مخواہ شہرت حاصل کرنے کی کوشش نہ کریں، ورنہ آخرت میں سزا پائیں گے، اسی بات کو امیر خسرو نے اس طرح کہا ہے۔

باش تا پردہ برانداز و جہاں از روئے کار ☆ آنچہ امشب کردۂ فردات گردد آشکار

خود امیر خسرو نے کبھی پیر بننے کی خواہش ظاہر نہ کی، صرف حضرت خواجہؒ کے درسے وابستہ ہی رہنا پسند کیا، کہتے ہیں۔

زنجیر سگاں در خود برسر من بند ☆ اکنوں سرایں نیست کہ دستار بہ بندم

حضرت خواجہؒ کی یہ بھی تعلیم تھی کہ محبت الٰہی میں دن اور رات یکساں ہے، محبوب کی محبت کی بے قراری میں نیند نہیں آتی، راز و نیاز حاصل کرنے کے لیے گریۂ وزاری ضروری ہے، اس سے مشاہدہ میں ترقی ہوتی ہے، اس کے لیے رات کا وقت موزوں ہوتا ہے، جو اس نعمت کا طالب ہوتا ہے، تو اس کو خواب وقرار کی کیا ضرورت ہے، اسی لیے امیر خسرو نے کہا ہے۔

Marfat.com

خواب زچشم من بہ شد چشم تو بست خواب من ☆ تاب نماند در تنم زلف تو برد تاب من

(ص، ۴۵۷)

ایک بار حضرت خواجہؒ نے سوز عشق پر گفتگو کرتے ہوئے فرمایا کہ سینہ کی آہ سے دریا بھی خشک بیابان ہوسکتا ہے، امیر خسرو نے اسی کو اس طرح قلم بند کیا ہے۔

دریاز آہ سینۂ من خشک شد چناں ☆ برگریۂ چشم خویش نہ بیند کسے نمے

موجودہ دور کے اصحاب نظر کا اعتراف: موجودہ دور کے جن اصحاب نظر نے امیر خسرو کی شاعری کا مبصرانہ اور غائر نظر سے مطالعہ کیا ہے، ان کو بھی امیر خسرو کے یہاں بکثرت عارفانہ رنگ کے اشعار ملے ہیں، مثلاً امیر خسرو کے دیوان وسط الحیوٰۃ کو جناب فضل احمد حافظ نے ایڈٹ کیا تو اپنے دیباچہ میں امیر خسرو کی یہ غزل نقل کرتے ہیں۔ (ص ۱۴۳)

بیا ساقی کہ مادرمے افتادیم ☆ بخدمت پیش مے، خواراں ستادیم

سر رندی چو کج کردیم درعشق ☆ کلاہ صوفیاں ہم کج نہادیم

ان اشعار کی تصریح کرتے ہوئے وہ لکھتے ہیں کہ قطع منازل سلوک کا اظہار رندانہ انداز میں کیا گیا ہے، حاصل یہ ہے کہ ہم نے انانیت (خودی) کو مٹانے اور عشق صادق پیدا کرنے کیے لیے اہل محبت کی خدمت اختیار کرلی ہے اور اپنا ظاہر و باطن یکساں کرنے کے لیے کسی تکلف اور تصنع کو روا نہیں رکھا، کلاہ زاہد اگر کج ہی سہی، طاعت وتقویٰ کا التزام نہ ہو لیکن ساقی (مرشد کامل) کی نظر لطف درکار ہے، جس پر ہم ہر دم نثار ہیں، یہ تمام حقائق مجاز کے رنگ میں ہیں، پھر وہ امیر خسرو کی ایک اور غزل نقل کرتے ہیں۔

بیا تا پے گل وصہبانہ باشم ☆ کہ گل باشد بسے ورمانہ باشیم

چو تنہا بودنی باید ہماں بہ ☆ کہ از ہم صحبتاں تنہانہ باشیم

بیا جانا ومارا باش امروز ☆ چو میدانی کہ ما فردانہ باشیم

چو بگذارند یکجا دوستاں را ☆ چرا با دوستاں یکجانہ باشیم

Marfat.com

ان اشعار کی تشریح اس طرح کرتے ہیں کہ پہلے شعر میں گل وصہبا سے مراد جذبات محبت ہیں، جو کاملین کی صحبت سے حاصل ہوتے ہیں، دوسرے شعر میں گور کی تنہائی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ترغیب صحبت نیکاں ہے، تیسرے شعر میں حسن استدلال کے طور درخواست ہے، کہ جب کہ کل ہم نہ ہوں گے تو صرف آج کے لیے اگر تم میرے پاس آجاؤ تو کیا حرج ہے، آخری شعر میں صحبت دوستاں غنیمت شمر کو ادا کیا ہے اور وجہ وہی خوف تفرقہ ہے جو کل یا آیندہ کل ضرور واقع ہوگا۔

ایک اور مسلسل غزل نقل کی ہے۔

اگر اصحاب عشرت مے پرستند ☆ بیا ساقی کہ من ساقی پرستم
مرا گویند در مستی چہ دیدی ☆ کہ می گوئی دل اندر بادہ بستم
تعالیٰ اللہ ازیں بہتر چہ باشد ☆ کہ از ننگ وجود خویش رستم

ان اشعار کو اس طرح سمجھایا ہے کہ عشاق کی پہلی منزل ترک جاہ و مال و نام و ننگ ہے اور سب سے آخری ننگ وجود سے رستگاری یعنی مرشد کامل کی توجہ سے مرتبۂ فنا حاصل ہونا، جو اعلیٰ درجۂ مقامات سلوک ہے۔

امیر خسرو کے یہ اشعار بظاہر عاشقانہ معلوم ہوتے ہیں۔

خواہم کہ بکوئے تو روم جاں بسپارم ☆ صد جان دگر در عوض از کوئے تو آرم
گر خلق جہاں زندہ بجانند ولیکن ☆ من زندۂ عشقم کہ شہید غم یارم

مگر جناب فضل احمد حافظ صاحب نے ان کی اس طرح تشریح کی ہے کہ عوام کے غم کے خلاف زندگی اور غم یار کو شہادت سے تعبیر کیا ہے، عشاق کے نزدیک کوئی دولت غم دوست (یعنی محبوب حقیقی) سے زیادہ عزیز نہیں، جس کا دوسرا نام عشق ہے، جناب فضل احمد حافظ صاحب نے یہ بھی بتایا ہے کہ امیر خسرو کتمان عشق کے قائل تھے، یعنی خفائے عشق کی خاطر زبان سے محبوب کو جان کہنے میں تامل ہو، یہ استدلال ان اشعار سے کیا:

Marfat.com

غمت باایں وآں گفتم نہ گفتم ☆ اگرچہ ترک جاں گفتم نہ گفتم
ترا جان گفتم ازدل درتو دانی ☆ کہ من آں اززباں گفتم نہ گفتم

فضل احمد حافظ صاحب یہ بھی کہتے ہیں کہ امیر خسرو فضیلت عشق کے قائل تھے، ان کے نزدیک انسان اور جمادات کے درمیان عشق وسوز ہی مابہ الامتیاز ہے۔

ہردل بے عشق رامن دل نہ گویم ☆ تن بے سوزراجز گل نہ گویم

پھر وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ امیر خسرو عشق کو عقل پر فضیلت دیتے تھے۔

شکایت نادرم ازعشق برعقل ☆ جفاے شحنہ ہرعامل نگویم
مگوبامن کہ عاقل نیست عاشق ☆ کہ من بے عشق راعاقل نگویم

مولانا سید سلیمان اشرف نے جب امیر خسرو کی مثنوی ہشت بہشت کو ایڈٹ کیا تو اس کے طویل مقدمہ میں امیر خسرو کے تصوف کو بھی بڑی وضاحت کے ساتھ سمجھایا جس کا خلاصہ یہ ہے۔

امیر خسرو علیہ الرحمہ جہاں کہیں مسائل تصوف بیان کرتے ہیں وہ ان کی حالت کا آئینہ ہوتا ہے اس پر بیان کا ایک خاص زوراور وضاحت کلام کا ایک لطیف انداز ایسا ہوتا ہے کہ حسن بیان پر بلاغت، بلاغت پر فصاحت اور فصاحت پر ہزار شیرینی قربان ہے، مسائل تصوف میں الٰہیات کا حصہ خاص اہمیت رکھتا ہے، خواجہ فرید الدین عطار، حکیم سنائی، مولانا رومی، نظامی گنجوی، ان سے قبل اور سعدی ان کی حیات میں اس طرح ان مسائل کو بیان کر چکے تھے کہ عقل حیران تھی کہ اب ان مسائل کے بیان کا کون سا جدید عنوان ہوگا لیکن خسرو علیہ الرحمہ نے جب ان ہی مسائل کو بیان کیا تو معلوم ہوا کہ بیان کا یہ پہلو خسرو کا منتظر تھا، مثلاً یہ مسئلہ کہ انسان جو عالم امکان میں سب سے افضل ہے اور اس کی ترقی کی کوئی انتہا نہیں، یہ اگر اس امر کی کوشش کرے کہ حقیقت الٰہ سے آگاہ ہو جائے تو یہ ناممکن ومحال ہے، علم ممکن حقیقت واجبہ کا احاطہ تو کہاں کر سکتا ہے، وہاں تک اس کی رسائی

Marfat.com

بھی محال ہے، اسی مضمون کو سعدی نے کہا ہے۔

توان در بلاغت بہ سحبان رسید ☆ نہ در کعبہ بہ چون سبحان رسید

لیکن اب خسرو کو دیکھو کہ کس نئے انداز سے بیاں کرتے ہیں۔

ہر چہ از تو گمان برم نہ چونی ☆ آں من بوم وتو زاں برونی

انسان کی عقل جدوجہد کرتی ہے، مقدمات ترتیب دیتی ہے، حقائق اشیا سے بحث کرتی ہے، صفات وخواص سے آگاہ ہوتی ہے، قدم وحدوث کا مسئلہ تحقیق کرتی ہے ان سب مراحل کے بعد ایک نتیجہ پر پہونچتی ہے اور چاہتی ہے کہ اسے حقیقت الٰہ قرار دے، لیکن جب اسے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ساری گردش گردش پرکار تھی دائرۂ امکان سے ذرہ برابر بھی قدم آگے نہ بڑھا تو بے ساختہ کہہ اٹھتا ہے، سبحان ربك رب العزة عمایصفون ، اس ایک شعر کو دیکھو، چند سادے الفاظ میں کس وضاحت سے آیۂ کریمہ کی معنی خیز تفسیر کی ہے، کس طرح دریا کو کوزہ میں بند کیا ہے، یہ ہے زور کلام اور حسن بیان۔

اس عقیدہ کو کہ اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہے اور جو کچھ عالم کون میں ظاہر ہوتا ہے، وہی مقتضائے مصلحت ہے، وجود وعدم دونوں اس کے تحت حکم ہیں، نیستی وہستی کوئی بھی حکمت سے خالی نہیں، کس صفائی وروانی سے نظم کا جامہ پہنایا ہے۔

دانندۂ توئی بہر چہ راز است ☆ سازندہ توئی بہر چہ ساز است

از بودنی ہرچہ بود دارد ☆ از تو رقم وجود دارد

وانچہ از عدم ست نام اونیز ☆ از حکمت تست ماندہ ناچیز

بود ہمہ گشتہ از تو موجود ☆ حکم نور دان بہ بود ونابود

صرف عقل علت معرفت باری تعالیٰ ہے یا نہیں، اس کا جواب یوں دیتے ہیں۔

لوامع صنعتش ہست چشم پوش عقول ☆ چو آفتاب کہ نورش حجاب ابصار ست

حکیم گفت شناسم بہ عقل یزداں را ☆ زہے کمال حماقت وہ ایں چہ گفتار را

Marfat.com

کنہ باری تعالیٰ تک عرفاء کی رسائی ہے یا نہیں، اس کا کیسا خوبصورت جواب دیا ہے۔

بکنہ حق نرسد عارف ارچہ داننده ست ☆ برآسماں نہ پرد جعفر از طیارست

اس مسئلہ کو کہ دنیا کی ہر شے سے معرفت حق حاصل ہے، یوں بیان کرتے ہیں۔

بہر صحیفہ برگ است نور حکمت او ☆ نوشتہ چولقب شہ بروے دنیارست

تصوف میں الٰہیات کے بعد وہ مسائل ہیں، جن کا تعلق سالک کی ذات سے ہوتا ہے، مثلاً انسان کو راضی برضا ہونا چاہیئے اور کسی حالت میں شریعت کے دائرے سے قدم باہر نہ نکلنے پائے، ان باتوں کو یوں سمجھاتے ہیں۔

آنچہ مقدر شدہ است چون نہ بود بیش وکم ☆ گر برسد خرمیم ورنہ رسد باک نیست

حرص بخاک کشد شارع دین گیر زانکہ ☆ بے روش مصطفیٰ راہ برافلاک نیست

راہ تصوف میں مجاہدہ کے بغیر کچھ نہیں ہوتا، قدم قدم پر ایثار وقربانی کرنا چاہیئے، اس کو عمدہ مثالیں دے کر خوبصورتی سے سمجھاتے ہیں۔

گاہ دغا در صف مردان مرد ☆ نام نبرد آں کہ خدنگے نخورد

طبل کہ سوراخ کنندش بہ پوست ☆ بہر بروں رفتن آواز اوست

تانشود خستہ بصد جا دلت ☆ نور حقائق نہ شود حاصلت

چہرہ سنگ ارنہ کنی گو بگو ☆ دانہ کجاسود شود جو بجو

دل کیا ہے، اس کی کیا قدر ہے، اس کی زندگی کیا ہے، اس کی موت کیا ہے، ان امور کو جس شاعرانہ پیرایہ اور محققانہ طریقہ سے بیان کیا ہے، ان ہی کا حصہ ہے، کہتے ہیں۔

چوں تن آدم بہ گل آراستند ☆ خانۂ جہاں بہر دل آراستند

آدمی آن ست کہ دروے دلست ☆ ورنہ علف خانۂ آب وگل ست

دل نہ ہماں قطرۂ خون است وبس ☆ کز خورد آشام بر آرد نفس

Marfat.com

دل اگرایں مہرۂ آب وگل ست ☆ خواہم ازاقبال توصاحب دل ست
لیک دل آں شد کہ ہوائے دردست ☆ وزطرقے بوے وفائے دردست
زندہ بجاں خود ہمہ حیواں بود ☆ زندہ بدل باش کہ عمر آں بود
زندگی دل چہ بود سوزوچاک ☆ زندگی کالبدی چیست خاک
غمزدہ بہ جان کہ غم اندوزنیست ☆ سوختہ بہ دل کہ دردسوز نیست
سردی دل مردگی دل بود ☆ خون جوبہ تن سرد شود گل بود

عشق کی کیاشان ہے، عشاق کی کیاروش ہے، عشق کا کیادرجہ ہے، ان باتوں کو اس وجدوکیف سے بیان کرتے ہیں کہ اگر ذراغور کیا جائے تو دل روحانی سرور سے معمور ہو جاتا ہے۔

عشق زبانی زہر افسردہ پرس ☆ سوزش آن ازدل آزردہ پرس
ذوق نمک گرچہ زباں راخوش ست ☆ چوبہ جراحت نگنی آتش ست
موم بوددل کہ زعشق ست رز ☆ کہ بگداز اوفتد ازیک شرار
شعلۂ عشق چوشد خانگی ☆ سوختہ شد عقل بہ پروانگی
زندہ نہ آنست کہ جائے درونست ☆ اوبست کہ ازعشق نشانے دروست
جاں کہ درعشقش بودآں بازی ست ☆ عشق نہ بازی ست کہ جاں بازی ست
چند بری عشق بہ بازی پسر ☆ عشق دگر باشد وبازی دگر
مرد کہ درعشق زجاں فرد نیست ☆ گرصف کافر شکند مرد نیست
چوں توفغاں ازسیر خارے کنی ☆ بہ کہ جزاز عشق شمارے کنی

مرد وہی ہے، جوابتلا وامتحان کے میدان میں جرأت اوراستقامت سے مقابلہ کرے۔

مردنہ ترسند زفقر شیرنہ ترسدزخم ☆ مذہب عیارنیست نیم عسس داشتن

Marfat.com

عذر عروسان بود دعویٰ مردی وبس ☆ گاہ وغا پیش خصم روئے بہ پس داشتن

سب سے وسیع ترین تصوف کا وہ حصہ ہے، جس میں عشقیہ روش کی آمیزش ہوتی ہے، اس کی بنیاد سعدی علیہ الرحمہ نے ڈالی جس پر ایک قصر عالی شان خسرو اقلیم سخن نے تعمیر کر دیا، بیان کی اس صفت میں خصوصیت کے ساتھ ان کا تخیل بہت ہی بلند پایہ رکھتا ہے، اپنے تخیل کو جسمانی جامہ پہنا کر اس طرح پیش کر دیتے ہیں، جس سے ان کا تخیل باقی نہیں رہتا، بلکہ وہ گوشت و پوست واستخوان سے درست ملکوتی روح پھونکی ہوئی مورتیں ہوتی ہیں مثلاً۔

گل اندر خوابگاہ نرگس افتد چو دز و نوبت ☆ ولیکن عشق بازاں را حساب در خوابگاہ افتد

زچشمت کاروان صبر من تاراج کاخر شد ☆ مسلماناں کسے و بدست کاندر شہر راہ افتد

فصل نوروز کہ او در طرب برہمہ خلق ☆ چشم بد دور مراسم باراں آورد

ہر سحر باد کہ بر سینۂ من کرد گزر ☆ در چمن بوئے کباب از پے مستاں آورد

ان ہی اشعار کو دیکھو تخیل کیسا اعلیٰ ہے اور پھر کلام میں کس طرح درد کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے کہ دل تڑپ کر رہ جاتا ہے، یہ شاعرانہ حیثیت سے بھی اعلیٰ مظہر ملکوتی عالم میں حسن و عشق حقیقی کے خیالات میں محو اور دوسرے نازک تر جزبات لطافت میں زندگی بسر کرتے تھے، ان کا عاشقانہ کلام مردہ دلوں کے لیے آب حیات کا کام کر رہا ہے، جہاں سے چاہو اٹھا کر دیکھو، ایک چھوڑ ہزار ثبوت پاؤ گے، یہاں صرف دو مثالیں دی جاتی ہیں۔

بروائے یار پیش دیگراں دہ جلوہ بستاں را
مرا بگو ارتامی بینم آں سرو خراماں را

گرفتار خیالات پیش کشتم یقیں باشد
اثر بر گہ مگس در خواب بیند شکرستاں را

مپرس از من کہ چوں می باشد آخر جان غمناکت
کہ من دیریست کز یادش فراموش کرہ ام جاں را

Marfat.com

تن پاکت کہ زیر پیرہن ست ☆ وحدہٗ لاشریک لہٗ چہ تن ست
اندرآ درمیان جا بہ نشیں ☆ کہ تو جانی وجان من بدن ست
تازیم درغم توجاے درم ☆ وزپس مرگ نوبت کفن ست
دل خسروخوش ست باتنگی ☆ کہ مرایادگارزاں دہن ست

اس دردآگینی کی وجہ صاف ہے،ان کواہل دل گروہ سے واسطہ تھا، ناسوت، ملکوت، جبروت، لاہوت اوران چاروں سے ماوراجوعالم ہیں ان کی سیر سے ان کی چشم بینا بصارت حاصل کیے ہوئے تھی اورانھیں عالموں کی آب وہوامیں ان کے قوائے باطنی نے پرورش پائی تھی، دل خستہ تھااورآتش عشق سے برشتہ، زبان صرف دل کی ترجمان تھی اوربس خسرودل کی برشتگی وسوختگی کچھ ازل ہی سے لے کرآئے تھے، جس کوچشتی نسبت نے اوربھی بھڑکادیا تھا،اس پرشیخ طریقت حضرت سیدنانظام الدین اولیا،سلطان المشائخ محبوب الٰہی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بحرمتہ کی توجہ ظاہری وباطنی جب پڑتی تو اس آتش کی شعلہ فشانی افسردہ دلوں کواوربھی جلاکرخاکسترکردیتی۔(ص۷۸۔۷۰)

متقدمین ومتاخرین نے امیر خسرو کے اشعارکا تجزیہ جس عارفانہ رنگ میں کیا ہے،اس سے اندازہ ہوتاہے کہ موقع بموقع ان کے اشعارکاسہارلے کرروحانی سکون حاصل کیاجاسکتاہے،ان کے مجازی اورعاشقانہ رنگ کے اشعارمیں بھی عارفانہ رنگ پایا جاتاہے،ان کاعاشقانہ کلام مردہ دلوں کے لیے آب حیات کاکام کرتاہے،ان کے تخیل میں ملکوتی روح پھونکی ہوئی معلوم ہوتی ہے،وہ عشق کوعقل پرترجیح دیتے ہیں،اس لیے ان عشقیہ اشعارمیں بڑی دردآگینی ہوتی ہے وغیرہ وغیرہ،مگران کے کلام کی اصلی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں سوزعشق کی چنگاریاں اڑتی دکھائی دیتی ہیں،ان کے مرشد نے ان کونصیحت کی تھی کہ معشوقوں کے زلف وخال کے ساتھ اصفہان کے شعراکے طرز پرعشق انگیز کلام کہاکریں،ان کاکلام اسی اجمال کی تفصیلی ہے،وہ زلف وخال کے پردے میں سوزعشق

Marfat.com

کا اظہار کرتے رہے، یہ سوز ان کے سینہ میں کہاں سے آیا، فطری تھا، پیدائشی تھا، ازلی تھا، یا یہ اپنے مرشد سے پایا، ان کے مرشد کے کسی مرید کے سینہ میں یہ سوز پیدا نہیں ہوا، اس لیے کہا جا سکتا ہے کہ یہ ان کے سینہ میں خدا کی طرف سے ودیعت ہوا، جس میں اور بھی زیادہ برشتگی اور خستگی ان کے مرشد کی وجہ سے پیدا ہوگئی، پھر ان کا سوز اتنا مشہور ہوا کہ اس کے ساتھ افسانوی رنگ پیدا ہوتا گیا، بعض تذکرہ نگار یہاں تک لکھ گئے ہیں کہ ان سینہ کے پاس کا کپڑا سوز عشق کی حرارت و گرمی سے جلا رہتا، کچھ تذکرہ نگار بھی لکھتے ہیں کہ خواجہ حضرت نظام الدین اولیا رحمۃ اللہ علیہ بھی فرماتے کہ کل قیامت میں ہر ایک شخص کسی شے پر ناز کرے گا اور اے ترک میں تیرے سوز سینہ پر ناز کروں گا، اکثر دعا میں یہ فرماتے کہ

الٰہی بہ سوز سینۂ ایں ترک مرا بہ بخش

(ہشت بہشت، مقدمہ ص ۷۸)

ان کی شاعری اسی سوز عشق کا مظہر ہے، جو کبھی عشق الٰہی، کبھی عشق رسول کبھی عشق مرشد، کبھی عشق کائنات، کبھی عشق مناظر فطرت، کبھی عشق وطن، کبھی عشق آقائے شاہی، کبھی عشق والدین اور کبھی عشق اولاد میں ظاہر ہوتا رہا۔

امیر خسرو کی حمدیہ شاعری: امیر خسرو کا ایک بڑا وصف یہ بھی رہا کہ وہ عشق کے دل دادہ، شعر و سخن میں یار کی زلف گرہ گیر کے اسیر اور چشم یار کے سرشار رہے، مگر انھوں نے کسی صنف نازک کو اپنا معشوق نہیں بنایا، ان کی پاکیزہ زندگی مجازی عشق سے بالکل پاک رہی، مجازی عشق کی آلودگی سے وہ مبرا رہے، تو ان کے عشق حقیقی میں تقدس پیدا ہوگیا، جو مختلف صورتوں میں تبدیل ہوتا رہا، اسی لیے جب اپنی شاعری میں عشق الٰہی کا اظہار کرتے ہیں تو اس میں عارفانہ کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔

ان کا کوئی دیوان اور کوئی مثنوی حمد سے خالی نہیں، جن میں جہاں ان کے شاعرانہ کمالات کا اظہار ہے وہاں ان کے روحانی جذبات ان کے قلب کے اندر سے امنڈتے نظر

Marfat.com

آتے ہیں، اپنی پہلی مثنوی قران السعدین لکھی تو حمد سے اس کا آغاز کرتے ہوئے فخر سے کہتے ہیں۔

شکر گویم کہ بتوفیق خداوند جہاں ☆ برسر نامہ زتوحید نوشتم عنواں

توحید ان کی ہر حمدیہ نظم کا موضوع رہا ہے، جس سے نہ صرف ان کا جذبۂ ایمانی ظاہر ہے، بلکہ چشتیہ سلسلہ کا یہ مسلک بھی عیاں ہے، کہ وہ راہ سلوک میں اس پر خاص طور سے زور دیتے تھے، امیر خسرو اپنی مثنوی قران السعدین (ص ۱) میں یہ کہتے ہیں کہ

واجب اوں بوجود قدم ☆ نے بوجودے کہ بود از عدم

یہ گویا سورۂ اخلاص کا خلاصہ ہے، یعنی خداوند تعالیٰ واجب ہے، قدیم ہے، اس کا وجود کسی وجود سے نہیں ہوا، اس شعر میں کلامی رنگ بھی پیدا ہو گیا ہے، یعنی اگر اس کی ذات واجب اور قدیم ہے، تو اس کی صفات بھی واجب اور قدیم ہیں، ہر حمد میں واجب الوجود اور قدیم بالذات کا مسئلہ ضرور زیر بحث لایا جاتا ہے، اس کے بعد اس کی ربوبیت کا ذکر ہوتا ہے، اس لیے امیر خسرو کہتے ہیں کہ اس کی ذات کی معرفت کے لیے کسی علت اور معلول کی ضرورت نہیں، وہ تحقیق کے ذریعہ سے نہیں معلوم کیا جا سکتا، اگر توفیق الٰہی حاصل ہے تو اس کی ذات بھی معلوم ہو سکتی ہے، اس کی ذات میں وحدت ہے، البتہ اس کی صفات میں کثرت ہے، مگر اپنی تمام صفات کے تمام تغیرات کے امکانات سے منزہ ہے اور اس کو ابدی بقا حاصل ہے۔ (قران السعدین ص ۲، ۳)

رخش علل در رہش افگندہ سم ☆ علت و معلول درو ہر دو گم

کس نبرد راہ بہ تحقیق او ☆ وربردالا کہ بہ توفیق او

ثابت مطلق بہ صفات احد ☆ زندۂ باقی بہ بقائے ابد

غیرت غیر از قدرش ودرسیر ☆ پاک زمکان تغیر چو غیر

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب معراج سے واپس آئے تو صحابہ نے پوچھا کہ

Marfat.com

یارسول اللہ آپ نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا تو آپ نے فرمایا کہ وہ تو نور ہے، جو کسی پیکر میں دیکھا نہیں جا سکتا، اس کو امیر خسرو اس طرح شاعرانہ انداز میں بیان کرتے ہیں۔ (ص ۳)

چشم جہت بنیش چہ بیند نور ☆ تا کند خود جہت از دیدہ دور

اللہ تعالیٰ کائنات کا صانع ہے، مگر اس کائنات میں دکھائی نہیں دے سکتا، وہ ہر جگہ موجود ہے، لیکن کہیں بھی نہیں ہے، اس کو کس خوبی سے بیان کرتے ہیں۔ (ص ۳)

بستہ مکان را بجہات وصفات ☆ ہم ز مکان فارغ و ہم از جہات

بے ہمہ جا و ہمہ جادروں ☆ در ہمہ جا وز ہمہ جا بروں

کہتے ہیں کہ اسی کی رہنمائی سے اپنی اور خداوند تعالیٰ کی ذات کی معرفت حاصل ہو سکتی ہے۔ (ص ۶)

معرفتش گر نہ شدے رہنمائے ☆ نے ز خود آگہ بدے نے از خدائے

توحید کی سرشاری: امیر خسرو کے یہاں حمد میں سراسر وہی توحید ہے، جس کی تعلیم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کلام پاک کے ذریعہ سے دی ہے، یعنی اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے، خالق عالم ہے، صانع کائنات ہے، وہ انسانی عقل وفہم سے بالاتر ہے، ہر جگہ اور ہر حال میں موجود ہے، اس کے وجود میں کوئی شک نہیں، یہ گوناگوں عالم، یہ رنگارنگ کائنات، یہ آسمان، یہ زمین، یہ سورج، یہ چاند، یہ سمندر اور یہ پہاڑ وغیرہ ایک ہی خالق کائنات کا اعتراف کرتے نظر آتے ہیں عرش سے فرش تک جو کچھ ہے، اسی کا ہے، اس پر اس کی حکمرانی ہے، وہ ہر قسم کی صفات عالیہ، اوصاف کمالیہ اور محامد جمیلہ سے متصف ہے، وہ جمال، جلال اور کمال بن کر ہر طرف نمودار ہوتا رہتا ہے، توحید کی انہی سادہ تعلیمات کو امیر خسرو اپنی حمد میں مختلف صورتوں سے پیش کرتے رہتے ہیں، جن کو پڑھنے میں لطف ان کی شاعرانہ بلاغت کی وجہ سے دوبالا ہو جاتا ہے۔

مجنوں لیلیٰ میں کہتے ہیں کہ وہی دل کے راز کا خزانچی ہے، عقل اسی سے ملتی ہے،

Marfat.com

وہ دور بینوں کا دیدہ کشا ہے، تہی نشینوں کو خزانہ دینے والا ہے، بندہ نواز ہے، مغز کو پوست دینے والا ہے، بہار خنداں کا جلوہ گر ہے، ہوش مندوں کی آنکھوں کو بینائی دینے والا ہے، جسم کا صانع ہے، روح کا خالق ہے، مجروح سینوں پر مرہم رکھنے والا ہے۔ (ص ۲۔۱۱)

اے دادہ بدل خزینۂ راز ☆ عقل از تو شدہ خزینۂ پرواز
اے دیدہ کشائے دور بیناں ☆ سرمایہ دہ تہی نشیناں
اے بندہ نواز بندگی دوست ☆ زآن تو جہاں زمغز تو پوست
اے جلوہ گر بہار خنداں ☆ بینا کن چشم ہوش منداں
اے صانع جسم وخالق روح ☆ مرہم نہ سینہ ہائے مجروح

شیریں خسرو میں اللہ تعالیٰ کی تکوینی قوت کے بارہ میں کہتے ہیں کہ یہ کونین کی صفت اس کے باغ کا محض ایک پھول ہے، یہ تو آسمان کی حیثیت محض اس کے چراغ کا دھواں ہے، اس نے اپنی عنایت سے کلک تقدیر کے ذریعہ کائنات کو نو لکھ ڈالا ہے اور اس کو دنیا کے سپرد کر کے بے نیاز ہو گیا ہے، پھر بھی اس پر لگام لگائے ہوئے ہے۔ (ص ۳)

دو کون از صنع یک گل زباغے ☆ زملکش نہ فلک دود چراغے
یہ عنوان عنایت کردہ تحریر ☆ حساب کائنات از کلک تقدیر
سپردہ در جہان بے نیازی ☆ ارادت را عنان کارسازی

آئینۂ سکندری کی حمد میں کہتے ہیں کہ ازل سے ابد تک اسی کی بادشاہی ہے، وہی اول وہی آخر ہے، عقل کو وہی کنجی دینے والا ہے، آدمی کو وہی بلند کرنے والا ہے، کائنات پر وہی خط کھینچنے والا ہے، وہی ضمیر کا راز دار ہے، وہی درماندگی میں دست گیر ہے۔

جہاں بادشاہا خدائی تراست ☆ ازل تا ابد بادشائی تراست
توئی اول وآخر جملہ چیز ☆ نہ آغاز داری نہ انجام نیز
درکار وانی تو کردی پدید ☆ خرد را براں در تو دادی کلید

Marfat.com

فلک راتو بستی گرہ در جہات ☆ تو راندی قلم برخط کائنات
توئی راز دار ضمیر ہمہ ☆ بدر ماند گی دست گیر ہمہ

دول رانی خضر خاں میں اللہ تعالیٰ کی جمالی صفت کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں، کہ اسی نے چین کے حسینوں اور دوسرے خوبروؤں کو اس لیے پیدا کیا کہ عشق ظاہر ہو، حسینوں کی آنکھوں کو یہ کرشمہ عطا کیا کہ آہو ہو کر شیر کا شکار کریں، ماہ رویوں کی زلفوں کو اس لیے دراز کیا کہ محبت کرنے والوں کے دل مشوش ہوں، وہ تو صورتہائے زیبا کا نقاش ہے، اسی لیے مٹی کو اس نے دیبا کی شکل عطا کر دی۔ (ص ۲)

بتان چین وخوبان طرازی ☆ پدید آورد بہر عشق بازی
کرشمہ داد چشم نیکواں را ☆ شکار شیر فرمود آہواں را
مسلسل کرد زلف ماہ رویاں ☆ مشوش روزگار مہر جویاں
زہے نقاش صورت ہائے زیبا ☆ کہ پشت خاک ازو شد روئے زیبا

پھر اس حمد میں تمام پیغمبروں کی زندگی کے واقعات کو ایک ایک شعر میں سمیٹ کر ربانی فضائل کی تصویر کھینچ دی ہے، اس میں آدم را ابلیس، طوفان نوح، حضرت ابراہیمؑ کی تلاش حق حضرت یوسف کی گمشدگی پر حضرت یعقوب کی پریشانی، حضرت موسیٰ کا کوہ طور پر نور خداوندی دیکھنے، حضرت زکریا کے سر پر آرہ چلانے، حضرت عیسیٰ کے روح اللہ ہونے اور ہمارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شق القمر کے معجزہ کے صادر ہونے وغیرہ کے واقعات کا سارا ذکر آ گیا ہے، یہ ایجاز کا عمدہ نمونہ ہے۔ (ص ۳)

با آدم داد شمع روشنائی ☆ نہاد ابلیس را داغ جدائی
چو بر نوح از تف غیرت زند برق ☆ بہ طوفاں مردم چشمش کند غرق
بہ نوری بخشد ابراہیم را راہ ☆ کہ در چشمش نیاید انجم و ماہ
چو خواہد عین یعقوب از پسر نور ☆ ز عینش قرۃ العینش کند دور

Marfat.com

کند برموسیٰ آں راز آشکارا ☆ کہ تاب آں نیارد کوہ خارا

یکے را برگلو راند پلارک ☆ یکے را آدہ بربالائے تازک

چوتاب مہر برروح اللہ فشاند ☆ زمہر و دوستی جان خودش خواند

چومہرش زد بزلف مصطفیٰ دست ☆ چناں صد جان بتار موئے او بست

جمالی داد احمدؐ را بدرگاہ ☆ کہ چاک افتاد زاں در سینہ ماہ

خداوند تعالیٰ نے جنیدؒ، ادہمؒ، شبلیؒ اور منصورؒ کو جس طرح نوازا اس کا بھی ذکر ہے۔ (ص ۳)

گہے بخشد جنیدؒ ے را کلاہے ☆ کہ تنہا ز اہل دل باشد سپاہے

گہے ادہم بردجبل عقیلہ ☆ دہد ازخیل حب اللہ طویلہ

گہ باشبلیؒ آں ہمت کند ضم ☆ کہ صید خویش نہ پسندد دو عالم

گہے درپیش شاوزدان اسرار ☆ نماید جلوۂ منصور بردار

ہماں داند کہ ایں راز نہاں چیست ☆ چہ داند مردم گم گشتہ کاں چیست

مثنوی ہشت بہشت میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کا ذکر اس طرح کرتے ہیں کہ، یہ آفرینش اسی کی تحریر ہے، جو کچھ ہے اسی کی ہوئی ہے، اس نے جو کچھ بنایا، اس کو یہ دنیا والے سمجھ نہیں سکتے، ان کے خیال میں اس کی باتیں نہیں آسکتی ہیں، یہ آدمی محض مٹی کا پتلا ہے، وہ خداوند تعالیٰ کے راز کو نہیں جان سکتا ہے، دنیا میں جو کچھ ہے، اس کو کوئی شخص نہیں جان سکتا ہے، وہ صرف اتنا جانتے ہیں کہ یہ باتیں صرف خدا ہی جانتا ہے، یہ سب کچھ کن کا ظہور ہے۔ (ص ۲۔۱)

آفرینش رقم کشیدۂ تست ☆ ہرچہ جز تست آفریدۂ تست

در نیائی بفکر عالمیاں ☆ در نگنجی بوہم آدمیاں

آدمے کیست خاک بے سروپائے ☆ کو بداند خدائے راچو خدائے

Marfat.com

ہرچہ اندر جہاں نداند کس ☆ ہمہ دانند گاں تو دانی وبس
ساختی از قضا جریدۂ راز ☆ بستی از حرف کاف ونونش طراز

پھر لا الہ الا اللہ کی توضیح اس طرح کرتے ہیں کہ لا ایک اژدہا بن کر بہت سے خداؤں کو کھا گیا، اس لا نے عارفوں کو بڑے بڑے خیالات عطا کیے، خدا ہے بھی، نہیں بھی ہے، کھلا ہوا بھی ہے، اور چھپا ہوا بھی ہے، وہی سب کچھ ہے، اس کے کہنے کے سوا اور کوئی چارہ نہیں، وہ تھا اور کوئی چیز نہیں تھی، وہی رہے گا، اور کچھ بھی نہیں رہے گا۔

لائے توحید اژدہاست بپائے ☆ کہ خدایان خورد بغیر خدائے
اندراں لائے معرفت پیشہ ☆ لام الف گشت پائے اندیشہ
ہست بے نیست آشکارونہفت ☆ ہم توئی جز ترانشاید گفت
توبدی ونبود ایں ہمہ چیز ☆ ہم تومانی وکس نماند نیز

وجودی رنگ: امیر خسرو کے ایسے اشعار میں کہیں کہیں وحدۃ الوجود کی بھی کچھ بحث آ گئی ہے، مگر ان کے یہاں وحدت الوجود کا وہ فلسفیانہ غلو نہیں، جو بعد کے صوفیوں اور شاعروں کے یہاں پیدا ہو گیا تھا اور اس کی بعض ایسی تعبیریں کی گئیں، جن سے یہ مسئلہ متنازع فیہ بن گیا ہے، امیر خسرو کی حمد میں واجب الوجود، ربوبیت، تخلیق اور عبد ومعبود کے تعلقات کے ذکر میں وہی ساری باتیں آئی ہیں، جو اسلام کی سادہ تعلیمات کے مطابق ہیں، ان میں فلسفیانہ رنگ پیدا نہیں ہونے پایا ہے، اسی لیے ان کے سمجھنے میں زیادہ دقت نہیں ہوتی، البتہ ان کے بیان کرنے میں اپنی سخن وری کی جو خسروی دکھائی ہے، اس سے کہیں کہیں مسئلہ غامض اور دقیق نظر آتا ہے، گو مسئلہ کی نوعیت کے لحاظ سے یہ سادہ ہی ہے اور یہی مسلک خواجگان چشت کا رہا، جنہوں نے توحید کو عارفانہ رنگ میں ضرور پیش کیا، مگر اس میں فلسفیانہ رموز ونکات پیدا نہیں کیے۔

دول رانی خضر خاں کی حمد میں کہتے ہیں کہ ان کی آنکھیں ایسی ہو جائیں کہ وہ

Marfat.com

صرف خداوند تعالیٰ کا دیدار ہی دیکھیں اور ان کی قسمت بنتی رہے، وہ ایسی زندگی کے خواہاں ہوتے ہیں جس میں وہ خدا ہی کو ڈھونڈیں اور اسی کی آرزو میں مرجائیں، ان کے لیے اس کی ذات کو سوا کوئی اور مقصود نہ ہو، پھر وہ ایسی ہمت چاہتے ہیں کہ افلاک کے راز کو معلوم کر سکیں، وہ خدا ہی کی راہ پر چلنے کے خواستگار ہوتے ہیں اور ایسی کنجی چاہتے ہیں، جس سے خداوند تعالیٰ کی رحمت کا دروازہ کھل سکے، کہتے ہیں کہ وہ اس کی اطاعت کے لیے پیدا کیے گئے ہیں، تو پھر ان کو ایسی توفیق ہو کہ وہ اسی کے لیے سجدے میں پڑے رہیں وہ خداوند تعالیٰ سے ایسی رہنمائی کی بھی خواہش کرتے ہیں، کہ شیطان ان کو بہکا نہ سکے، وہ ایسی زندگی کی تمنا کرتے ہیں جس میں ان کا دل زندہ رہے۔

کشادہ کن چناں چشم امیدم ☆ کہ بخت آرد زدیدارت نویدم
حیاتے دہ مرا در جستجویت ☆ کہ میرم تازیم درآرزویت
بداں مقصود خواہش بخش راہم ☆ کہ از تو جز تو مقصودی نخواہم
زہمت نردبانی نہ دریں خاک ☆ کہ بتوانم شدن بربام افلاک
امیدی دہ کہ رہ سویت نماید ☆ کلیدی دہ کہ درسویت کشاید
چودادی از پئے طاعت وجودم ☆ بہ طاعت بخش توفیق سجودم
بہ کاری رہنمونی کن ولم را ☆ کہ نہ سپارد بہ شیطاں حاحلم را
مرا بازندگانی بخش یاری ☆ کہ تاجاں دادنم دل زندہ داری

مناجات میں عشق الٰہی: توحید کی نغمہ سرائی کے بعد وہ مناجات بھی لکھتے ہیں، جس میں وہ اپنی عاجزی، بندگی اور عبودیت کا اظہار اس طرح کرتے ہیں کہ اس میں ان کا وہ سوز عشق بھی نظر آتا ہے، جس کے لیے وہ مشہور رہے، مطلع انوار کی پہلی مناجات میں کہتے ہیں کہ وہ کیا ہیں، محض خاک زبوں ہیں، تھے نہیں، مگر پیدا کر دیے گئے، اپنی ہستی کو خدا کے ساتھ یاد کرتے ہیں تو ان کو اپنی ہستی سے شرم معلوم ہوتی ہے، وہی باقی رہنے والا ہے اور آدمی

Marfat.com

تو فانی ہے۔

من کہ بودم خاک زبوں آمدہ ☆ صورتے از نیست بروں آمدہ
گر کنم از ہستی خود با تو یاد ☆ از خود و ہستی خودم شرم باد
گر ز تو موجود نباشد بہ زیست ☆ آدمی فانی و معدوم کیست

دوسری مناجات میں کہتے ہیں کہ ان کا نفس سزا کا مستحق ہے، خدا ہی اس کو اپنے رحمت سے نواز سکتا ہے، وہ نہ نوازے گا تو کون نواز سکتا ہے، وہ اس دنیا میں گم ہو کر رہ گئے ہیں، خدا ہی راستہ دکھا سکتا ہے، وہ تو دوزخ کی زنجیر کے لائق ہیں، مگر وہ امید رکھتے ہیں کہ خدا ہی کوثر کا طوق ان کے گلے میں ڈال سکتا ہے، پھر دعا کرتے ہیں کہ پل صراط پر سے وہ سلامتی کے ساتھ گذر جائیں۔

نفس مرا کوست سزائے گداخت ☆ گر نہ نوازی تو کہ خواہد نواخت
گم شدگانیم در ایں تنگ نائے ☆ رہ تو نمائی کہ توئی رہ نمائے
گر چہ بزنجیر درک درخورم ☆ طوق دہ از سلسلۂ کوثرم
دہ بہ صراطم قدمے مستقیم ☆ تا زپل آں سوئے گرایم سلیم

پھر اس کی تیسری مناجات میں کہتے ہیں کہ اگر ان کا دامن امید خدا کے کرم سے پر رہے تو یہ ان کے لیے نعمت جاوید ہے، وہ چاہتے ہیں کہ تمام لوگوں سے منھ موڑ کر خدا کی طرف رجوع کریں، کیوں کہ اگر انھوں نے خدا کو پا لیا، تو سب کو پا لیں گے، پھر کہتے ہیں کہ خداوند تعالیٰ کی بخشش ہے، اس کے لیے ان کا دل ایسا ہو جائے کہ وہ کسی حال میں خدا کی نعمتوں کے ناشکر گذار نہ ہوں۔

اے زتو پر دامن امید ما ☆ وز کرمت نعمت جاوید ما
از ہمہ گاہ سوئے تو روتافتم ☆ تا ہمہ یابم چو ترا یافتم
زاں ہمہ بخشش کہ تو سوئے ماست ☆ گر چہ سپاسش نہ بہ بازوئے ماست

Marfat.com

نیز قوی کن بدلم ایں اساس ☆ تانبودم در رہ تو ناسپاس

مجنوں لیلیٰ میں مناجات لکھتے وقت زاری کرتے ہیں کہ گناہ گاروں کی تقصیر خدا ہی معاف کرسکتا ہے، وہ ایک عاجز بندہ ہیں، ان کی عاجزی خدا ہی کے سبب سے ہے، وہی دور کرسکتا ہے، پھر گڑگڑاتے ہیں کہ وہ پست اور لاپرواضرور ہیں لیکن وہ امید رکھتے ہیں، کہ خدا ان کو اپنے سے دور نہ کرے گا، پھر کہتے ہیں کہ ان کے دل میں خدا کی یاد ایسی آجائے کہ وہ اپنی ہستی کی یاد نہ کریں، وہ اس کے بھی خواہاں ہوتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے گلشن میں وہ ایک نہال بن کر رہیں، مصیبت کی بھٹی میں جلنے کے لیے نہ چھوڑ دیئے جائیں۔

اے عذر پذیر عذرخواہاں ☆ عفو تو شفیع برگناہاں

خسرو کہ کمینہ بندۂ تست ☆ درہر چہ فتد فگندۂ تست

بردار زخاک رہ کہ پستم ☆ ازدست رہا مکن کہ مستم

ازیاد خودم کہ آں چناں شاد ☆ کز ہستی خود نیایدم یاد

درگلشن قدس کن نہالم (ص۴) ☆ مگذار بہ گلخن و بالم

مثنوی ہشت بہشت میں دعا کرتے ہیں کہ اے اللہ میرے سر سے خسروانہ خیال دور کردے، میری آنکھوں میں اپنی غلامی کی خاک بھر دے، اپنی بے نیازی درگاہ کے علاوہ تمام لوگوں کے دروازے سے بے نیاز کردے، تیرے راستے پر چلنے کے علاوہ کسی اور کی طرف رخ نہ کروں۔

دور کن یاد خسروی زسرم ☆ پرکن زخاک بندگی بصرم

بے نیازم کن ازدرہمہ کس ☆ جززدرگاہ بے نیازی وبس

آنچناں رہ بخویش کن بازم ☆ کزتو با دیگرے نہ پردازم

مثنوی شیریں خسرو کی مناجات (ص۶) میں کہتے ہیں کہ مجھ کو ایسی بلند ہمت عطا کر کہ دونوں جہان سے آزاد ہو کر دل تیرے ہی طرف لگائے رکھوں، صرف اپنی یاد میں اس

Marfat.com

طرح مشغول رکھ کہ اس سے اس طرح خوش رہوں کہ پھر کوئی اور میری یاد میں نہ آئے، میری آنکھ کی پتلی میں ایسا نور عطا کر دے، کہ کسی وق بھی دور نہ ہو اور نہ مجھ کو اپنے سے ایسا قریب کر دے کہ میں خود اپنے سے ہمیشہ دور رہوں۔

چناں دہ پایۂ ہمت بلندم ☆ کہ از ہر دو جہاں دل با تو بندم
بیاد خویش کن زاں گونہ شادم ☆ کہ ناید ہیچ گہ از خویش یادم
چناں دہ مردم چشم مرا نور ☆ کہ نبود، ہیچ گاہ از مردمی دور
چناں نزدیک خویشم کن یگانہ ☆ کہ از خود دور مانم جاودانہ

آئینۂ سکندری (ص ۵) کی مناجات میں کہتے ہیں کہ اے اللہ! مجھ کو دنیا میں اس طرح بیدار رکھ کہ عارف بھی مجھ کو سویا ہوا نہ سمجھیں، میرے زخمی دل کو ایسا اپنا شناسا کر دے، کہ اپنے کو پہچانتا رہوں، اپنی یاد سے میرے سینہ کو پرنور کر دے، تا کہ کسی حال میں تجھ کو فراموش نہ کروں۔

چناں دار بیدارم اندر جہاں ☆ کہ خفتہ بخوانند کار آگہاں
شناسا چناں کن دل ریش را ☆ کہ بہ شناسد اندازۂ خویش را
زیاد خودم سینہ پرنور کن ☆ فراموشی خود زمن دور کن

امیر خسرو نے اپنے ہر دیوان کے شروع میں بھی حمد کہی ہے، ان کے حمدیہ قصاید میں مضامین تو وہی ہوتے ہیں، مگر اپنی قادرالکلامی سے ان کے پیش کرنے میں ایسا اسلوب اختیار کرتے ہیں کہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ بالکل نئی بات کہہ رہے ہیں، جو پہلے نہیں کہہ سکتے تھے۔

نہایۃ الکمال کی جو حمد ہے، اس کا مطلع یہ ہے کہ

سپاس آں کردگاری را کہ شد زامرش جہاں پیدا
نہاں از دیدہ پیدا و در چشم نہاں پیدا

پھر کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ پیدا کیا اس پر یقین کرنے کے سوا ہم اور

Marfat.com

گمان کا دخل نہ ہونا چاہیئے، اس کا جمال تو سب کو نظر آتا ہے، مگر اس کا راز انسانی عقل سے نہیں کھل سکتا ہے، اس کا نشان ہر جگہ ہے، مگر وہ خود بے نشان ہے، اس نے جو کچھ پیدا کیا، کوئی نہ کوئی اس کا مستحق ہے، کوئی ادنیٰ کمل کا مستحق ہے، تو کوئی پرنیاں کا سزاوار رہے، انسان کو صاحب اختیار ضرور بنایا گیا ہے، مگر اس کے لیے دوزخ اور جنت بھی بنائی گئی، یہ بھی اس کی قدرت ہے کہ گھاس سے کسی مریض کو شفا ہو جاتی ہے، لیکن کسی مریض کو اس سے اس کی ہڈی میں بخار ہو جاتا ہے، زہر انسان کی جان کا دشمن ہے، مگر جذامیوں کے لیے وہ دوا بھی ہے۔

گمانہا گم شدہ دروے یقین گم یقیناں ہم ☆ کہ در صدق یقین ست ونہ در کذب گماں پیدا
جمالش از ہمہ پنہاں ورازش از خرد پنہاں ☆ نشانش در ہمہ پیدا ودانش بے نشاں پیدا
سزاوارست ہر کس بہر چیزے زاں سبب کردہ ☆ زبہر ایں گلیم وبہر او راپرنیاں پیدا
بشررا اختیار فعل داد وہست بہراو ☆ کہ ہم دارالعذاب آورد ہم دارالجناں پیدا
گیاہے کاں شفا بخشد یکے بیمار رادرتن ☆ دگر بیمار رازوتپ شود در استخواں پیدا
چناں زہر کشندہ کوست تن رادشمن جانی ☆ شدہ مجذوم رادارو ی جسم وجاں ہماں پیدا

آخر میں کہتے ہیں کہ جب ان کی روح کا قابض ان کے پاس آئے تو وہ اس دنیا سے سلامتی کے ساتھ رخصت ہوں، اسی بات کے لیے وہ اللہ تعالیٰ کے محتاج ہیں۔

ہمیں حاجت کہ باایماں بری از عالم بیروں ☆ چوگرووقابض ارواح پیشم ناگہاں پیدا

اپنی قادرالکلامی، زور طبع اور غیر معمولی ذہانت اور لیاقت کے سہارے استادان فن کی تقلید میں بھی حمدیہ قصیدہ کہتے رہے، مثلاً غرۃ الکمال میں جو حمد لکھی ہے، وہ سنائی کے تتبع میں ہے، پھر کبھی پوری غزل حمد میں کہہ جاتے، مثلاً اپنے دیوان بقیہ نقیہ کی ایک غزل میں اللہ تعالیٰ کی بے نیازی سے متعلق کہتے ہیں، کہ انسان کی باکمال عقل بھی اس کی صفات کو پا نہیں سکتی، وہ ایسا بے نیاز ہے کہ اگر اس کے دروازے پر تمام لوگ اور دنیا کے تمام ممالک

Marfat.com

برباد ہوکر خاک ہوجائیں تو بھی اس کو ملال نہ ہوگا، اس کی کبریائی کا کنگرہ لامکان سے بھی بلند ہے، ہمارے خیال کا پرندہ بھی وہاں تک نہیں پہنچ سکتا، اس کی بے نیازی ایسی ہے، کہ سینکڑوں حسین تشنہ رہ جائیں تو اس کو فکر نہیں ہوتی کہ ان کو آب زلال مل جائے، اس کے جلوہ کا تخت گاہ تو انسان کا دل ہے، جہاں وہ دن رات قریب رہتا ہے، لیکن چشم خیال اس کا جلوہ نہیں دیکھ سکتی، اس کے چمن کے سزاوار تو حضرت جبریل بھی نہیں، پھر اس دنیا کے گلچیں اس کے وصال کی بو کیسے پا سکتے ہیں۔

آخر میں کہتے ہیں کہ حاجی تو حرم پاک میں رحمت الٰہی سے سرفراز کر دیئے جاتے ہیں، مگر خسرو بیت پرست کی ظاہری حالت بھی وہاں پہونچے تو کیسے پہونچے، ان کے حمدیہ تغزل کا لطف اس کے معانی ومطالب میں نہیں ملتا، بلکہ خود ان کے اشعار کے پڑھنے سے حاصل ہوتا ہے، یہ وہ غزل ہے، جس سے محفل سماع پر وجد طاری ہوجاتا ہے۔

اے زخیال ما بروں در تو خیال کے رسد ☆ با صفت تو عقل را لاف کمال کے رسد
گر ہمہ مردم وملک خاک شوند بردرت ☆ دامن عزت ترا گرد ملال کے رسد
کنگر کبریائے تو ہست فراز لامکاں ☆ طائر ما دراں ہوا بے پر وبال کے رسد
بر در بے نیازیت صد چو حسین کربلا ☆ تشنہ بماند برگذرتا بہ زلال کے رسد
ہست بہ تخت گاہ دل جلوۂ قرب روز وشب ☆ لیک بہ جلوۂ خیال چشم خیال کے رسد
در چمنے کہ بلبلش روح قدس نمی سزد ☆ گل چینان خاک را بوئے وصال کے رسد
آیت رحمت از حرم ہست برائے حاجیاں ☆ خسرو بیت پرست را جز خط وخال کے رسد

امیر خسرو اپنی درد بھری آواز میں موسیقی کے پورے فن کے ساتھ اپنے قصیدے اور غزل کے حمدیہ اشعار اپنے مرشد کو سناتے ہوں گے، تو ان کی مجلس کی پوری فضا انوار الٰہی سے معمور ہوجاتی ہوگی، ان کے حمد اور مناجات کے نغموں میں وہی کیفیت ہے جو خواجگان چشت کے یہاں توحید کی تعلیمات میں ملتی ہے، حضرت خواجہ معین الدین چشتی فرماتے

Marfat.com

ہیں، کہ عارف جب وحدانیت اور ربوبیت کا جلال دیکھتا ہے، تو پھر اس کی نظر غیر پر نہیں پڑتی ہے اور وہ گویا نابینا ہو جاتا ہے، عارف کی محنت یہ ہے کہ حق کے سوا کسی چیز سے لگاؤ نہ رکھے، عارف کے لیے تین چیزیں ضروری ہیں، ہیبت، تعظیم اور حیا، اپنے گناہوں سے شرمندہ ہونا ہیبت ہے، طاعت گذاری تعظیم ہے اور خدا کے سوا کسی پر نظر ڈالنا حیا ہے۔
(دلیل العارفین۔ص ۴۸۔۵۴ سیر الاقطاب ص ۱۳۹)

حضرت فرید الدین گنج شکرؒ کی تعلیم یہ تھی کہ ہر حال میں خداوند تعالیٰ کی پناہ کا جویا ہونا چاہیئے، اس کا نام عزیمت ہے اور اس عزیمت کو عمل کر دینا چاہیئے (فوائد الفواد ص ۱۸) حضرت خواجہ نظام الدین اولیاؒ نے یہ تعلیم دی کہ درویش اہل عشق ہوتے ہیں اور علما اہل عقل (افضل الفوائد) ان میں سے کون ایسی بات ہے، جس کے لیے امیر خسرو نے اپنی حمد اور مناجات میں دعا نہیں کی اور پھر اپنے مرشد کی طرح عشق الٰہی کے جویاں بھی رہے، جیسا کہ ان حمدیہ اشعار اور مناجات سے ظاہر ہے، مثلاً دول رانی خضر خاں (ص ۶) میں کہتے ہیں کہ اے خدا اس دل میں عشق کی بنیاد ایسی ڈال دے کہ یہ مٹی ہمیشہ سبزہ زار بنی رہے اور اے اللہ عشق کی ایسی شراب پے در پے پلا دے کہ قیامت کے روز عشق کی شراب کے نشہ میں مست رہوں۔

چناں بنیاد عشق افگن دریں دل ☆ کہ روید جاودانی سبزہ زیں گل
چنانم دہ مئے پے در پے عشق ☆ کہ فردا مست خیزم از مئے عشق

اور ان کی دعا مقبول ہوئی کہ ان کے دل میں جو عشق کا سوز پیدا ہوا وہ ہماری روحانی وراثت کا بہت بڑا سرمایہ ہے، اسی کی بدولت انھوں نے اپنی غزلوں کو عشق الٰہی سے کچھ گلزار اور لالہ زار بنا دیا ہے کہ آج بھی سماع کی محفلوں میں ان کے عشقیہ اشعار کے سوز وگداز سے روحانی کیفیات کی ایک قیامت برپا ہو جاتی ہے، انھوں نے عشق الٰہی پر کیسے کیسے اشعار کہہ کر اپنے جذبات کے گل اور بوٹے کھلائے ہیں، اس کا ذکر آگے آئے گا۔

Marfat.com

عشق رسول: چشتیہ سلسلہ کے اولیا عشق الٰہی کے بعد عشق رسول پر بڑا زور دیتے رہے، حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ اپنے ملفوظات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر بڑے ہی والہانہ انداز میں کرتے ہیں، حدیث نبویؐ کا ذکر کرکے رونے لگتے، ایک جگہ اپنے ملفوظات میں فرمایا کہ افسوس ہے اس شخص پر جو قیامت کے دن آپ سے شرمندہ ہوگا، اس کی جگہ کہاں ہوگی، جو آپ سے شرمندہ ہوگا، یہ فرما چکے تو ہائے ہائے کرکے رو پڑے (دلیل العارفین مجلس دوم) حضرت قطب الدین بختیار کاکیؒ ہر رات تین ہزار بار درود شریف پڑھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار گوہر بار میں ہدیہ بھیجا کرتے تھے، (سیر الاولیا، ص ۵۰) حضرت فرید الدین گنج شکرؒ کی مجلس میں جب ذکر رسول آتا تو زار و قطار رونے لگتے، ایک بار رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے وصال کا خود ہی ذکر کرنے لگے، تو آہ کھینچی، نعرہ لگایا اور روتے روتے بیہوش ہو گئے (راحت القلوب ص ۶۸) حضرت نظام الدین اولیاؒ کی محبت رسول کا یہ عالم تھا کہ وصال سے کچھ دنوں پہلے خواب میں دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں کہ نظام تم سے ملنے کا اشتیاق ہے، اس خواب کے بعد سفر آخرت کے لیے بے چین رہے، کھانا پینا بالکل ترک کر دیا، برابر آنکھوں سے آنسو جاری رہتا، کبھی کچھ کھانے کے لیے اصرار کیا جاتا تو فرماتے کہ حضرت رسالت مآب کے مشتاق کو دنیاوی غذاؤں کی ضرورت نہیں، دوا پینے کے لیے کہا جاتا تو فرماتے۔ ع

دردمند عشق را دارو بجز دیدار نیست

اسی حالت میں وفات پائی۔ سیر الاولیا (ص ۱۵۵۔۱۵۴)

یہی ساری والہانہ عشقیہ کیفیات امیر خسرو کی نعتوں میں ملتی ہیں، جن کا اظہار وہ طرح طرح سے کرتے ہیں۔

مثنوی مطلع الانوار کی نعت (ص ۱۱۔۱۰) میں کہتے ہیں کہ چرخ کی ساری آرائش رسول عربؐ ہی کے لیے ہے، احمد کا نام لکھا گیا تو اس میں بھی حمد آ گیا ہے اور کلام پاک کی

Marfat.com

سورۂ حم بھی، آپ امی تھے، مگر مکتب ازلی میں ساری عقل سیکھ لی تھی، آپ نے اپنی پریشاں حال امت کے سامنے سارا پردہ اٹھایا اور خداوند تعالیٰ کی طرف سے جو بخشش ہوگی، اس کے آپ ضامن ہیں، آپؐ کا سینہ نازک تھا اور دل بھی، مگر پھر ساری دنیا کا بار اٹھالیا، خاص وعام کو جو آزادی کا پروانہ ملا، وہ آپ کی رسالت کی توقیع کے ذریعہ سے ملا، آپ ہی کے نور سے آفتاب آسمان پر چلتا ہے اور صبح بھی نمودار ہوتی ہے۔

چرخ کہ زیں ساں عجب آراستند ☆ بہر رسول عرب آراستند
احمد مرسل کہ نوشتہ قلم ☆ حمد بنام وے وحمٓ ہم
زاں ازلی مکتب اوامی لقب ☆ عقل کل آموختہ لوح ادٗب
پردہ کش امت شوریدہ کار ☆ ضامن آمرزش آمرزگار
بار جہاں بردل آں نازنیں ☆ سینہ چناں وبارے چنیں
نامہ کہ آزادی خاص ست وعام ☆ کردہ بہ توقیع رسالت تمام

مطلع الانوار کی نعت سوم میں کہتے ہیں کہ آپ کی بات خدا کے خزانہ کی کنجی ہے، آپ کی وجہ سے الست کی آواز بلند ہوئی اور نیست ہست میں تبدیل ہوگیا، آپ کا خم ابرو ہلال میں ہے، آپ ہی کے موئے مبارک کی شکن شام ہے، آپ کے گیسو کی سیاہی تاریک شب ہے اور آپ ہی کی وجہ سے پھولوں کو آبرو حاصل ہوئی۔

اے سخنت گنج خدارا کلید ☆ گوہر آں گنج تو کردی پدید
از تو صلائے بہ الست آمدہ ☆ نیست بہ مہمانی ہست آمدہ
غرۂ ماہ از خم ابروے تست ☆ طرۂ شام از شکن موئے تست
بردہ زگیسوئے تو شب تار موئے ☆ وز خوئے تو یافتہ گل آبروئے

مثنوی شیریں خسرو کی نعت میں کہتے ہیں کہ آپ نہ ہوتے تو آسمان پیدا نہ کیا جاتا اور کعبہ کو بھی رفعت حاصل نہ ہوتی، حضرت عیسیٰؑ نے اپنے دم سے آپ کی جگہ صاف کی

Marfat.com

اور حضرت خضرؑ نے آب حیات سے آپ کے قدم دھوئے۔

زمویش چرخ رامنشور لولاک ☆ ززلفش کعبہ رازنجیرافلاک

مسیحا از دم خود رفتہ جایش ☆ خضرازآب حیواں شستہ پایش

مثنوی مجنوں لیلیٰ کی نعت میں رقم طراز ہیں کہ آپ رسولوں کے بادشاہ ہیں، شفاعت کرنے والے ہیں، آپ کا نور پہلے اور بعد میں آفتاب پیدا ہوا، آپ عقل کے چراغ کو نور عطا کرنے والے ہیں، آفرینش کے چشم و چراغ ہیں، آسمانی تخت کے شہنشاہ ہیں، جو چیز چھپی ہوئی ہے، اس کے جاننے والے ہیں، رسالت کی مملکت کے سلطان ہیں، صحیفۂ جلالت کے طغرا ہیں۔

شاہ رسل شفیع مرسل ☆ خورشید پسین ونوراول

ہم نوردہ چراغ بینش ☆ ہم چشم و چراغ آفرینش

شاہنشہ تخت آسمانی ☆ خوانندۂ تختۂ نہانی

سلطان ممالک رسالت ☆ طغرائے صحیفۂ جلالت

مثنوی آئینہ سکندری کی نعت میں کہتے ہیں کہ آپ رسول قوی ہیں اور آپ حق کے واضح ثبوت ہیں، آپ کی حکمت درست ہے اور آپ نے جتنا حکم دیا ہے، وہ ہر طرح مضبوط ہے، آپ نیلے آسمان کے تخت کے بادشاہ ہیں، آپ ہی کی وجہ سے ہستی کی عمارت تعمیر ہوئی، یہ آسمان جو رخشندہ باغ دکھائی دیتا ہے، آپ ہی کے نور سے روشن ہے، آپ کے چہرۂ مبارک کے باغ سے سارا باغ پھول بنا ہوا ہے اور اس باغ کے بلبل روح الامین یعنی حضرت جبرئیل ہیں، لوح محفوظ میں آپ ہی کی شان نظر آتی ہے اور دنیا کی سیاہی اور سپیدی آپ ہی کی وجہ سے ہے۔

رسول قوی حجت آشکار ☆ بہ حکمت درست و بہ حکم استوار

محمد شہہ لاجوردی سریر ☆ کزوگشت ہستی عمارت پذیر

Marfat.com

زباغ رخش ہست بستاں گلے ☆ دراں باغ روح الامین بلبلے
ہمہ لوح محفوظ درشان او ☆ سیاہ وسپید جہاں زآن او

مثنوی ہشت بہشت میں کہتے ہیں کہ گناہ گاروں کو قیامت کے روز کے آفتاب کے نیچے آپ ہی کے حکم سے لمبا سایہ حاصل ہوگا، آپ امی تھے، لیکن تختۂ کن پر آپ ہی نے یہ حرف لکھا، آپ کا قلم اور آپ کی بات ہر طرح درست ہے، آپ کی ذات مبارک لوگوں کی نجات کی کنجی ہے، دنیا کے لیے حیات بھی ہے اور آب حیات بھی اور آپ کا وصف بیان کرنا عقل سے باہر ہے، آپ کی بارگاہ لامکاں سے برتر ہے، جو مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا نور نہ رکھتا ہو، اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کے سایہ سے دور رکھے۔

عاصیاں را ور آفتاب نشور ☆ ظل ممدود داداز منشور
امی وحرف سنج تختۂ کن ☆ قلمش راست کاوراست سخن
ذات اوخلق راکلید نجات ☆ ہم حیات جہاں ہم آب حیات
وصفش ازحد عقل وجاں برتر ☆ بارگاہش از لامکاں برتر
ہر کہ ازمصطفیٰ نہ دارد نور ☆ سایہ اش دوربار از ما دور

مثنوی نہ سپہر میں اپنی غایت عقیدت میں کہتے ہیں کہ جب آدمؑ ابھی پیدا بھی نہیں کیے گئے تھے، تو آپ ہفت محراب کے قبلہ بنے ہوئے تھے، حضرت ابراہیم خلیلؑ کو آپ ہی کے وجود سے نور ملا، اسی لیے گل ناران کے لیے گلنار بن گئی، حضرت سلیمانؑ دیو اور پری کے بادشاہ اس لیے بنے کہ آپ ہی سے ان کو تاج اور انگشتری ملی، حضرت موسیٰؑ نے آپ سے پہلے اللہ تعالیٰ کی روشنی دیکھنی چاہی تھی، تو ان کو پہاڑ دکھلایا گیا کہ یہی ان کے لیے کافی ہے، حضرت ادریس آپ سے بہشت میں داخل ہوئے تو آپ کے لیے طوبیٰ کی نگہبانی کے لیے مقرر ہوئے، حضرت اسماعیلؑ آپ ہی کی وجہ سے پاک ہوئے، اسی لیے ان کی گردن پر خنجر چلایا گیا تو ان کا خون خاک پر نہیں گرا، حضرت نوحؑ نے طوفان میں کشتی چلائی تو آپ

Marfat.com

ہی کی وجہ سے اپنی قوم کو بچا سکے، آپ کو آفتاب اور ماہتاب نے اس طرح سجدہ کیا ہے کہ حضرت یوسفؑ نے اس طرح کا سجدہ خواب میں نہیں دیکھا، آپ کی جاں بخش فصاحت سے دم عیسیٰؑ بھی حیرت میں رہ گیا، آپ کے معجزے بیان کیے جائیں تو آسمان میں لرزہ پیدا ہو جائے۔

ہنوز آدم اندر گل وآب بود ☆ کہ اوقبلۂ ہفت محراب بود
خلیل ازوجودش پرانوارگشت ☆ کہ بروے گل نارگلنارگشت
سلیمان کہ شدشاہ دیوپری ☆ ازو یافتہ تاج اوانگشتری
لقاپیش ازوکردہ موسیٰ ہوس ☆ نمودند سنگش کہ ایں پیش وبس
چوادریس درخلد شد پیش ازو ☆ نگہداشت طوبیٰ برخویش ازو
سماعیل زومایہ داشت پاک ☆ ازاں دشنہ نہ فگندخویش آخاک
بہ ملاحیش نوح چوں درنشست ☆ زبے آبی قوم خود بازرست
چناں سجدہ کردش مہ وآفتاب ☆ کہ یوسف ندیدآں کرامت بہ خواب
چوں جاں بخش گشتہ بہ نطق فصیح ☆ نماندہ زحیرت دم اندر مسیح

چوں ازمعجز آتش برانم سخن
فتد لرزہ در آسمان کہن

امیر خسرو نے اپنی نعتوں میں جو خیالات ظاہر کیے ہیں، ممکن ہے کہ ان سے بعض محتاط علما ظاہر اور محدثین اتفاق نہ کریں لیکن رسول اللہ صلی علیہ وسلم کی عقیدت ومحبت میں ایسے خیالات بعض مفسروں کے یہاں بھی ملیں گے، صوفیائے کرام کے یہاں تو ایسے تخیلات عام طور سے پائے جاتے ہیں، خود حضرت نظام الدین اولیاؒ کے مجموعۂ ملفوظات راحت المحبین میں ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ آفتاب وماہتاب کو جو نور دیا گیا ہے، وہ نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں رائی کے دانہ کے برابر بھی نہیں ہے، کون ومکاں میں جس

Marfat.com

قدر اشیا ہیں، ان سب پر نام پاک حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ثبت ہے اور ان سب کو حکم ہے کہ زندگی بھر آپ کا نام مبارک لیتے رہیں، آسمان وزمین میں ایک بھی جگہ ایسی نہیں کہ جس جگہ آپ کا نام مبارک نہ لکھا ہو، آپ کا معجزہ تھا کہ آپ بے داری اور خواب میں یکساں دیکھتے اور سنتے تھے، آپ کی شان اس قدر بلند ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قسم کھائی کہ آپ کو پیدا نہ کرتا تو آسمان اور زمین کو بھی پیدا نہ کرتا، فردائے قیامت میں حق تعالیٰ وہی کرے گا جو آپ کہیں گے، کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنا حبیب فرمایا ہے اور محبت کا یہی اقتضا ہے، اس روز حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے مردہ زندہ کیا، ان کو حکم ہوا کہ نام مبارک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا لے کر مردہ پر دم کریں، پس حق تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کی برکت سے مردہ کو زندہ کیا، حضرت داؤد علی نبینا وعلیہ السلام نے ایک روز مہتر جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا کہ فرشتے آسمان پر کس امر میں مشغول رہتے ہیں، حضرت جبرئیل علیہ السلام نے جواب دیا کہ اے داؤد جس روز سے وہ پیدا ہوئے اللہ تعالیٰ نے ان کو حکم دیا ہے کہ تم آٹھ پہر آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) پر درود نامحدود بھیجتے رہو ورنہ تمہارا نام فریدۂ ملائکہ سے خارج کر دیا جائے گا، جب اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کی توبہ قبول کرنی منظور کی تو حکم دیا کہ اے داؤد محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کو میری بارگاہ میں شفیع لاؤ کہ تمہاری توبہ قبول ہو، ان سب وجوہ سے معلوم ہوتا ہے کہ زمین وآسمان ومافیہا سب بہ طفیل آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پیدا ہوئے ہیں اور آپ ان سب سے برتر ہیں۔ (راحت المحبین اردو ترجمہ ص ۴۔۳۰۲)

امیر خسرو نے یہی ساری باتیں اپنے نعتیہ اشعار میں شاعرانہ انداز میں کہی ہیں، اوپر کے ملفوظات کو سامنے رکھ کر امیر خسرو کے کچھ اور اشعار کا مطالعہ ناظرین کریں۔

مثنوی لیلیٰ مجنوں میں ہے:۔

سلطان ممالک رسالت ☆ طغرائے صحیفۂ جلالت

Marfat.com

مجوبہ کشائے پردۂ غیب ☆ گنجورخزینہ ہائے لاریب
پروانہ رساں ظلمت و نور ☆ وز نور دخاں نوشتۂ منشور
گنجینۂ کیمیائے عالم ☆ پیش ازہمہ پیشوائے عالم
نامش بہ سریر بادشاہی ☆ توقیع سپیدی وسیاہی
جاروب زنان بارگاہش ☆ از پر فرشتہ رفتہ راہش
لشکرکش آسماں غلامش ☆ تعویذ کلاہ کرد نامش
بستہ کمر آسماں بکارش ☆ انجم ہمہ چاؤ شان بارش

مثنوی شیریں خسرو میں ہے:۔

محمد کاصل ہستی شد وجودش ☆ جہاں گردے زشادرواں جودش
چراغ روشن از نور خدائی ☆ جہاں راداد ہ ازظلمت رہائی
کتاب انبیا کآمد زپیشی ☆ ہمہ بر نامۂ پاکش حویشی
ملائک خواندہ شمع آسمانش ☆ دخان ونور روشن از دہانش

مثنوی ہشت بہشت میں ہے:۔

درۃ التاج کن فکاں نسبش ☆ قرۃ العین انس وجاں لقبش
ہستی ازوے علم بر آوردہ ☆ او تفاخر بہ نیستی کردہ
عیسیٰ ازکیمیائے جانست بہ پوست ☆ بیگماں کیمیاے عیسیٰ اوست

مثنوی نہ سپہر میں ہے۔

سرو سرور جمع پیغمبراں ☆ شعاعی از انوار او اختراع
رسولے ز پیغمبراں جملہ فرد ☆ کہ ایزد رسالت بروختم کرد
عمل ران در وازۂ کبریا ☆ علم دار قلب صف انبیا

امیر خسرو نے جہاں اپنی نعتوں میں اپنے مرشد کے جذبات وخیالات کی ترجمانی

Marfat.com

کی ہے، وہاں اساتذۂ فن کی تقلید میں بھی نعتیں کہی ہیں، مثال کے طور پر ہم یہاں پر ان کے اور نظامی گنجوی کے کچھ متوازی نعتیہ اشعار پیش کرتے ہیں۔

نظامی: اے ختم پیغمبران مرسل ☆ حلوئے پسین وملح اول
خسرو: شاہ رسل وشفیع مرسل ☆ خورشید پسین ونور اول
نظامی : اے حاکم کشور کفایت ☆ فرمان دہ جملہ ولایت
خسرو: سلطان ممالک رسالت ☆ طغرائے صحیفۂ جلالت
نظامی: اے خاک تونبائے بنیش ☆ روشن بہ توچشم آفرینش
خسرو: ہم نوردہ چراغ بنیش ☆ ہم چشم وچراغ آفرینش
نظامی : خاک تو ادیم روئے آدم ☆ نور تو چراغ ہر دو عالم
خسرو : گنجینۂ کیمیائے عالم ☆ پیش ازہمہ پیشوائے عالم
نظامی: ستوں شد خردمند از پشت او ☆ مہ انگشت کش گشت زانگشت او
خسرو: حمایت نشیں چرخ درمشت او ☆ مہ از داغداران انگشت او
در چرخ را ماہ قفل زرست ☆ کلید موی انگشت پیغمبر است

ان اشعار پر تبصرہ کرتے ہوئے نواب حبیب الرحمان خاں شروانی نے مجنوں لیلیٰ اور مولانا محمد سعید فاروقی نے آئینۂ سکندری کے مقدمہ میں امیر خسرو کے اشعار کو زیادہ بہتر، دل گداز، پرشکوہ اور پرلطف قرار دیا ہے لیکن مقابلہ اور موازنہ سے قطع نظر یہ کہنے میں تامل نہیں کہ نظامی گنجوی نے جس جذبۂ پاک سے اپنی نعتیں کہی ہیں، اسی والہانہ جذبہ سے خسرو نے بھی اپنے نعتیہ اشعار کہے اور جس طرح نظامی نے ہر نعت کے بعد معراج کا ذکر کیا ہے، اسی طرح خسرو نے معراج محمدی لکھ کر اپنی عقیدت اور محبت کے نذرانے پیش کیے ہیں، جن کو پڑھ کر یہ محسوس ہوتا ہے کہ وہ اپنے مرشد ہی کی طرح عشق رسول میں، فنافی الرسول تھے، اس کا اندازہ ان نعتیہ اشعار سے بھی ہوگا، جو گذشتہ اوراق میں ناظرین کی نظروں سے

Marfat.com

گذرے ہیں، عشق الٰہی اور عشق رسول ہی کا دوسرا نام تصوف ہے، امیر خسرو کو یہ دونوں چیزیں قدرت کی طرف سے عطا ہوئیں، ان کی جلا ان کے مرشد کی صحبت میں بھی ہوتی رہی، پھر اسی کو اپنی قادرالکلامی سے اپنی شاعری میں منتقل کرتے رہے۔

صنائع وبدائع: امیر خسرو صنائع وبدائع کے استعمال میں مہارت تامہ رکھتے تھے، اپنی غزلوں، مثنویوں اور قصیدوں میں اس فن پر اپنی غیر معمولی قدرت کا اظہار کرتے رہے۔ یہ فن ان کے یہاں موم کی حیثیت رکھتا، اپنی خواہش کے مطابق جس طرح چاہتے اس کو موڑ کر کوئی نہ کوئی صنعت پیدا کر دیتے، اپنی نعتوں میں بھی یہ فن دکھا کر اپنے کمالات سے لوگوں کو متاثر کیا ہے، حاجی علی احمد خاں صاحب نے شیریں خسرو کو ایڈیٹ کرتے وقت اپنے مقدمہ میں ان کے ان کمالات کا احاطہ بڑی محنت سے کیا ہے، انھوں نے تنسیق الصفات، تقابل، ابہام، ذوقافیتین، تجنیس ناقص، تجنیش خطی، تجنیس زائد بہ اول، ردالعجز علی الصدر، ردالابتدا' علی الصدر، ردالعجز علی العروض، مرعات النظیر، حسن تعلیل اور مذہب الکلامی کا استعمال جس طرح کیا ہے، ان کی مثالیں ان کے اشعار کی نشاندہی کر کے ان کے ان کمالات سے امیر خسرو کے پرستاروں کو محظوظ کیا ہے، ان ہی میں سے ہم بھی یہاں پر دو تین مثالیں پیش کرتے ہیں۔

ردالعجز علی الصدر:۔ شاعر جس لفظ کو آخر بیت میں ذکر کرے، اسی کو اول بیت میں لائے۔

رقم کو باز نہ شناسد قلم را ☆ چہ داند باز نقاش رقم را

ردالابتداء علی الصدر:۔ جو لفظ مصرع دوم کی ابتدا میں ہو وہی مصرع اول کے شروع میں لایا جائے۔

ولایت داری از توقیع درگاہ ☆ ولایت تامۂ اولیٰ مع اللہ

ردالعجز علی العروض:۔ جو لفظ مصرع دوم کے آخر میں ہو وہی مصرع اولیٰ کے

Marfat.com

آخر میں لایا جائے۔

ہمیں اورا بگویم سایہ یاراست ☆ وگر ہر کس کہ بینی سایہ داراست

امیر خسرو کی ایک مشہور نعتیہ غزل یہ جو برابر محفل سماع میں گائی جاتی ہے۔

کی دانم چہ منزل بود شب جائیکہ من بودم ☆ بہر سو رقص بسمل بود شب جائیکہ من بودم

پری پیکر نگاری سرو قدی لالہ رخساری ☆ سراپا آفت دل بود شب جائیکہ من بودم

رقیباں گوش بر آواز او در ناز و من ترساں ☆ سخن گفتن چہ مشکل بود شب جائیکہ من بودم

خدا خود میر مجلس بود اندر لامکاں خسرو ☆ محمد شمع محفل بود شب جائیکہ من بودم

جس محفل میں یہ نعت گائی جاتی ہے، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ نور محمدی سے ساری فضا منور ہوگئی ہے، ہر کس و ناکس پر وجد و حال کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے، کچھ لوگ اس کو امیر خسرو کی نعت نہیں قرار دیتے، کیوں کہ یہ ان کے کسی دیوان میں نہیں، مگر جب تک یہ ثابت نہ ہو کہ یہ کس خسرو کی نعتیہ غزل ہے، اس وقت تک امیر خسرو کے نام سے یہ جو یہ پر کیف اور وجد آفریں نعت سینہ بہ سینہ اور سفینہ بہ سفینہ منسوب ہوتی چلی آرہی ہے، اس سے ان کو محروم بھی نہیں کیا جا سکتا، اس میں جو سوز ہے، گداز ہے، کیف ہے، روحانیت ہے، سراپا عجز و نیاز ہے، مستی ہے اور سرشاری ہے، وہ ان کے سوا کسی اور خسرو کی شاعری میں نہیں پائی گئی ہے۔

منقبت شیخ: حمد اور نعت کے بعد امیر خسرو التزاماً اپنے شیخ کی منقبت لکھتے ہیں، مطلع الانوار میں اپنے پیر کے متعلق کہتے ہیں کہ وہ اپنے رسول کی روش اختیار کیے رہے، ان کی سیرت میں سنت و پیمبری ظاہر ہوتی رہی۔

راہ روئے کو بطریق صفا ☆ رفتہ قدم بر قدم مصطفیٰ

سیرت میمونش بدیں پروری ☆ نسخۂ دیبا چۂ پیغمبری

وہ غیب کی بھی خبر رکھتے اور آسمانی جلوے بھی ان کے سامنے ہوتے۔

چشم یقینش بہ تماشائے غیب ☆ در نظر او ہمہ صحرائے غیب

Marfat.com

عصمتیان حرم آسماں ☆ جلوہ کناں درنظرش ہر زماں

پھر اپنے مرشد کے تصوف کی شرح اس طرح کی ہے، کہ وہ اپنے فروعی اور اصولی عقیدتوں میں قال اللہ اور قال الرسول کے تابع رہے اور پھر بڑے وثوق کے ساتھ کہتے ہیں کہ ان کی طریقت عین شریعت کے مطابق تھی اور اگر طریقت عین شریعت کے مطابق نہیں تو یہ شر ہے۔

سکہ کارش بفروع واصول ☆ تابع قال اللہ وقال الرسول
عین شریعت بہ طریقتش درست ☆ شرع اگر عین نباشد شرست

وہ زیادہ تر اسی پر زور دیتے رہے کہ ان کے پیر نبی کے بازوئے راست اور میراث نبی کے کامل الصفات بنے رہے، یعنی شریعت کی خلاف ورزی ان کے یہاں کسی حال میں نہیں، شیریں خسرو میں جو شیخ کی منقبت لکھی تو اس میں کہتے ہیں۔

نظام الحق نبی را بازوئے راست ☆ کہ چرخ از رفعتش عطف مصلا است
زدیوان ازل واصل خطابش ☆ زمیراث نبی کام نصابش

ان کے فیوض اور برکات کو اس طرح بیان کرتے ہیں کہ مقبولوں اور مدبروں کے لیے پناہ بنے ہوئے ہیں، جو دل رکھتے ہیں اور جو نہ بھی رکھتے ہوں، ان کے راز بنے ہوئے ہیں، ان کے مرید اپنے طمانچے سے شیطان کی گردن توڑ سکتے ہیں۔

پناہ مقبلان ومدبراں ہم ☆ سرصاحب دلان وبے دلاں ہم
مریدانے کہ پیشش دست بستہ ☆ بہ یکی گردن شیطان شکستہ

ان کی خلوت کے جلوے کی عکاسی اس طرح کی ہے کہ یہ خلد کی راہ دکھاتی ہے، یہاں اللہ تعالیٰ کے جلوے دکھائی دیتے ہیں۔

بہ کنج خلوتش کز خلد راہے است ☆ عروسان رضا را جلوہ گاہے است

مثنوی مجنوں لیلیٰ کی منقبت میں کہتے ہیں کہ وہ قطب زماں، پناہ ایماں، سرجملۂ

Marfat.com

کریماں، نظام دین محمد، حجرۂ فقر میں بادشاہ، عالم دل کے جہاں پناہ، شاہنشہ بے سرپر و بے تاج، پردۂ غیب کے محرم راز، راز سپہر کے کیسہ پرواز، پاک بینوں میں بیناتر اور شب نشیوں میں بیدارتر ہیں، یعنی ایک عارف باللہ میں جتنی خوبیاں ہوسکتی ہیں وہ سب ان کو اپنے پیر میں نظر آتی ہیں۔

قطب زمن و پناہ ایماں ☆ سر جملہ جملۂ کریماں
درشرح نظام دین احمد ☆ یعنی کہ نظام دین محمد
درحجرۂ فقر بادشا ہے ☆ درعالم دل جہاں پنا ہے
شاہنشہ بے سریر و بے تاج ☆ شاہانش بہ خاک پائے محتاج
درپردۂ غیب محرم راز ☆ وزراز سپہر کیسہ پرواز
بینا تر جملہ پاک بیناں ☆ بیدار ترین شب نشیناں

اور پھر مثنوی آئینہ سکندری کی منقبت میں ان ہی باتوں کو دوسرے انداز میں کہتے ہیں کہ دین حق کو ان کی وجہ سے پناہ ملی اور وہ پیشوا بنے رہے۔

پناہ جہاں دین حق زانظام ☆ رہ قدس را پیشوائے تمام

ان کی شب بیداری کی کیفیت اس طرح بیان کرتے ہیں۔

ہمہ شب زشب خیزی بے ریا ☆ کمند افگن کنگر کبریا

ان کی سجدہ ریزی کی کیفیت کا ذکر اس طرح کرتے ہیں۔

زبس سجدہ کردن بہ محراب دین ☆ شدہ حاجب خاص روح الامین

جب ان کی نمازوں کا ذکر کرتے ہیں تو یا تو اس میں شاعرانہ غلو یا مرشد سے ان کی غیر معمولی عقیدت کا رنگ پیدا ہو گیا ہے۔

نمازوے از معراج برتری ☆ نمود از معراج پیغمبری

ان کی ولایت کی وسعت کا ذکر اس طرح کرتے ہیں۔

Marfat.com

زمین وفلک در ولایت حدش ☆ ولی گوشۂ بوریا مسندش

ان کو ہماری دل کا غیر معمولی طبیب بھی بتاتے ہیں۔

بہ بیماریٔ دل طبیب ست فرد ☆ کز وکردہ در ماں بباز ار درد

ان کی نظر کیمیا اثر کو اس طرح دکھاتے ہیں۔

زنظارۂ وے آں آفتاب ☆ ہمہ پاک چشماں دو دیدہ پر آب

ان کی بردباری کی تعریف یہ کہہ کر کی ہے کہ ان زیادہ کوئی اور بردبار نہ ہوسکا۔

برد بار خلق از چہ بسیار تر ☆ کسے نیست از وے سبک بار تر

آخر میں یہ کہہ اٹھتے ہیں۔

چراغ بہ ظلمات آخر زماں

مثنوی نہ سپہر میں اپنے مرشد کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ وہ اسرار قدسی جاننے میں فرد ہیں، شیطان سے پناہ چاہنے والوں کو ان کے یہاں اماں ملتی ہے، ان کا کشف معجزات سے تو کم لیکن کرامت سے بلند تر ہے، ان کے نور سے جو شمع روشن ہوتی ہے تو اس کے بعد عارفوں کے دل کا چراغ جل کر رہ جاتا ہے۔

دراسرار قدسی فرید زماں ☆ زشیطان پناہندہ راذ والاماں

نمودار کشفش بہ صدق وثبات ☆ فزوں از کرامت کم از معجزات

زشمع کہ نورویی افروختہ ☆ چراغ دل عارفاں سوختہ

ان اشعار سے اندازہ ہوگا کہ امیر خسرو کو اپنے مرشد سے کیسی محبت وعقیدت تھی، جو عین چشتیہ سلسلہ کی روایات کے مطابق تھی، حضرت خواجہ معین الدین چشتی نے اپنے مرشد حضرت عثمان ہرونی کی خدمت غلاموں کی طرح کی، سفر میں مرشد کا بستر اور دوسری ضروری چیزیں اپنے سر پر رکھ کر چلتے، (تفصیل کے لیے دیکھو بزم صوفیہ ص ۵۰، طبع سوم) حضرت قطب الدین بختیار کاکی نے دہلی میں قیام کیا تو یہاں اپنے مرشد سے جدائی کی وجہ سے

Marfat.com

اپنے کو مہجور پایا اور ان سے ملنے کے لیے ان کے دل میں آتش شوق بھڑکتی رہی، (ایضا، ص ۹۴) حضرت خواجہ نظام الدینؒ نے اپنی ایک مجلس میں فرمایا کہ پیر کو مرید اپنا حاکم سمجھے، (فوائد الفواد لاہور اڈیشن ص، ۲۴۹) امیر خسرو تو اپنے پیر کو حاکم اور سب کچھ سمجھنے کے ساتھ اپنا معشوق بھی سمجھتے اور بقول مولانا شبلی ان کے عشق میں ان کا جمال دیکھ کر جیتے رہے اور ان سے اپنی محبت اور شگفتگی کے اظہار میں اپنی شاعری میں تغزل کا رنگ پیدا کر دیتے، حضرت خواجہ نظام الدین اولیاؒ کی آنکھیں شب بیداری میں شغل باطن سے سرخ ہو جاتیں تو امیر خسرو نے ان کی خمار آلود آنکھوں کو دیکھ کر ایک موقع پر ان کو مخاطب کر کے مست ہو کر فرمایا کہ رات بھر تو جاگتا رہا، کس کے پہلو میں رات گذاری کہ تیری مست آنکھوں میں اب تک خمار باقی ہے۔

تو شبانہ می نمائی بہ برکہ بودی امشب ☆ کہ ہنوز چشم مستت اثر خمار دارد

پھر ایک پوری غزل، اپنے مرشد کی شان میں لکھی ہے، جس میں وہ کہتے ہیں کہ اسے پیر تیرے پاؤں کی خاک، نور سعادت ہے، تیرے توبہ کی قینچی کلمۂ شہادت کے مانند ہے، تیری ہستی وہ نظام ہے کہ تیرے نون نے محراب کو عبادت کے لیے سیدھا کر رکھا ہے، جس نے تیری روشنی دیکھی اور اس کو بیداری حاصل نہیں ہوئی تو وہ ایک ایسا کتا ہے، جس کی عادت صبح تک سونے کی ہوتی ہے، تو وہ صبح کی شمع ہے کہ تجھ سے عشق کا شعلہ اٹھتا ہے، تو اس کا شرارہ ہدایت کا چراغ بن جاتا ہے، بڑے بڑے عالم جن کو انبیا سے معرفت حاصل ہوتی ہے، وہ تیرے آگے استفادہ کے لیے آجاتے ہیں، تیرا ہر مرید اپنے رکوع کی وجہ سے ہلال بنا ہوا ہے، ہر رات وہ ہلال کی طرح بڑھتا نظر آتا ہے، ایک مرید کہہ سکتا ہے کہ تیرا جو مرید ہے وہ ایک ایسا آدمی ہے کہ اس کی آنکھ سے کوئی فتنہ بھی پیدا ہو تو وہ بھی سعادت کا باعث ہے اور اب چھوٹے بڑے تجھ سے وصل کی امید رکھتے ہیں تو خسرو تجھ سے وصل کے بغیر ؟ حرف عداوت بنا ہوا ہے۔

Marfat.com

اے پیر خاک پائے تو نور سعادت ست ☆ مقراض توبۂ تو چولائے شہادت ست
ہستی تو آں نظام کہ نون خطاب تو ☆ محراب راست کردہ برائے عبادت ست
دید آنکہ طلعت تو و بیداریش نبود ☆ ہست آں سگے کہ خفتن صحبش بہ علت ست
تو شمع صبح شعلۂ شوقے کہ از تو خواست ☆ زاں ہر یکے شرارہ چراغ ہدایت ست
علامہ اے کہ معرفت انبیاش ہست ☆ اورا بہ پیش تو محل استفادت ست
ہر یک مرید تو جو ہلالے است از رکوع ☆ ہر شب ہلال وار ازاں در زیادت ست
بتواں مرید گفت مرید ترا کہ اوست ☆ آں مردمے کہ فتنۂ عین سعادت ست
امید کز تو واصل گردد چوں خرد ☆ خسرو کہ بے وصال چو حرف ارادت ست

خسرو اپنے مرشد کے ساتھ حسین راتیں کیف آفریں باتوں کے ساتھ گزارتے، بات بات پر قدم بوسی اور دست بوسی کی لذت اٹھاتے، ان کو جام معرفت کا ساقی سمجھ کر ان سے شراب معرفت لے کر پیتے تو اس کا خمار ان پر باقی رہتا، مست ہو جاتے تو اس مستی کا داغ ان کے دل پر باقی رہ جاتا، ایسی عیش ونشاط سے بھری رات کو سونچ کر کے ان کا دل فگار بن جاتا، ان کی دست بوسی اور قدم بوسی کی یاد ان کے لیے جانگسل رہتی اور وہ جو کچھ اپنے مرشد سے سنتے اس کے بعد کسی اور کی نصیحت یا بات سننا پسند نہ کرتے، کیا ان کی اس غزل کے یہ اشعار ان ہی کیفیات کی تو غمازی نہیں کرتے۔؟

خوش آں شبے کہ سرم زیر پائے یار بماند ☆ دو دیدہ دررہ آں سرو گل عذار بہ ماند
شراب ہا کہ کشیدم بہ روئے ساقی خویش ☆ بہ رفت از سرو درد سر و خمار بہ ماند
چراش سیر نہ دیدم کہ زود گشتم مست؟ ☆ مرا در ون دل ایں داغ یادگار نہ ماند
گذشت آں شب و آں عیش و آں نشاط لیک ☆ بہ یادگار دریں سینۂ فگار بہ ماند
بہ یاد پاک یکے بوسہ یادگار دہم ☆ کہ جاں ہمی رود و دست و پا زکار بہ ماند
حدیث اہل نصیحت نہ گنجدم در دل ☆ کہ در درون نہ سخن ہائے آں نگار بہ ماند

Marfat.com

صوفیانہ نکتے: امیر خسرو نے جا بجا اپنے قصیدوں میں تصوف اور صوفی پر بھی اظہار خیال کیا ہے، وہ تصوف کی راہ میں علم کو ضروری سمجھتے ہیں کیوں کہ علم ہی سے عمل بھی بلند ہوتا ہے۔

نہایۃ الکمال کے قصیدہ ''راہ رہائی'' میں کہتے ہیں کہ:۔

بہ علم کوش دلا اول آنگہے بہ عمل ☆ کہ از برائے عمل علم شد بلند محل

علم کی فضیلت اس طرح بھی بیان کرتے ہیں کہ:۔

بہ لفظ و فضل غلو کن از نبی وولی ☆ سخن شناسی کم باشدت بہ علم خلل

لیکن وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ علم کی تحصیل ایمان کی پختگی کے لیے ہو نہ کہ علم میں اکمل ہونے کے لیے ہو۔

خلاصہ اینست کہ علم برائے ایماں خواں ☆ نہ بہر آنکہ بخوانند کاملانت اکمل

کہتے ہیں کہ اگر صوفی بے علم دانش ہے تو اس کی نماز کی کیفیت ویسی ہی ہے، جیسے کوئی ایک مشعل کو تیل اور فتیلہ کے بغیر جلانے کی کوشش کرے۔

نماز صوفی بے دانش آنچناں باشد ☆ کہ بے فتیلہ و روغن فروزش مشعل

وہ پیر جو علم سے خالی ہو کر ظاہر داری اختیار کرتے ہیں، ان کے ذریعہ سے معرفت حاصل نہیں ہو سکتی ہے، کتاب کی ظاہری لکیروں کو عقل مند حروف کا درجہ نہیں دیتے ہیں۔

مجوئے معرفت از رنگ پوش بے معنی ☆ کہ ہوشمند بخوید حروف در جدول

کہتے ہیں کہ وہ پیر جو پر تکلف روزی کا خواہاں ہوتا ہے، اس پر عقل ہنستی رہتی ہے۔

خر بگردید بر پیر پر تکلف رزق ☆ گہر بخند د برزال در حلی وجلل

تصوف اگر گاؤں اور دولت کے لیے ہو تو یہ غارت گری ہے۔

وگر تصوف تو بہر دیہ وادر اراست ☆ ز بہر غارت ویغماش بگسلد سقل؟

فقر کی راہ میں تسلیم و مسکنت ہونا چاہیے۔

Marfat.com

بچش حلاوت تسلیم ومسکنت درفقر ☆ چنانکہ گررسدت زہردرکشی چوعسل

پھراپنے قصیدوں میں عقل وعشق کی بحث بھی چھیڑ دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ عشق کی منزل سخت ضرور ہے لیکن اسی کے ذریعہ سے معرفت حاصل ہوتی ہے۔

عشق سخت است ولے معرفت آموزدلست ☆ سرمۂ سنگ است ولے نورافزائے بصراست

اس کا درجہ بلند کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:۔

عشق آنست کہ پوشیدہ کند پائے بلند ☆ سوئے ملکے کہ براں سوئے نعیم وسقراست

یہ عشق ان کے عشق الٰہی، عشق رسول اور عشق مرشد میں اس طرح ظاہر ہوتا رہا کہ وہ مجسم سوز عشق بن گئے، جس پر ان کے مرشد کو بھی ناز رہا، اس عشق کا درس انھوں نے اپنے مرشد سے بھی حاصل کیا، خواجگان چشت کے یہاں اس عشق کی بڑی رنگارنگی ہے۔

تخیل عشق: عشق کے تخیل کی وضاحت حضرت فریدالدین گنج شکرؒ نے پہلے ان اشعار کے ذریعہ سے کی ہے۔

سریست مرادروں جاں درعشقت ☆ گرسرروداے دوست نگویم باکس

سریست عاشقاں رادرطاقت نہانی پوشیدہ دارخودرا تا آنجا نجل نمانی

پھر کہتے ہیں کہ اس عشق کا عنصر صرف آگ ہے، جس کے شعلہ سے تمام عالم جل کر خاک سیاہ ہوسکتا ہے، اس عشق کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ صاحب عشق اپنی روئی کو کھو دیتا ہے، وہ عاشق بن کر اپنے معشوق کی طلب میں مجاہدہ کرتا ہے، جس سے اس کو مکاشفہ ہوتا ہے، مکاشفہ کے بعد مشاہدہ یعنی معشوق کا دیدار ہوتا ہے، اس مشاہدہ سے اس کا عشق اور بھی تیز ہوجاتا ہے، رفتہ رفتہ حجابات اٹھتے جاتے ہیں اور عاشق ایک ایسے مقام پر پہنچ جاتا ہے، جہاں وہ صرف عالم تحیر میں رہتا ہے، اس راہ میں محبت کے سات سو مقامات ہیں، پہلا یہ ہے کہ معشوق کی طرف سے جو بلا بھی نازل ہو اس کو صبر وسکون سے عاشق برداشت کرے، محبت کی کوئی غایت نہیں، عاشق اپنے تمام اعضا کے ساتھ محبت معشوق میں مستغرق

Marfat.com

رہتا ہے اور اپنی آنکھوں سے صرف معشوق کو دیکھتا ہے، اپنے کانوں سے صرف معشوق کی باتیں سنتا ہے، اپنے ہاتھ پاؤں کو صرف معشوق کے لیے حرکت دیتا ہے، اپنی زبان سے صرف معشوق کا ذکر کرتا ہے اور اس راہ میں وہی صادق ہے، جو ہر لحہ معشوق کے ذکر یعنی ذکر الٰہی میں مشغول رہتا ہے، ذکر یعنی عبادت الٰہی سے عشق کی تکمیل ہوتی ہے، عبادت الٰہی میں ظاہر اور باطن کا یکساں ہونا ضروری ہے، عبادت سے اسرار الٰہی معلوم ہوتے ہیں مگر ان کا ظاہر کرنا عشق کے منافی ہے۔ (اسرار الاولیا ملفوظات حضرت فرید الدین گنج شکرؒ ص ۴، ۶، ۸، ۴۹، ۵۱۔ بزم صوفیہ مرتبہ خاک ارض، ۱۸۰۔۱۷۹)

حضرت بوعلی قلندر پانی پتیؒ کا تعلق بھی چشتیہ سلسلہ سے رہا، وہ بھی عشق کی بے پناہ قوت کے قائل تھے، ان سے ایک مثنوی عشقیہ منسوب ہے، اس میں وہ فرماتے ہیں۔

عشق کو بے بال و پر طیراں کند ☆ عشق کو در لامکاں جولاں کند
عشق کو تا چشم دل بینا کند ☆ عشق کو تا سینہ پرسودا کند
عشق کو تا تاج سلطانی نہد ☆ عشق کو ملک سلیمانی دہد
عشق کو تا عقل را زائل کند ☆ عشق کو تا عقل را حاصل کند
عشق کو تا جام مدہوشی دہد ☆ عشق باید تا فراموشی دہد
عشق دہ تا بے خبر ساز دمرا ☆ بادہ کو بے پا و سر ساز دمرا
عشق باید تا دہد جام شراب ☆ عشق سازو ساغرے آفتاب

وہ اپنے ایک مکتوب میں عشق، عاشق اور معشوق کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی عنایت شروع ہو جائے تو تم میں جذبہ پیدا ہونے لگے اور تم کو تم سے دور کیا جائے تو گویا تم میں عشق کا آغاز اور تم پر حسن کا جلوہ ظاہر ہو گیا اور جب تم پر حسن کا مشاہدہ ہو جائے تو معشوق کو پہچانو اور عاشق بن کر معشوق ہو جاؤ اور جب عاشق بن کر معشوق ہو جاؤ گے تو اسی طرح کام کرو، معشوق کی سنت اور عاشق کے فریضہ کو قائم رکھو،

Marfat.com

اس وقت معشوق کو عاشق کے ذریعہ سے پہچان لو گے، اے برادر! معشوق کو تمہاری جیسی صورت میں پیدا کر کے تمہارے درمیان بھیجا گیا ہے تاکہ براہ راست تم کو وہ دعوت دے، عاشق نے اپنے عشق سے تمہارے وجود کا ملک بنایا تاکہ اپنے حسن و جمال کو تمہارے آئینہ میں دیکھے اور تم کو محرم اسرار جانے، الانسان سری (انسان میرا بھید ہے) تمہاری شان میں آیا ہے، عاشق ہو جاؤ کہ حسن کو ہمیشہ دیکھو اور عقبیٰ و دنیا کو پہچانو، عقبیٰ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ملک ہے اور دنیا شیطان کی ملکیت ہے، دونوں میں معلوم کرو کہ تمہارے لیے کس کو پیدا کیا ہے۔ (مزید تفصیل کے لیے دیکھو بزم صوفیہ، تیسرا ایڈیشن ص ۲۹۸-۲۹۵)

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاؒ پر بھی عشق ہی کی حکمرانی رہی، تذکرہ نویس لکھتے ہیں کہ رات کافی گذر جاتی تو وہ اپنے حجرہ کا دروازہ بند کر لیتے، پھر تنہائی میں کیا ہوتا، یہ کسی کو خبر نہ ہوتی، صرف اتنا پتہ چلتا کہ وہ عبادت و ریاضت میں مشغول ہیں، تمام رات ان پر غیر معمولی کیف و مستی اور بے خودی و وارفتگی طاری رہتی، جس کا اظہار حسب ذیل اشعار سے ہوتا ہے جو کبھی کبھی دن کے وقت ان کی زبان مبارک سے سنے جاتے۔

عشقے زتو دارم اے شمع چہ گل ☆ دل داند من دانم و من دانم و دل
بارے بہ تماشائے من و شمع بیا ☆ کز من و کے نماند واز دے دوے

قطعہ

تنہا منم و شب و چراغے ☆ مونس شدم تا پگاہ روزم
کاہش ز آہ سرد بکشم ☆ گاہ از تف سینہ بر فروزم

ان کے اس قسم کے جذبات کی انتہا حسب ذیل اشعار سے معلوم ہوتی ہے، جو ان زبانی سنے گئے۔

آں روز مباد کہ از تو بیزار شوم ☆ یا یاد دیگرے دریں جہاں بار شوم
گر بر سر کوئے تو مرا دار کنند ☆ من رقصاں کناں بر سر آں دار شوم

Marfat.com

وہ بھی اپنے مرشد کی طرح اس کے قائل تھے کہ درویش اہل عشق ہوتے ہیں اور علما اہل عقل، فرماتے ہیں کہ جب تک اللہ جل شانہ کی محبت قلب کے غلاف میں ہوتی ہے، گناہ کا صادر ہونا ممکن ہے لیکن محبت جب قلب کے گرد و نواح میں آجاتی ہے تو پھر گناہ صادر نہیں ہوتا، (افضل الفوائد، قلمی نسخہ دارالمصنفین) پہلے ذکر آیا ہے کہ حضرت خواجہ نے سوز عشق پر گفتگو کرتے ہوئے فرمایا کہ سینہ کی آہ سے دریا بھی خشک بیابان ہوسکتا ہے، جس کو خسرو کے شاعرانہ انداز میں اس طرح بیان کیا گیا ہے۔

دریا ز آہ سینہ من خشک شد چنانکہ ☆ ہرگز بچشم خویش نہ بیند کسے نمے

امیر خسرو کا تخیل عشق: امیر خسرو نے خواجگان چشت کے مسالک ہی کو اپنا کے اپنے دل کے اندر عشق کی آگ بھڑکائی، ان کے مرشد کی نصیحت بھی تھی کہ عشق انگیز کلامی کہا کرو، جیسا کہ سیر الاولیا کے حوالے سے پہلے ذکر آیا ہے، (سیر الاولیا، ص ۳۰۱) اس کو انھوں نے انتہائے کمال تک پہونچا دیا، وہ اپنی شاعری خصوصاً اپنی غزلوں میں تصوف کے رموز و نکات میں سب سے زیادہ زور عشق یعنی عشق الٰہی پر دیتے ہیں، جس کے سوز سے ان کا سینہ بھی ایک آتش کدہ بنا رہا، اسی لیے ان کے اشعار میں اس کی چنگاریاں بھڑکتی نظر آتی ہیں، اسی کی بدولت ان کے مرشد نے ان کو ترک اللہ یعنی اللہ کا معشوق کہا ہے، ذیل میں ہم ان کے ایسے زیادہ سے زیادہ اشعار ان کے مطالب کے ساتھ پیش کرتے ہیں تا کہ ان کے قلبی وارادت کے ساتھ ان کے مسلک عشق کا صحیح اندازہ ہو جائے، ان کے مطالب کی وضاحت کے بعد کسی تبصرہ کی ضرورت نہیں۔

(۱) میرے دل کے ویرانے میں تیرے عشق کا خزانہ پوشیدہ ہے، اسی شعلہ سے ہمیشہ میری روح میں آگ بھڑکتی رہتی ہے۔

گنج عشق تو نہاں شد در دل ویران ما ☆ می زند زاں شعلہ دائم آتشے در جان ما

(۲) ہم اپنے کو تیرے ہی عشق کے غم سے ہم آہنگ بناتے ہیں، پوشیدہ طریقے

Marfat.com

سے تیرے ہی عشق سے کھیلا کرتے ہیں۔

باغم عشق تو می سازیم ما ☆ باتو پنہاں عشق می بازیم ما

(۳) میرا دل عاشقی میں پریشان ہوکر پریشان تر ہوتا گیا، عشق میں دل جاتا رہا، تو میرا بدن مجبور ہوکر مجبور تر ہوتا گیا۔

دلم در عاشقی آوارہ شد آوارہ ترہا دا ☆ تنم از بے دلی بے چارہ شد بے چارہ ترہا دا

(۴) عشق نے میری روح کی خاطر مجھ کو گرفت میں لے لیا ہے، اس کے بعد میری زبان بھی گرفت میں آگئی ہے۔

عشق از پے جان گرفت مارا ☆ حلقے بزباں گرفت مارا

(۵) عشق کی وجہ سے رو بھی نہیں سکتا، پھر کیا کہوں کیوں؟ یہ وہ بھری کشتی ہے، جس کو بارش کی ضرورت نہیں۔

بہ عشق از گریہ ہم ماندم چہ گویم ☆ پر از کشتی کہ باراں نیست اورا

(۶) میں نے اپنی روح سے عاشقی کی پیوند کاری کردی ہے، اب روح تو جا چکی لیکن وہ پیوند باقی ہے۔

بجاں پیوند کردم عاشقی را ☆ کنوں جاں رفت وآن پیوند ماندہ است

(۷) عشق کے سینہ کے اندر روح کی گنجایش نہیں، اس میں غم کی بھی گنجایش نہیں، یہ بھی اسی میں سے ہے۔

نگنجد جاں درون سینۂ عشق ☆ نہ گنجد غم کہ او ہم زاں خویش ست

(۸) تیرا عشق ایک بلا ہے، مگر روح کو یہی پسند ہے، تیرے دہن کی ایک بار کی ہنسی پسند ہے۔

عشق تو بلائے جاں پسند ست ☆ یک خندہ از اں دہاں پسند ست

(۹) ہر گروہ کے لیے ایک دین ہے، مگر میرا دین عاشقی ہے اور تمام چیزوں سے

Marfat.com

بے خبر رہنا میرا مسلک ہے۔

ہر گروہے بگو یدند بہ عالم دینے ☆ عاشقی دین من و بے خبری کیش من ست

(۱۰) عشق میری روح کے ساتھ ہی باہر نکلے گا، یہ نہ سمجھ کہ یہ تعویذ اور جادو کے ذریعہ سے نکلے گا۔

عشق باجان بہم از سینہ بروں خواہد رفت ☆ تاندانی کہ بہ تعویذ و فسوں خواہد رفت

(۱۱) عشق میری روح میں آ کر سما گیا ہے اور میرے دل کے گھر کو خراب کر رکھا ہے میرے جیسے سوختہ دل کے لیے یہی جنون ہے۔

عشق بنشست بجان خانۂ دل کرد خراب ☆ کہ من سوختہ را بر سرایں سودا داشت

(۱۲) جب تک یہ بندہ زندہ رہے گا، غم عشق روح میں سمایا رہے گا اور میرا سر اس سر درواں یعنی معشوق کی راہ کی خاک رہے گا۔

تا زید بندہ غم عشق بجان خواہد رفت ☆ سر بہ خاک رہ آں سر درواں خواہد رفت

(۱۳) تیرے عشق کا بوجھ میرے دل کے لیے بہت خوشگوار ہے، میرا کام عشق کرنا ہے اور یہ بہت اچھا کام ہے۔

بار عشقت بردلم بارے خوش ست ☆ کار من عشق است وایں کارے خوش ست

(۱۴) عاشقوں کے لیے وہی زخم اچھا ہے، جس کو مرہم نہ ملے، بے دلوں کی پرنم آنکھ ہی اچھی ہوتی ہے۔

عاشقاں را زخم بے مرہم خوش ست ☆ بے دلاں را دیدۂ پرنم خوش ست

(۱۵) وصال کے بعد عشق کی لذت باقی نہیں رہتی، اہل عشق کے لیے جدائی ہی اچھی چیز ہے، ادنیٰ چیزوں کے عشق سے خسرو اپنے دماغ کو باز رکھ، سرفدائی کے ساتھ ہی عشق اچھا ہوتا ہے۔

نیست لذت عشق را بعد از وصال ☆ عشق بازاں را جدائی خوشتر است

Marfat.com

عشق دوناں خسروا از سر بنہ ☆ عشق بر سر فدائی خوش تر است

(۱۶) ساقی! شراب لا! کیوں کہ عشق سے دل ایسا جل گیا ہے کہ اس کباب کے جلنے کی بو گھر گھر پھیلی ہوئی ہے۔

ساقی! بیارے کہ چناں سوخت دل ز عشق ☆ کز سوز ایں کباب ہمہ خانہ بو گرفت

(۱۷) جو آدمی عشق نہیں کرتا ہے، وہ آدمی نہیں پتھر ہے اور جو آدمیت کے رنگ میں ہے، وہ یقیناً عشق کی تمام بلاؤں کو برداشت کرتا ہے۔

کسے کہ عشق نبازد نہ آدمی سنگ ست ☆ بلائے عشق کشد ہر کہ آدمی رنگ ست

(۱۸) اس خیال سے کیا نقش بنا سکتے ہو جو عشق کی کیفیت سے خالی ہے، ایسے آئینہ میں کیسے چہرہ دیکھ سکتے ہو، جو زنگ سے بھرا ہوا ہے۔

چہ نقش بندی از اندیشہ اے کہ بے عشق است ☆ چہ روئے بینی از آئینہ اے کہ در زنگ است؟

(۱۹) عشق اگر چہ بدبختی کا نشان ہے لیکن عاشق کے خیال میں یہی اس کے لیے ابدی سعادت کا ذریعہ ہے، جو معشوق سے کوئی مراد چاہتا ہے، تو پھر یہ کہئے کہ وہ اپنی مراد کا عاشق ہے، اگر چہ عاشقوں کے لیے سیکڑوں دن اچھے ہوں لیکن اس کے لیے بہترین دن وہ ہے جب وہ کسی برے دن میں مبتلا ہو جائے۔

عشق اگر چہ نشان بخت بد ست ☆ نزد عاشق سعادت ابد ست

ہر کہ جوید مرادے از معشوق ☆ گوئی او عاشق مراد خود ست

گر چہ صد روز نیک عاشق راست ☆ بہترین روز اسیر روز بد ست

(۲۰) تیرے عشق سے میرا دل خون، جگر فگار اور روح برباد ہو گئی ہے، خدایا میری چشم خونیں کہاں تیرے چہرے پر پڑ گئی۔

شد از عشقت دلم خون و جگر افگار و جاں برباد

کجا یارب مرا ایں چشم خونیں بر رخت افتاد

Marfat.com

(۲۱)تم یہ خیال کرتے ہو کہ میں عاشقی میں دیوانہ ہو جاؤں گا، اگر چہ رسوائی کی وجہ سے دنیا میں افسانہ ہی کیوں نہ بن جاؤں، عشق بازی کا نعرہ خود پرستوں کے لیے بہت ہی زیبا ہے، جب میں عشق سے آشنا ہو جاؤں گا، تو اپنے آپ سے بیگانہ ہو جاؤں گا۔

چہ پنداری کہ من از عاشقی دیوانہ خواہم شد؟

ز رسوائی اگر چہ در جہاں افسانہ خواہم شد

زبس زیبا ست لاف عشق بازی خود پرستاں را

چو با عشق آشنا گشتم ز خود بیگانہ خواہم شد

(۲۲) میں عشق میں مر مٹوں گا، کیوں کہ اس وادی میں جہاں لاکھوں قافلے گم ہو گئے، ایک آدمی کیسے جاں بر ہو سکتا ہے، مسکین عاشقوں کے لیے ان کے مقصود کا دروازہ کیسے کھل سکتا ہے، جب کہ ان کے معشوقوں کے دروازے کی خاک میں ان کے بخت کے قفل کی کنجی گم ہو گئی ہے، آخر کب تیرا قدم ان مسکینوں کا حال دیکھنے کے لیے بڑھے گا، عاشق تو خاک ہو چکا ہے اور اس کی روح خاک دان میں گم ہو گئی ہے۔

من اندر عشق خواہم مرد کے جان می برد ہر کس ☆ ازاں وادی کہ صد ہزاراں کارواں گم شد

در مقصود بر عشاق مسکیں باز کے گردد؟

چوں در خاک در خوباں کلید بخت شاں گم شد

قدم تا کے دریغ اختر کنوں از حال مسکیناں

کہ عاشق خاک گشت و جانش اندر خاکداں گم شد

(۲۳) میں نے عشق اور عاشقوں کے مذہب میں نام پیدا کیا ہے، اگر میرے سر کو دار پر چڑھا دیا جائے تو میں منصور ہو جاؤں۔

در عشق علم کردم و در مذہب عشاق

منصور شوم گر بہ سر دار برآرید

Marfat.com

(۲۴)عشق کی بات اس تک اس طرح پہونچتی ہے کہ معشوق کے ہاتھ سے سیکڑوں بلاؤں کے تیر مارے گئے، مگر تکلیف محسوس نہیں ہوتی۔

آں راکہ عشق رسد کو بدل زد دست ☆ صد تیر بلا گنجد وآزار نہ گنجد

(۲۵)اگر کوئی عاشقی سے بیزار ہو تو اس کی عبادت بیکار ہو جائے گی۔

کسے کز عاشقی بیزار باشد ☆ اگر طاعت کند بیکار باشد

(۲۶)عشق کی راہ میں کس طرح سلامتی کی گنجایش ہو سکتی ہے، اس راہ میں سونا اور کھانا پینا بھی محال ہے۔

بہ راہ عشق سلامت چگونہ در گنجد ☆ زہے محال کہ در شوق خواب وخور گنجد

(۲۷)عاشق اپنی روح کو سینہ سے اس لیے باہر کر دیتا ہے تا کہ تیرے غم کو روح کی طرح سینہ میں رکھ لے۔

عاشق از سینہ جاں برد ☆ تا غمت را بہ جاں ودروں گیرد

(۲۸)اگر چہ عشق میں پختہ نہ ہو سکا، پھر بھی دو دالم سے جان سوختہ ہو گیا۔

پختہ نہ شدم زعشق ہر چند ☆ جاں سوختہ شد زدود دلم

جذبۂ عشق الٰہی سے دل کے اندر جو روحانی کیفیات پیدا ہوتی ہیں، ان کی عکاسی بھی امیر خسرو نے کی ہے اور اگر یہ کہا جائے کہ خود ان کے دل کے اندر عشق الٰہی کی جلوہ سامانیاں رہیں اور ان ہی کو وہ مختلف پیرایوں میں بیان کرتے رہے، تو یہ صحیح ہوگا۔

(۲۹) کہتے ہیں میرے دل کے اندر درد بھرا ہوا ہے، دوستو، اس کا کوئی علاج نہیں، میں ہوں اور تیرا درد ہے، اس لیے کہ تو خود میرے دل کا علاج نہیں چاہتا ہے۔

مرا درد یست اندر دل کہ درماں نیستش مارا

من دردت چو تو درماں نہ می خواہی دل مارا

(۳۰)اے طبیب ہم کو اپنے حال پر چھوڑ دے، میرے درد کا علاج اس وقت

Marfat.com

تک مت ڈھونڈ، جب تک میرا معشوق اپنی مہربانی سے خود میرا علاج نہ کرے۔

اے طبیب از ما گذر درمان درد ما مجوئے

تا کند جانان ما از لطف خود درمان ما

(۳۱) میرے دل کو غم کے ہاتھوں امان نہیں ہے، اسی لیے دنیا میرے لیے شادمانی ہے۔

دل ما از دست غم اماں نیست ☆ نشان شادمانی در جہاں نیست

(۳۲) میری عقل کے لیے میرا عشق بلا تھا لیکن میرے لیے یہ بلا ہے کہ اب عشق سے امان حاصل نہیں۔

بلائے عقل عشقم بود اکنوں ☆ بلا ایں شد کہ از عشقم اماں نیست

(۳۳) دل کی آنکھ کو بلا میں ڈال دیا ہے، اگر اس کو ظاہر میں دیکھنا چاہتا ہے، تو دل اور آنکھ کے درمیان خون کی موجیں اٹھتی دکھائی دیتی ہیں۔

دیدہ دل را در بلا افگندہ خواہی دیدہ فاش

درمیان دیدہ و دل موج خوں خواہد گذشت

(۳۴) خسرو نہ ہے، سوز دل نہیں ہے، ذوق عالم سے بے خبر ہے، آگ کھانے والے پرندہ کو دانہ کھانے میں کیا لذت مل سکتی ہے۔

خسرو ست نہ سوز دل و ز ذوق عالم بے خبر ☆ مرغ آتش خوارہ کے لذت شناسد دانہ را

(۳۵) سوختہ دل عاشق زندہ تو رہتا ہے، لیکن ان کی روح دوسرے کے ہاتھ میں ہوتی ہے، اس دنیا کی خبر اس کو نہیں رہتی ہے، اس کی دنیا دوسری ہوتی ہے۔

عاشق سوختہ دل زندہ بجان دگر است

زیں جہانش چہ خبر کو بہ جہان دگر است

(۳۶) دل گرفتار عشق ہے جگر خستہ ہو رہا ہے اور بدن تکلیف میں اب تک ہے،

Marfat.com

معلوم نہیں اس مسکین کے سر پر کیا خرابیاں آئیں گی۔

دل گرفتار وجگر خستہ وتن زار ہنوز ☆ تا چہا بر سر مسکین زبوں خواہد آمد

(۳۷) اگر میں کہوں کہ میرے دل کے اندر کیا پوشیدہ ہے تو تو خود کہہ دے گا اور جان لے گا کہ ہجر کا غم کیا ہوتا ہے۔

گر بگویم کہ درون دل من پنہاں چیست ☆ خود بگوئی وبدانی کہ غم ہجراں چیست

(۳۸) اے میرے اللہ، میرے دل چاک کے اندر وہ ہنستا ہوا پھول یعنی معشوق کیسا ہے؟ میرا چمکتا ہوا چاند (یعنی معشوق) میرے ہجر کی رات میں کیسا ہے۔

یارب اندر دل چاک آں گل خنداں چونست ☆ ماہ تابان من اندر شب ہجراں چونست

(۳۹) وہ وقت کیسا اچھا تھا کہ میرا دل بے غم تھا، عشق کے وسوسہ سے خالی تھا، اب دل نہیں رکھتا ہوں، تو غم جاناں کیا کھاؤں گا، اس سے پہلے غم تھا تو دل بھی تھا۔

اے خوش آں وقت کہ مارا دل غم بودست ☆ خاطر از وسوسۂ عشق فراہم بودست

دل ندارم غم جاناں زچہ بتوانم خورد ☆ پیش ازیں گرچہ غمے بود دلے ہم بودہ دست

(۴۰) میری آنکھوں میں نہ نیند ہے نہ میرے ہاتھ میں دل ہے، میری آنکھ اور میرا دل دونوں تیرے رخسار کے آشفتہ اور مست ہیں۔

نہ مرا خواب بہ چشم نہ مرا دل در دست ☆ چشم ودل ہر دو بر خسار تو آشفتہ ومست

(۴۱) سیکڑوں دل اس سیاہ رات کی طرح زلف کی وجہ سے جل گئے ہیں، اس طرح جیسے رات کو چراغ جل رہے ہیں۔

یہ دل شمشیر جفا سے پھٹ کر رہ گیا ہے، اس کے مژہ کے تیر سے چھلنی ہو گیا ہے۔

صد دل اندر زلف شبگوں سوختہ است ☆ گوئیا در شب چراغ افروختہ است

دل بہ شمشیر جفا بہ شگافتہ است ☆ واں کہ از تیر مژہ بر دوختہ است

(۴۲) میرے دل کے درد کا علاج طبیب کے پاس نہیں، میرے ٹکڑے ٹکڑے

Marfat.com

زخم کے لیے کوئی مرہم نہیں جانتا ہے۔

دردِ دلم را طبیب چارہ ندانست ☆ مرہم ایں ریش پارہ پارہ ندانست

(۴۳) اے دل غمگین مت ہو کہ معشوق مل ہی جائے گا، تشنہ لبوں کو آب حیات مل ہی جاتا ہے۔

اے دل غمگین مباش کہ جاناں رسیدنی ست

درکام تشنہ چشمۂ حیواں رسیدنی است

(۴۴) وہ دل جو جسم کے اندر بری خواہشوں سے گھرا ہوا ہے، وہ دل نہیں ہے، وہ دل کیا کے اندر اصل معشوق پر نقاب پڑا ہوا ہو۔

ہر دل کہ در تنے بہ ہوائے مقید است ☆ دل نیست کہ شاہدے اندر نقابہ است

(۴۵) میرا خون اگر میرے رخسار کا ماجرا ہو جائے تو اس کا مطالعہ لطف سے کرنا چاہیئے کہ یہ میری وفا کا دیباچہ ہے۔

زخون دل کہ بر خسار ماجرائے من ست ☆ بخواں بلطف کہ دیباچۂ وفائے من ست

(۴۶) میرا دل میرے عشق کا محرم نہیں ہے، وہ عشق سے بیگانہ ہے، ہمدم نہیں ہیں۔

مرا بہ عشق دل خویش نیز محرم نیست ☆ کہ می زندم بیگانگی و ہمدم نیست

(۴۷) ایسا دل کہاں ہے کہ اس کے غم کو پوشیدہ رکھتا، وہ صبر کرتا اور اس کے اندر سمائے رہتا۔

کجاست دل کہ غمت را نہاں تواند داشت ☆ بہ صبر کوشد و خود را براں تو انداشت

(۴۸) آجا کہ تیرے بغیر میرا دل خون میں غرق ہے، اب مجھ میں طاقت باقی نہیں ہے اور نیند بھی حرام ہے۔

بیا کہ بے تو دل خستہ غرق خوناب ست ☆ مرا نہ طاقت صبر نہ زہرۂ خواب ست

Marfat.com

(۴۹)دل نے اس کے چہرہ کے کعبہ کوطلب کیااوراس کی زلف پریشان کے حلقہ میں پھنس کررہ گیا۔

دل طلب کعبۂ روئے تو کرد ☆ حلقۂ آں زلف پریشاں کرد

(۵۰)تیرے عشق میں میرادل خون،جگرزخمی اورروح برباد ہوکررہی،اے اللہ میری یہ خونیں آنکھیں کہاں تیرے رخ پر جاپڑیں۔

شدازعشقت ولم خون وجگرافگاروجاں برباد

کجایارب مراایں چشم خونیں بررخت افتاد

(۵۱)وہ دل کس کام کاہے جس میں تیرا گھر نہ ہواوروہ زلف کس لیے دل سنوارے جس میں تیرا گھر نہ ہو۔

آں دل بہ چہ کارآید کاں خانۂ تو نبود ☆ داں موئے چہ بندد دل گرخانۂ تو نبود

(۵۲)میں عشق کا جلایا ہواہوں،مگراے دل تو میری سانس کی سانس ہے،اس جلی ہوئی چیز سے آخرآگ بھڑک اٹھے گی۔

من سوختۂ عشقم تو دم دمیم اے دل ☆ ایں سوختہ راآخرآتش ہم ازیں خیزد

(۵۳)عاشق کادل اپنے معشوق کاشیدائی کیوں نہ ہو،وہ اپنے اس عشق سے دنیامیں رسوانہ ہوگا۔

دل عاشق چراشیدا نباشد ☆ بہ عشق اندر جہاں رسوا نباشد

(۵۴)میرے دل کومیری روح سے صبر حاصل نہیں ہوسکتااوراگرروح سے صبر ہوجائے تو یہ صبر دراصل روح سے نہ ہوگا۔

دل مارا شکیب از جاں نباشد ☆ وراز جاں باشداز جاں نباشد

(۵۵)تیرے ایسادلدارنہ ہوتواہل عشق کے نزدیک ایسے دل کی کوئی قدر نہیں۔

دلے کوچوں تو دل دارے ندارد ☆ ہراہل عشق مقدارے ندارد

Marfat.com

(۵۶)اے اہل دل پہلے اپنی روح سے اپنی روح کو آزاد کر لے، پھر اس دل لینے والے کے رخ پر نظر ڈال۔

اے اہل دل نخست زترک جان کنید ☆ وانگہ نظارہ دررخ آں دل تاباں کنید

اور پھر دل پر پوری ایک غزل کہہ دی ہے۔

رستہ بودم بہ من چندگہ اززاری دل ☆ ازنمکدان تو شد تازہ جگر خواری دل

اے میرے چاند! کچھ دیر کے لیے دل کی تکلیف سے آزاد ہو گیا تھا لیکن تیرے نمک چھڑکنے سے میرے دل کی جگر خواری تازہ ہو گئی۔

تو ہمی آئی وصد غارت جاں از ہرسو ☆ درچنیں فتنۂ کجا صبر کند یارمی دل

تو میرے پاس آتا ہے لیکن ہر طرف سے میری روح کی سیکڑوں قسم کی غارت گری ہوتی ہے، ایسے فتنہ سے دل کر صبر کہاں سے آئے۔

ہر کسے بادل آزاد ازیں شہر گذشت ☆ من گرفتار بماندم بہ گرفتاری دل

اس آبادی سے ہر شخص آزاد دل لے کر گذر گیا لیکن میں اپنے دل کے ہاتھوں گرفتار رہا۔

دل گنہ کرد کہ عاشق شد و نزد خوباں ☆ نہ شود عفو ہمہ عمر گنہ گاری دل

دل نے یہ گناہ کیا کہ یہ عاشق ہو گیا، مگر معشوقوں کے نزدیک دل کی گناہ گاری کی معافی تمام عمر نہیں کی جاتی ہے۔

وقتے افگن نظرے جانب من اے خورشید ☆ کہ سیہ روے بماندم زشب تاری دل

اے میرے آفتاب یعنی معشوق میری طرف بھی کچھ دیر کے لیے نظر کر کہ میں اپنے دل کی رات کی تاریکی کی وجہ سے سیہ رو ہو رہا ہوں۔

وقت آنست کہ دست دہی اے دوست بہ لطف ☆ کہ فرو رفتم درگل زگراں باری دل

اب وقت آ گیا ہے کہ اے دوست مجھ کو سہارا دے، کیوں کہ میں اپنے دل کی

Marfat.com

گراں باری کی وجہ سے مٹی میں مل گیا ہوں۔

عشقت افگند میان من ودل بیزاری ☆ بررخ ازخون نگرا ینک خط بیزاری دل

تیرے عشق نے میرے اور میرے دل کے درمیان بے زاری پیدا کردی ہے، میرے رخ پرخون دیکھ کر یہی بیزاری دل کا نشان ہے۔

می شود زلف تو آسیب نسیمے درہم ☆ بس کہ بے تاب شداز رحمت بسیاری دل

تیری زلف نسیم کے آسیب سے درہم ہو جاتی ہے اور یہ نسیم میرے دل کی تکلیف کی زیادتی کی وجہ سے بے قرار ہوگئی۔

عشق گویند کہ کار دل بیدار بود ☆ بہرہ ام خواب اجل ز بیداری دل

عشق کہتا ہے کہ دل کا اصلی کام بیدار رہنا ہے لیکن میں اس بیداری دل سے موت کی نیند سے بہرہ مند ہوا۔

اوپر کے اشعار کا لب لباب یہ ہے کہ عشق جب ہو تو دل میں ایسا درد پیدا ہوتا رہے کہ پھر اسکا کوئی علاج نہ ہو، دل اور آنکھ کے درمیان خون کی ندیاں بہتی رہیں، دنیا میں اس کے لیے شادمانی نہ ہو، ایسے سوختہ دل عاشق کی روح دوسروں کے ہاتھ میں ہوتی ہے، مگر اسی سوز دل سے اس کو روحانی مسرتیں حاصل ہوتی رہتی ہیں۔

عشق پر بھی پوری ایک غزل کہہ دی ہے، ذرا پہلے اس کے اشعار سے ناظرین لطف اندوز ہوں۔

اے زسودائے تو دردل رونق بازار عشق

مرہم جانہاست از یادلبت آزار عشق

وے کہ می رفتی بہ پیش عاشقاں غمزہ زناں

دیگر آں بسمل شدند ومن شدم مردار عشق

من بداں نذرم کہ گر میرم بہ سوزم بنگری

Marfat.com

بیں کہ چوں من چند کس مردست در بازار عشق

تیغ خود بگذار تا دام تو بگذارم از انک

دام معشوق است سر بر گردن عیار عشق

از دعایت من چوائے زاہد نہ گشتم نیک بخت

تو بیا بارے چو من بد بخت شو در کار عشق

آں کہ بیداریش بہر خواب خوش با شاہد است

شاہدش دل آں کہ حق است ایں چنین بیدار عشق

خسرو! با جان و دل ہم قصۂ جاناں مگوئے

زاں کہ نتواں گفت با نامحرماں اسرار عشق

اس غزل میں یہ پیام ہے کہ جنون عشق الہٰی سے عشق میں رونق پیدا ہوتی ہے عشق کا آزار روح کا مرہم ہے، عشق کی راہ میں بسمل بننے کے بجائے فنا ہو جانا بہتر ہے، سوز عشق میں مر جانا عشق کی کامرانی ہے، عشق کی کسوٹی یہ ہے کہ اس پر معشوق ہر حال میں چھایا رہے، زاہد کی نیک بختی اس میں ہے کہ وہ عشق کی راہ میں بد بخت ہو جائے، معشوق سے وصل کی نیند کے بجائے عشق کی بیداری زیادہ بہتر ہے، عشق کا راز یہ ہے کہ اس کے اسرار نامحرموں حتیٰ کہ روح اور دل سے بھی نہ بیان کیے جائے۔

اوپر امیر خسرو کے جتنے اشعار عشق پر نقل کیے گئے ہیں، ان سے ان کی روحانیت کا اندازہ کیا جا سکتا ہے، ان کے نزدیک عشق یعنی عشق الہٰی ایسا ہو جو آگ کی طرح روح میں شعلہ زن ہو، غم عشق نئی زندگی پر چھایا ہو، زندگی کی ساری لذت عشق کے کھیل ہی میں محسوس ہو، اس میں جتنی پریشانیاں بڑھتی ہیں، وہ اور بھی پر کیف ہو جاتی ہیں، عشق کے ہاتھوں روح گرفتار رہے اور زبان گونگی بن کر رہ جائے، عشق کے آزار میں آنکھیں اشک بار رہیں لیکن اس سے آنسو ٹپکنے نہ پائیں، عشق ایسا ہو کہ اس میں روح یا غم سمانے کی کوشش

Marfat.com

کرے تو ان کی گنجایش نہ ہو، عشق ہی دین بن کر رہے، عشق جنون کی حد تک ہو، عشق میں وصل کی فکر نہ ہو، ہجر ہی میں عشق کی لذت ہے، عشق میں دل خوں بار، جگر فگار اور روح برباد ہو، یہی عشق کی کامرانی ہے، عشق کا راز اس میں ہے کہ عاشق خاک اور اس کی روح خاک دان بن جائے، غم عشق میں روح پر بے خبری چھائی ہوئی ہو، اگر دل پر زخم کاری لگے تو اس پر مرہم رکھنے کی فکر نہ ہو، بلکہ دل کباب کی طرح جلتا رہے، اگر دل میں عشق نہیں تو وہ آدمی کا دل نہیں بلکہ پتھر ہے، عشق سعادت ابدی کا ذریعہ ہے، عشق کسی مطلب برآری کی خاطر نہ ہو، عشق میں معشوق سے مراد کا طلب گار ہونا گویا مراد سے عشق کرنا ہے، جو عشق سے آشنا ہوگا، وہ اپنے سے بے گانہ رہے گا، عشق کی اصلی کامیابی منصور بن کر دار پر چڑھ جانا ہے، اگر کوئی عشق سے بیزار ہے تو اس کی ساری عبادت و ریاضت بھی بے کار ہے، عشق میں وہی پختہ ہوگا، جو سوختہ جان ہوگا، عشق کا راز ایسا پوشیدہ رہے کہ اس کی خبر روح اور دل کو بھی نہ ہو۔

عشق کی نے رنگیاں دکھانے میں خسرو کبھی پسپا ہو کر نا امید ہو جاتے ہیں تو درد عشق کا علاج نہیں چاہتے، بلکہ سوز عشق میں مر جانا عشق کی کامرانی ہیں۔۔۔۔۔۔۔ اور جب وہ یہ کہتے ہیں کہ عشق کی اصلی کامیابی یہ ہے کہ منصور ہو کر دار پر چڑھ جائے تو وہ گویا وحدۃ الوجود کے قائل ہو کر وحدۃ الوجود کی ترویج کرتے ہیں، ان کے یہاں عشق کی جو سرشاری ہے، اسی کا نام وحدت الوجود ہے، جس کو انھوں نے فلسفیانہ انداز کے بجائے عارفانہ اور شاعرانہ انداز میں پیش کیا ہے، پھر اسی سرشارانہ رنگ میں یہ بھی کہہ اٹھے ہیں۔

ع : کافر عشقم مسلمانی مرا در کار نیست

اس کو ان کی بے گانگی مذہب پر محمول نہیں کیا جا سکتا ہے، دراصل ان کے عشق الٰہی کا ایک نعرۂ مستانہ ہے، ان کے یہاں عشق کا وہی تصور اور تخیل ہے، جو خواجگان چشت کے یہاں رہا، گذشتہ صفحات میں حضرت فرید الدین گنج شکرؒ اور خواجہ نظام الدین اولیاؒ کے جو

Marfat.com

تصورات عشق تھے، ان کا ذکر آیا ہے، ان بزرگوں نے اجمالی حیثیت سے جو کچھ کہا تھا، اسی کو امیر خسرو اپنے اشعار میں دلکش، پر کیف اور مؤثر انداز میں پیش کرتے رہے۔

عشق و عقل: امیر خسرو کے یہاں عشق و عقل کی آویزش بھی دکھائی دیتی ہے، لیکن ان کے یہاں عشق کی سرشاری کی اتنی فروانی ہے کہ عقل ان کے عشق کے نیچے میں دب کر رہ گئی ہے، وہ ہر حال میں عشق کو عقل پر ترجیح دیتے ہیں، کہتے ہیں کہ۔

دلے دارم کہ ماندہ است از پئے عشق ☆ خرد جوئی برائے آں نماندہ است

میں ایسا دل رکھتا ہوں جو عشق کے پیچھے سرگرداں ہے، اب اس کے لیے عقل کی تلاش باقی نہیں رہ گئی ہے۔

اسی بات کو دوسرے انداز میں اس طرح کہتے ہیں۔

ملامت می کند مارا خرد در عشق ورزیدن،

دل عاشق کجا قول خرد را معتبر گیرد؟

ہم کو عشق کرنے پر خرد ملامت کرتی ہے، مگر عاشق کے دل میں عقل کی بات کب معتبر ہوتی ہے۔

وہ عشق کو ایک سلطان قرار دیتے ہیں اور اپنے کو اس کا غلام سمجھتے ہیں اور اس غلامی میں عقل کو کوئی درجہ دینا پسند نہیں کرتے ہیں۔

من مسکین غلام عشقم اے عقل از سرم بگذر

کہ ایں سلطاں ترا در کار خود محرم نمی بیند

میں عشق کا ایک ادنیٰ غلام ہوں، اے عقل میرے سر سے دور ہو جا، عشق ایسا سلطان ہے کہ وہ اپنے کام میں مجھ کو محرم کی حیثیت سے دیکھنا نہیں چاہتا ہے۔

وہ عشق کی مجلس خاص میں عقل کو اجنبی اور غیر سمجھتے ہیں، اس لیے کہتے ہیں کہ۔

در دل چو بود عشق نہ گنجد خرد و عقل ☆ در مجلس خاص ملک اغیار نہ گنجد

Marfat.com

جب دل میں عشق ہوتو اس میں خرد اور عقل کی گنجایش نہیں، اس مجلس خاص میں اغیار کا گذر نہیں۔

وہ عشق الٰہی کی سرشاری وشادمانی میں عقل کی مطلق پروا نہیں کرتے۔

خوشم باعشق تو بے عقل و بے جاں ☆ نہ گنجد درمیان بیگانہ اے چند

میں تیرے عشق میں خوش ہوں، جس کے بعد بے عقل اور بے روح ہوکر رہ گیا ہوں، اب میرے عشق کے درمیان کسی چیز یعنی عقل جیسی بے گانہ کی گنجایش نہیں۔

وہ اس کے قائل تھے کہ عاقلوں کے پاس دل نہیں ہوتا، دماغ ہوتا ہے، مگر عشق الٰہی میں مبتلا رہنے والے دماغ کی حکمرانی پسند نہیں کرتے۔

دل دیوانگاں عاقل نہ گردد ☆ سرشوریدگاں ساماں نہ خواہد

عاقل دیوانوں کی طرح دل نہیں رکھتا ہے، شوریدہ سر کوئی سروسامان نہیں چاہتے۔

وہ عشق کو ایک پہاڑ تصور کرتے ہیں، اس کے مقابلہ میں عقل کو محض پرکاہ قرار دیتے ہیں، اس لیے کہتے ہیں۔

عشق را آں کوہ سپر سازد ز عقل ☆ دفع کوہے را بہ کاہے می کند

کون ہے جو عشق کا سپر عقل کو بنا سکتا ہے، پہاڑ کی مدافعت پرکاہ سے کیسے کی جاسکتی ہے۔

وہ تو عشق الٰہی کی سرشاری میں نہ صرف دماغ، عقل، بلکہ دل سے بھی بیگانہ ہوکر رہنا پسند کرتے ہیں۔

عشق آمد و دل ز دست ما برود ☆ تدبیر عقل مبتلا برود

(عشق ہوا، دل میرے ہاتھ سے جاتا رہا، عقل کی ساری تدبیریں بھی جاتی رہیں)

عشق و عقل کی آویزش مشہور ہے، فلسفہ کا سارا زور عقل پر صرف ہوتا ہے، روحانیت اور تصوف میں ساری کرشمہ سازیاں اور جلوہ آرائیاں عشق کی ہیں، فلسفیوں کے یہاں عقل

Marfat.com

اصل چیز ہوتی ہے، ان کے نزدیک یہی تمام موجودات پر محیط ہے، ان کا تو یہ بھی خیال ہے، کہ خدا بھی تعقل محض ہے اور یہ آپ ہی اپنا معروض ہے، پھر موجودہ دور کی ساری سائنسی تحقیقات عقل ہی کے ماتحت ہو رہی ہیں، ان کا دعویٰ ہے کہ وہ اپنی عقل کے ذریعہ سے زہرہ، چاند اور حتیٰ کہ سورج تک پہونچ سکتے ہیں، لیکن صوفیاے کرام کا عقیدہ ہے کہ کائنات کی ساری چیزوں کی تسخیر عقل کے ذریعہ سے ہوسکتی ہے، مگر انسان ہوا میں اڑ سکتا ہے، پانی کو قابو میں لاسکتا ہے، آفتاب اور ماہتاب تک پہونچ سکتا ہے، مگر زمان و مکان کے کچھ ایسے اسرار بھی ہیں جن کے رموز اور حقائق تک پہنچنے میں عقل کی پرواز قاصر ہے۔

انسان اپنی عقل سے مٹی، ہوا، پانی اور آگ کی ساری خصوصیتیں اور صفتیں معلوم کرسکتا ہے، مگر اس کی عقل یہ نہیں بتا سکتی ہے کہ آخر اربعہ عناصر کس اصلی مادہ سے نکلتے ہیں، اسی لیے خضر راہ، گلزار خلیل، شعلۂ طور، ید بیضا، دم عیسیٰ اور نور محمدی کا احاطہ کرنا عقل و فہم کے لیے ممکن نہیں، انبیاؑ کے ذریعہ سے دنیا میں جو روحانی اور مذہبی انقلاب پیدا ہوا، وہ بھی عقل کی سمجھ میں نہیں آسکتا، یا نالۂ شب گیر اور فغان صبح گاہی سے باطن کے جو دروازے کھلتے رہے ہیں، وہ بھی عقل کے ادراک سے بالاتر ہے، لیکن یہ ساری باتیں عشق کے ذریعہ سے سمجھ میں آتی رہی ہیں اور آتی رہیں گی، جہاں عقل تشکیک اور تذبذب پیدا کرتی ہے، وہاں عشق یقین محکم پیدا کرتا رہا ہے۔

عشق اور عقل کی بحث نظریاتی، تاثراتی اور تجرباتی انداز میں ہوتی رہی ہے، امیر خسرو کے یہاں اگر یہ بحث نظریاتی اور تاثراتی رنگ میں ہے تو اس پر ان کا تجرباتی رنگ بھی غالب رہا ہے، ان کے پرسوز سینہ میں جو کچھ ذاتی طور پر گزرتا رہا، اس کو وہ اپنے اشعار میں منتقل کرتے رہے اور یہ یقینی طور پر کہا جاسکتا ہے کہ عشق، دل اور عقل کے متعلق انھوں نے جو کچھ کہا ہے، وہ ان کے سوز دل کی چنگاریاں بھی ہیں، جو ان کے مرشد کی صحبت میں اور بھی بھڑک اٹھتی تھیں۔

Marfat.com

شریعت پسندی: امیر خسرو کے یہاں عشق الٰہی کی شیریں دیوانگی ضرور رہی لیکن انھوں نے کسی حال میں شریعت کا دامن چھوڑنا پسند نہیں کیا، خواجگان چشت کا مسلک یہ رہا کہ وجد وحال ذوق وکیف اور استغراق وتحیر کی کیفیات کیوں نہ پیدا ہو جائیں اور انوار الٰہی اور احوال معرفت سے عالم ملکوت وجبروت ہی کیوں نہ تسخیر ہو جائے، کسی حال میں بھی اتباع سنت اور احترام شریعت کی خلاف ورزی نہ ہو، خود خواجہ نظام الدین اولیاؒ کی بھی یہی تعلیم رہی کہ ''آنچہ نامشروع است ناپسندیدہ است''، اپنے خواجگان کی طرح یہ بھی فرمایا کہ اگر کوئی شخص کسی مقام سے گرے تو شرع میں گرے اور اگر یہاں سے گر گیا تو پھر اس کا کوئی ٹھکانا نہیں (فوائد الفواد، ص ۲۴۰) اسی لیے امیر خسرو نے بھی اپنی شاعری میں اسی بات کی ترویج کی کہ:۔

ع : بے روش مصطفیٰ راہ بر افلاک نیست

ع : شرع اگر عین نباشد شریست

فضیلت انسان: تصوف انسان کی فضیلت پر بڑا زور دیتا ہے، اس لیے امیر خسرو کی شاعری میں اس فضیلت کو گوناگوں طریقہ سے بیان کیا گیا ہے، وہ کہتے ہیں کہ انسان گوہر پاک اور زیور خاک ہے، وہ نو چرخ سے چھن کر در پاک ہو کر نمودار ہوا ہے، وہ جان جہاں ہے، وہ خود سارا عالم ہے، سارا جہاں اس کے وجود کا بار برداشت نہیں کر سکتا ہے، وہ ہر دوسرے کی اقلیم کا بادشاہ ہے، نو آسمان اس کا تخت ہے، وہ گنج خدا کی کلید ہے، وہ لڑکوں کا محض کھیل نہیں ہے، اس میں رحمان کی صورت دکھائی دیتی ہے، اگر اس کی غفلتوں سے اس کی انسانیت کا آئینہ زنگ آلود ہو جائے تو یہ کائنات کے لیے بڑی مصیبت ہے۔

اے زازل گوہر پاک آمدہ ☆ گوہر تو زیور خاک آمدہ

چنبر نہ چرخ بسے بیخت خاک ☆ تا تو بروں آمدی اے درّ پاک

جان جہاں ہمہ عالم توئی ☆ وآنچہ نہ گنجد بہ جان ہم توئی

Marfat.com

تو شہے اقلیم ہر دو سرائے ☆ نے فلکے تخت تو شد چار پائے
گنج خدارا تو کلید آمدی ☆ نہ از پئے بازیچہ پدید آمدی
چرخ کہ از گوہر احسانت ساخت ☆ آئینہ صورت رحمانت ساخت
آئینہ زیں گونہ کہ داری بہ جنگ ☆ آہ ہزار آہ کہ داری بہ زنگ

اس سے بڑھ کر انسان کے لیے اور کون سا دل نواز پیام ہوسکتا ہے، تصوف اسی قسم کی انسانیت کو سنوارا کرتا ہے اور جب انسان اس قسم کی سنوری ہوئی انسانیت کا حامل ہو جاہے تو خسرو کے خیال کے مطابق وہ کہہ اٹھتا ہے۔

نے گلم نے بلبلم نے شمع و نے پروانہ ام
عاشق حسن خودم بر حسن خود دیوانہ ام

اخلاقی تعلیمات تصوف باطنی تعلیمات کے ساتھ ظاہری اخلاق کی درستگی پر بھی زور دیتا ہے، اس لیے امیر خسرو کے یہاں اخلاقی تعلیمات بھی ہیں، وہ اپنے دور کے ہر طبقہ کے لوگوں کے اخلاق حسنہ کے خواہاں رہے، اسی لیے ان کے اخلاق کو درست کرنے کے لیے دردمندانہ بیانات دیتے رہے، مثلاً اپنے زمانہ کے حکمرانوں کو مخاطب کر کے کہنا کہ وہ اپنے اللہ اور رسول کے احکام کے فرماں بردار ہوں، ان کی ہر رائے محکم ہو اور اس پر سختی سے عمل کریں، ہر کام وقت پر عزم و سکون کے ساتھ کریں، غفلت کو راہ نہ دیں، انصاف سے کام لیں، تا کہ چھوٹا بڑا کوئی بھی ظلم کی آواز نہ سنے، خواص و عوام کی آسودگی کا خیال رکھیں، تا کہ بیابان کے چلنے والے اور محل کے رہنے والے دونوں یکساں طور پر خوش رہیں، مثنوی نہ سپہر میں کہتے ہیں۔ (ص، ۲۹۔۲۲۸)

پنج بنا شرط جہاں داریست ☆ آید ازو کش زخدایا ریست
اولش آنست کہ درکار تخت ☆ رائے بود محکم و تدبیر سخت
کارگذار ان بشہ کام گار ☆ باز نما یندہ سر انجام کار

Marfat.com

سیومش آنست کہ درحزم خویش ☆ دور کند پردۂ غفلت زپیش
آنکہ سر خویش ندارد نگاہ ☆ کے سر غیرئ زبدش در پناہ
چارمش آں شد کہ بانصاف وداد ☆ تازہ کند گلشن دیں را سواد
تا کہ دمہ زابل خراش وخروش ☆ نشنود آواز تظلم بہ گوش
پنجمش آں شد کہ نماید مدام ☆ جہد در آسودگئ خاص وعام
برہمہ دارد بہ بیانان وکاخ ☆ جاخوش ورہ ایمن ونعمت فراخ
آنچہ بفہرست رقم یافت چست ☆ باز نمایم بہ بیاباں درست

امرا کو بھی مخاطب کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر ان پر خدا کو خوش رکھنے کا خیال غالب رہے گا، تو وہ اپنے ملک کے بادشاہ کو بھی خوش رکھ سکتے ہیں، حقیقی مالک کی اطاعت گذاری ہی سے دنیاوی مالک کی فرماں برداری آسکتی ہے۔ (مثنوی نہ سپہر، ص ۲۵۱)

اے کہ بہ شغل ملکی وسری ☆ نصیب زور گاہ شہ کشوری
ہرکہ شود بر سر جمعی بلند ☆ نہ کہ بود از پے دیں بہ پسند
اولش از طاعت یزداں مہی است ☆ زاں پسش از خدمت سلطاں مہی است

وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ امرا کو بادشاہی سے جاگیر، مال اور رتبہ ملتا ہے، اگر وہ اس کے نیک خواہ نہ ہوں گے تو یہ سب چیزیں ان کے لیے حلال نہ ہوں گی۔

شہ کہ ولایت دہد ومال وجاہ ☆ نیست حلال ارنہ بوی نیک خواہ

وہ لشکریوں کو بھی مخاطب کر کے کہتے ہیں کہ وہ مذہبی ہوں، فرائض وسنن کے پابند ہوں، خدا کے پیام کی فتح وکامرانی کے لیے کوشاں ہوں، غارت گری اور ناموری کے لیے لڑائی نہ لڑتے ہوں، رعایا کی کھیتی نہ برباد کرتے ہوں، خون جگر سے کاشت کار جو خوشے تیار کرتے ہوں، ان کو اپنے گھوڑوں کے پیٹ میں نہ جانے دیں۔ (نہ سپہر، ص ۲۵۶،۵۷)

اولش آں شد کہ بہ نفس صبور ☆ ازسنن وفرض نباشند دور

Marfat.com

وادفتند شان بہر خدا صفدری ☆ نے زپئے غارت ونام آوری
درده وره رفق دمادم کنند ☆ واشتلم لشکریاں کم کنند
ور تو تاراج بری خرمنے ☆ خرمن تو نیز بود دشمنے
باہمہ نیروئی قوی پایگاں ☆ کشت رعیت مچراں رایگاں
خوشہ کہ ہند وزجگر دادہ آب ☆ در جگر اسپ تو نبود صواب

پھر عام لوگوں کے اخلاق کے سنوارنے کے لیے نصیحت کرتے ہیں کہ وہ آبروشناس اور حلیم ہوں، حلم وسکون ہی میں سیرت کی فرزانگی ہے، خشم وغضب میں دیوانگی ہے۔(نہ سپہر، ص ۶۵_۲۶۳)

حلم وسکون سیرت فرزانگی است ☆ خشم وغضب مایۂ دیوانگی است

وہ دیانت اختیار کریں کہ اس سے دین بھی سنورتا ہے، خیانت سے ادبار آتا ہے۔

دیں زدیانت شود آراستہ ☆ خاین از ادبار شود کاستہ

حسد، غصہ اور بخیلی بہت بڑی بدی ہے۔

ہیچ بدی دردل وجاں بداں ☆ چوں حسد وخشم وبخیلی مداں

امیر خسرو ایک ہندوستانی نوجوان میں جو اوصاف چاہتے تھے، اس کی عکاسی ان کی ان نصیحتوں سے ہوتی ہے جو انھوں نے اپنے لڑکے کو دی تھیں۔(خسرو شیریں، ص ۳۹_۴۴) کہتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کا اطاعت گذار ہو، وہ پاک اعتقاد کا ہو، نیک اور پرہیزگار لوگوں کی صحبت میں رہتا ہو۔

نخستیں پندم آں شد گر نیوشی ☆ کہ جز در طاعت یزداں نہ کوشی
ہمیشہ زاعتقاد پاک پیوند ☆ خدارا بندہ باشی نفس رابند
بہ صف نیک مرداں شوکماں گیر ☆ زبدناماں گریزاں باش چوتیر

وہ کہتے ہیں کہ ایک نوجوان شیر کی طرح رہے، جو اپنے شکار کے ساتھ مست رہتا

Marfat.com

ہے، سور اور کتے کی طرح حریص نہ رہے۔

چوں شیراں در شکار انداز مستی ☆ چو خوک وسگ مکن شہوت پرستی

وہ روشن ضمیر کا مالک بن کر رہے، کوئی کام ایسا نہ کرے جو بوڑھے ناپسند کریں۔

بہ طاعت کوش چوں روشن ضمیراں ☆ مکن کارے کہ نہ پسندند پیراں

وہ ہمیشہ سچ بولے، اگر سچ بولنے میں بھی اس پر تہمت رکھی جائے تو اس کی پرواہ نہ کرے، راست گاری ہی میں اس کی رستگاری ہے۔

اگر خواہی نکو باش نکو باش ☆ بمیشہ راست گاری وراست گو باش

مترس از تہمت گو رستگارست ☆ کہ مرد از راست گاری رستگارست

ایک روٹی پر صبر کر لینا اصل بادشاہی ہے، خزانہ کے پیچھے دوڑنا گدائی ہے۔

بنانے صبر کردن بادشاہیست ☆ دویدن در پئے گنجے گدائیست

وہ اس کو اس بلندی کی تعلیم دیتے ہیں، کہ تخت وتاج کے لیے محتاج رہنا مناسب نہیں، وہ زمین کو اپنا تخت اور چرخ کو اپنا تاج سمجھ کر زندگی گذارے۔

مباش از بہر تخت وتاج محتاج ☆ زمین را تخت دان وچرخ را تاج

وہ حاجت مند بن کر دنیا کی کسی چیز کی طلب نہ کرے، اگر تلاش کے بغیر اس کو کوئی چیز مل جائے تو اس کو رد بھی نہ کرے۔

زحاجت پیش در دنیا مجو چیز ☆ وگر ناجستہ یابی رد مکن نیز

اور اگر ابر دولت اس پر موتی برسائے تو وہ شاخ گلنار کی طرح اپنی فروتنی میں جھکا رہے۔

چو گردد ابر دولت بر تو در بار ☆ فروتن باش ہمچوں شاخ گلنار

وہ ہاتھی کی پیشانی کی طرح کشادہ بن کر رہے، چیونٹیوں کی طرح بن کر نہ رہے۔

چوں پیلاں باش پیشانی کشادہ ☆ نہ چوں مورکز بر سینہ دادہ

Marfat.com

عورتوں کے متعلق لکھا ہے کہ وہ شرم وحیا کے ساتھ گھر ہی کی زینت بنی رہیں، جو عورتیں گلی گلی ماری پھرتی ہیں، ان کے متعلق لکھا ہے۔ (ہشت بہشت، ص ۲۹)

زن کہ درکوچہ ہا بے تنگ باشد ☆ زن نباشد کہ مادہ سگ باشد

امیر خسرو اور اقبال: علامہ محمد اقبال پہلی بار حضرت خواجہ نظام الدین اولیاؒ کے مزار اقدس پر حاضر ہوئے تو اپنی ایک نظم میں جہاں اور عرض حال کی، وہاں یہ بھی کہا۔

ہند کا داتا ہے تو تیرا بڑا دربار ہے ☆ کچھ ملے مجھ کو بھی اس دربار گوہر بار سے

ایک نظر میں خسرو ملک سخن خسرو ہوا ☆ میں کہیں خالی نہ پھر جاؤں تیری سرکار سے

پھر اپنی مثنوی اسرار خودی میں ان کی ذات سے اپنی عقیدت کا اظہار اس طرح کیا۔

خسرو شیریں زباں رنگیں بیاں ☆ نغمہ ہایش از ضمیر کن فکاں

فطرتش روشن مثال ماہتاب ☆ گشت از بہر سفارت انتخاب

چنگ را پیش قلندر چوں نواخت ☆ از نوائے شیشۂ جانش نواخت

شوکتے کہ پختہ چوں کہسار بود ☆ قیمت یک نغمۂ گفتار بود

پھر بال جبریل میں امیر خسرو کو یاد کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

رہے نہ ایبک وغوری کے معرکے باقی ☆ ہمیشہ تازہ وشیریں ہے نغمۂ خسرو

ارمغان حجاز میں خداوند تعالیٰ سے یہ دعا کرتے ہیں۔

عطا کن شور رومی سوز خسرو ☆ عطا کن صدق واخلاص سنائی

میرا ذاتی خیال ہے کہ اقبال حکمائے یورپ سے متاثر ہونے کے بجائے اسلام کے حکمائے عظام اور صوفیائے کرام سے مستفیض ہوتے رہے، انھوں نے یورپ کے فلسفہ کا مطالعہ ضرور کیا لیکن اس سے کچھ ایسے بددل اور بیزار ہوئے کہ ان کو اپنے افکار کی بنیاد، قرآن حکیم اور رسول کریمؐ کی تعلیمات ہی میں ملی اور جب انھوں نے اسلام کے حکما اور صوفیا

Marfat.com

کا مطالعہ شروع کیا تو ان کو فضیل ابن عیاضؒ، حضرت بایزید بسطامیؒ، حضرت جنید بغدادیؒ، حضرت ابوسعید ابوالخیرؒ، حضرت داتا گنج بخشؒ، حضرت اویس قرنیؒ، شیخ فرید الدین عطارؒ، حضرت سید احمد رفاعیؒ، حضرت فخر الدین عراقیؒ، شیخ محمود شبستریؒ، حضرت بوعلی قلندرؒ پانی پتی، سید علی ہمدانیؒ، حضرت عبدالقدوس گنگوہیؒ، حضرت مجدد الف ثانیؒ، حضرت حارث بن اسد محاسبیؒ وغیرہ کا مطالعہ کیا، تو ان کو اپنے افکار کے لیے بہت سی وہ چیزیں مل گئیں، جن کی تلاش ان کو تھی۔

اسی تلاش میں انھوں نے خسرو کو ملک سخن کا خسرو، شیریں زبان، رنگیں بیان، ضمیر کن فکاں پایا، پھر ان سے اس درجہ متاثر ہوئے کہ ان پر یہ عیاں ہوا کہ ان کی طبیعت مثل ماہتاب روشن تھی، اسی لیے وہ اس دنیا میں ایک خاص مقصد کی سفارت کے لیے منتخب ہوئے، جب وہ چنگ پر اپنا نغمہ چھیڑتے تو ان کی روح پگھلتی ہوئی نظر آتی، ان کے نغمۂ گفتار کو کہار کی شوکت سے خریدا جاتا تو یہ قیمت ان کے صرف ایک نغمہ کی ہوتی، پھر کہتے ہیں، شہاب الدین غوری اور قطب الدین ایبک کی فتوحات اور معرکہ آرائی کے قصے تو ختم ہوگئے مگر خسرو کے نغمے کی تازگی اور شیرینی اب تک باقی ہے اور اپنی زندگی کے آخر زمانہ میں یہ دعا کی کہ ان کو رومی کا شور سنائی کا صدق و اخلاص اور خسرو کا سوز عطا ہو، ان کی تمنا یہ تھی کہ وہ خسرو ہی کی طرح شاعری کے بادشاہ ہوں۔

اقبال کے اشعار سے ظاہر ہے کہ وہ جہاں خسرو کے کلام کی نغمگی، شیرینی، رنگیں بیانی اور تازگی سے متاثر ہیں، وہاں وہ اس کے بھی قائل رہے کہ وہ ضمیر کن فکاں بن کر اور فطرت روشن کے حامل ہو کر شاعری کرتے رہے اور ان کے یہاں جو سوز اور اسی کے ساتھ جو نغمہ ہے، اس کی بڑی سے بڑی قیمت بھی لگائی نہیں جا سکتی اور جب رومی کے شور اور سنائی کے اخلاص و صدق کے ساتھ امیر خسرو کے سوز کے طلب گار ہوتے ہیں تو اس کے یہ معنی ہیں کہ عشق الٰہی میں امیر خسرو کو رومی اور سنائی کے ہم پلہ قرار دیتے ہیں، موجودہ دور کے اس

Marfat.com

عظیم ترین مفکر اسلام کا یہ خراج عقیدت امیر خسرو کے بلند درجے کا تعین کرتا ہے۔

امیر خسرو اور اقبال دونوں کا گہرا مطالعہ کیا جائے تو دونوں میں بعض حیثیتوں سے جزوی مماثلت پائی جائے گی۔ امیر خسرو اور اقبال دونوں کی شاعری کا بنیادی تخیل عشق ہے۔

امیر خسرو کے یہاں عشق کی جولانگاہ بے انتہا ہے۔ اس کا تذکرہ پہلے آچکا ہے۔ خسرو نے کہا تھا

من سوختۂ عشقم تو دم مزن اے دل ☆ ایں سوختہ را آتش آخر ہم از ایں خیزد

یعنی اے دل میں سوختہ عشق ہوں تو محض میری سانس کی سانس ہے مجھ جیسے سوختہ ہی سے آگ بھڑک اٹھے گی۔

اقبال خسرو کے اسی سوز کے خواستگار ہوئے۔ شعر ہی کے ساتھ ان کو سوز خسرو بھی عطا ہوا جس کا بہترین مصرف انھوں نے لیا۔ پیام مشرق میں کہتے ہیں۔

رگ مسلم ز سوز من تپید است ☆ ز چشمش اشک بیتابم چکید است

کہتے ہیں کہ میرے سوز ہی سے مسلمانوں کی رگ تڑپ اٹھی ہے اور میری بیتابی ہی سے ان کی آنکھیں اشکبار ہو جاتی ہیں۔

ایک جگہ اور کہتے ہیں۔

ز جان بے قرار آتش کشادم ☆ بہ دل در سینۂ مشرق نہادم

گل او شعلہ زار از نالۂ من ☆ چو برق اندر نہاد او فتادم

(میں نے اپنی بے قرار روح سے آگ حاصل کی ہے اسی آگ کو مشرق کے سینہ میں رکھ دیا ہے جس کی مٹی میرے نالے سے شعلہ زار ہو گئی ہے میں نے اس کے جسم میں بجلی کی طرح شعلے رکھ دیے ہیں۔)

اقبال نے خسرو کا جو سوز پایا تو خسرو ہی کی طرح عشق کے نغمے اپنی شاعری میں الاپنے لگے۔ دونوں کے عشق کے نغمے میں فرق یہ ہے کہ خسرو مذہب و وطن کے ذوق کی ترجمانی کرتے ہوئے عشق پر اشعار قلم بند کرتے رہے۔ اقبال ایک ترقی یافتہ دور میں تھے۔

Marfat.com

اس لیے زمانۂ حاضر کے مذاق کے مطابق اپنے عشق کے تخیل کو پیش کیا، مگر وہ خسرو ہی کی طرح عشق سے مغلوب الحال ہو جاتے ہیں، کہتے ہیں۔

بہ برگ ولالہ رنگ آمیزی عشق ☆ بجان ما بلا انگیزی عشق
اگر این خاکدان راوا شگافی ☆ درویش بنگری خوں ریزی عشق
شعاع مہر او قلزم شگاف است ☆ بہ ماہی دیدۂ رہ بیں بود عشق

یعنی درخت کی پتیوں اور لالہ میں عشق ہی رنگ موجود ہے، ہماری روح عشق کی بلا میں گرفتار ہے، اگر اس دنیا کو چیر کر دیکھا جائے تو اس کے اندر عشق کی خون ریزی دکھائی دے گی، عشق کے آفتاب کی شعاع سمندر کو چیر کر رکھ دیتی ہے، مچھلیاں سمندر کی تاریکی میں عشق کی آنکھ ہی سے راہ پاتی ہیں۔

وہ یہ بھی کہتے ہیں۔

دورۂ گردوں زموج عشق داں ☆ چوں نبودے عشق تفسیر جہاں
کے جمادی محو گشتے در نبات ☆ کے فدائے روح گشتے نامیات

یعنی یہ آسمان کی گردش عشق کی موجیں ہیں اگر عشق نہ ہوتو یہ دنیا ٹھہر جائے، اگر عشق نہ ہوتو جمادات سے نباتات نہ پیدا ہوں اور اگر عشق نہ ہوتو نامیات یعنی بنی نوع انسان اپنی نوعیت سے محروم ہو جائے۔

اقبال اسی عشق کی توضیح اس طرح بھی کرتے ہیں۔

زندگی را شرع و آئین است عشق ☆ اصل تہذیب است دین دین است عشق
ظاہر او سوز ناک و آتشیں ☆ باطن او نور رب العالمین
دین نہ گردد پختہ بے آداب عشق ☆ دیں بگیر از صحبت ارباب عشق

عشق ہی زندگی کی شریعت اور آئین ہے، تہذیب کی اساس دین ہے اور دین کی اصل عشق ہے، عشق ظاہر میں سوز ناک اور آتشیں نظر آتا ہے لیکن باطن میں یہ نور رب العالمین

Marfat.com

ہے، دین عشق کے بغیر پختہ نہیں ہوتا اور دین ارباب عشق کی صحبت ہی میں مل سکتا ہے۔

امیر خسرو نے عشق کے نغمے جن جن طریقوں سے الاپے ہیں، ان کا ذکر ہم پہلے کر چکے ہیں، اقبال کے یہاں بھی یہ لے مختلف آہنگوں میں سنی جا سکتی ہے مثلاً۔

عشق کے ہیں معجزات سلطنت و فقر و دیں
عشق کے ادنیٰ غلام صاحب تاج و نگیں
عشق مکان و مکیں، عشق زمان و زمین
عشق سراپا یقین اور یقیں فتح باب
عشق سے پیدا نوائے زندگی میں زیر و بم
عشق سے مٹی کی تصویروں میں سوز دمبدم

مرد خدا کا عمل عشق سے صاحب فروغ ☆ عشق ہے اصل حیات موت ہے اس پر حرام
عشق دم جبرئیل، عشق دل مصطفیٰ ☆ عشق خدا کا رسول، عشق خدا کا کلام
عشق کی مستی سے ہے پیکر گل تابناک ☆ عشق ہے صہبائے خام عشق ہے کاس الکرام
عشق فقیہ حرم، عشق امیر جنود ☆ عشق ہے ابن السبیل اس کے ہزاروں مقام

عشق کے مضراب سے نغمۂ تار حیات
عشق سے نور حیات، عشق سے نار حیات

عشق پر اقبال کے بعض اشعار استعارۃً خسرو سے مشابہ ہیں، مثلاً خسرو کہتے ہیں۔

عشق را آں کو سپر ساز و در عقل ☆ دفع کوہے را بہ کاہے می کند

یعنی جو عشق کے خلاف عقل کو سپر بناتا ہے، وہ پہاڑ کا مقابلہ گھاس کی پتی سے کرتا ہے۔

اقبال کہتے ہیں۔

کوہ پیش عشق چوں کاہے بود ☆ دل سریع السیر چوں ماہی بود

Marfat.com

یعنی پہاڑ عشق کے سامنے گھاس کی پتی میں تبدیل ہو جاتا ہے اور دل عشق کے اندر مچھلی کی طرح تیرنے لگتا ہے۔

امیر خسرو کہتے ہیں۔

من مسکیں غلام عشقم و عقل روسرم بگذر

کہ ایں سلطاں ترا در کار خود محرم نمی بیند

یعنی میں عشق کا ایک ادنیٰ غلام ہوں، اے عقل! تو میرے دماغ سے دور چلا جا، سلطان عشق اپنے کام میں کسی اور کو محرم بنانا پسند نہیں کرتا ہے۔

اقبال کہتے ہیں۔

عشق سلطان است و برہان مبین ☆ ہر دو عالم را کند زیر نگیں

عشق ایک سلطان ہے، یہ ایک کھلا ہوا ثبوت ہے، اس کے زیر نگیں دونوں جہاں ہیں۔

خسرو کے یہاں عشق، عقل پر حاوی ہے، جیسا کہ پہلے ذکر آ چکا ہے۔

امیر خسرو کی طرح اقبال نے بھی عقل کو فروتر چیز قرار دیا ہے۔

ہے ازل کے نسخۂ دیرینہ کی تمہید عشق

عقل انسانی ہے فانی زندۂ جاوید عشق

ایک دوسری جگہ کہتے ہیں۔

عقل عیار ہے سو بھیس بنا لیتی ہے

فارسی میں اسی بات کو اس طرح ادا کرتے ہیں۔

مہر دو بہ منزلے رواں ہر دو امیر کارواں

عقل بہ حیلہ می برد عشق برد کشاں کشاں

دونوں یعنی عقل اور عشق ایک ہی منزل کی طرف روانہ ہوتے ہیں، دونوں اپنے

Marfat.com

اپنے کارواں کے سردار ہوتے ہیں، لیکن عقل اس کارواں کی رہنمائی حیلے سے کرتی ہے، لیکن عشق کشاں کشاں لیے جاتا ہے۔

عقل کا ایک رہزن قرار دیتے ہیں۔

فریب کشمکش عقل دیدنی دارد ☆ کہ میر قافلہ وذوق رہزنی دارد

عقل کے فریب کی کشمکش دیکھنے کے لائق ہے، وہ ایک قافلہ کی سرداری کرتی ہے، مگر رہزنی کی فکر میں رہتی ہے۔

پھر عقل اور عشق کی علاحدہ علاحدہ خصوصیات فرماتے ہیں۔

عقل در پیچاک اسباب وعلل ☆ عشق چوں جاں باز میدان عمل

عقل راسرمایہ زبیم وشک است ☆ عشق راعزم ویقیں لاینفک است

عقل اسباب وعلل کی بھول بھلیوں میں الجھ جاتی ہے لیکن عشق میدان عمل میں چوگاں کھیلتا نظر آتا ہے، عقل کا سرمایہ عقل اور خوف ہوتا ہے لیکن عشق کے لیے عزم اور یقین اجزائے لاینفک ہیں۔

اقبال عشق کے ساتھ اپنے والہانہ پن کے باوجود ایک مقام ایسا آتا ہے، جب وہ عقل کے ساتھ مصالحت کر لیتے ہیں اور وہ دونوں کا حسین امتزاج چاہتے ہیں، مگر امیر خسرو شروع سے آخر تک صوفی بن کر عشق اور عقل کی مصالحت کسی حال میں پسند نہیں کرتے، اقبال شاعر کے ساتھ فلسفی بھی تھے، سائنس کی بے پناہ ایجادات کے زمانہ میں زندگی بسر کر رہے تھے، اس لیے عقل کی کارفرمائی کو نظر انداز نہیں کر سکتے، مگر دونوں کے امتزاج میں بھی روحانیت پیدا کر دیتے ہیں، کہتے ہیں۔

زیرکی از عشق گردد حق شناس ☆ کار عشق از زیرکی محکم اساس

عشق چوں با زیرکی ہم بر شود ☆ نقش بند عالم دیگر شود

خیز ونفس عالم دیگر بنہ ☆ عشق را با زیرکی آمیز دہ

Marfat.com

یعنی عقل حق شناس ہو جاتی ہے، اگر اس میں عشق کی آمیزش ہوتی ہے، اسی طرح عشق کا کام مستحکم ہو جاتا ہے، اگر اس میں زیرکی ہوتی ہے، جب عشق عقل کے ساتھ مل جاتا ہے، تو ایک نئی دنیا پیدا ہو جاتی ہے، اس لیے اٹھو اور ایک نئی دنیا پیدا کرو، عشق کو عقل سے ملا دو۔

اقبال اس مصالحت کے باوجود یہ تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں کہ عقل ہی ایک تکوینی قوت ہے، ان کے نزدیک عقل اسی وقت مقتدر ہو سکتی ہے، اگر عشق کی بھی رہنمائی اختیار کرے، ورنہ یہ ایک طاغوتی قوت بن جاتی ہے، ہاں اگر اس کے ساتھ عشق ہے تو یہ لاہوتی طاقت بن جاتی ہے۔

علم بے عشق است از طاغوتیاں ☆ علم با عشق است از لاہوتیاں

امیر خسرو اور اقبال نے جو آدمیت کا تخیل پیش کیا ہے، اس میں بھی بڑی مماثلت ہے، امیر خسرو نے آدمیت کی فضیلت میں جو کچھ کہا ہے، اس کا ذکر ہم پہلے کر چکے ہیں۔

اقبال نے بھی انسان کو ایک بہت بلند حیثیت دی ہے، کہتے ہیں۔

برتر از گردوں مقام آدم است ☆ اصل تہذیب احترام آدم است

ایک آدمی کا مقام آسمان سے بھی زیادہ برتر ہے، تہذیب اسی وقت سنواری جا سکتی ہے، جب آدمی کا احترام کیا جائے۔

نائب حق او چو جان عالم است ☆ ہستی او ظل اسم اعظم است

آدمی خدا کا نائب ہے، کیوں کہ وہ دنیا کی اصل روح ہے، اس کی ہستی اسم اعظم کا سایہ ہے۔

تو کیستی ز کجائی کہ آسمان کبود ☆ ہزار دیدہ براہ تو از ستارہ کشود

اے آدمی تو کہاں سے آیا ہے، اس نیلے آسمان نے ہزاروں ستاروں کی آنکھیں کھول دی تھیں کہ تجھ کو آتے ہوئے وہ دیکھ سکیں۔

Marfat.com

اقبال کہتے ہیں کہ خدا نے آدمی کو کھودیا ہے اور وہ کائنات کی ہر چیز میں آدمی کو تلاش کر رہا ہے۔

خدا ہم در تلاش آدمی ہست

خدا آدمی کو لالہ اور نرگس کی دل آویزیوں، پرندوں کے سینوں، پھولوں کی خوشبوؤں، دنیا کی ہر چیز کی رنگینیوں، محلوں، وادیوں اور ماہتاب کی کرنوں میں ڈھونڈتا ہے، زندگی کا موتی انسان کے جسم خاکی میں گم ہو کر رہ گیا ہے اور اب یہی فیصلہ کرنا ہے کہ یہ دنیا خود آدمی ہے یا خداوند تعالیٰ ہے۔

در خاک دان ما گہر زندگی گم است ☆ ایں گوہرے کہ گم شدہ مائیم کہ اوست

خسرو نے آدمی اور آدمیت کا جو تخیل پیش کیا تھا، اس کو اقبال نے پایۂ تکمیل تک پہونچا دیا ہے، اقبال کے نزدیک یہ کائنات تکمیل کو پہونچ کر آدمی کی شکل میں تبدیل ہوگئی ہے اور جب آدمی اپنی تمام ممکنات کو حاصل کر لے گا تو وہ خود خدا ہو جائے گا، انھوں نے اسرار خودی میں ایک آئیڈیل سوسائٹی کا جو نقشہ پیش کیا ہے اس میں انسان اپنی انسانیت کی تکمیل کو پہونچ سکتا ہے۔

خسرو کے نزدیک مسلمان تصوف کی راہ سے گذر کر ہی انسان کامل ہو سکتا ہے، اقبال نے اس خیال کو پیش کرنے میں عصر حاضر کے ذوق کو سامنے رکھا ہے، ان کے نزدیک ایک مسلمان انسان کامل اس وقت ہو سکتا ہے، جب اس کی زرہ لا الٰہ ہو، اس کے بول میں تپش ہو، اس کی شبوں میں گداز ہو، اس کا سرور اس کا شوق ہو، اس کا نیاز اس کا ناز ہو، پھر وہ سب کچھ ہو سکتا ہے۔

عقل کی منزل ہے وہ عشق کا حاصل ہے وہ ☆ حلقۂ آفاق میں گرمی محفل ہے وہ

امیر خسرو نے جس عشق رسول کا اظہار کیا ہے، وہی عشق اقبال کے یہاں پایا جاتا ہے، پہلے ذکر آیا ہے کہ خسرو کا خیال رہا۔

Marfat.com

بے روش مصطفیٰ راہ بر افلاک نیست

اس کی بھی تلقین کی ہے کہ۔

شرع اگر عین نباشد شراست

اقبال بھی کہتے ہیں۔

از رسالت در جہاں تکوین ما ☆ از رسالت دین ما آئین ما
دین فطرت از بنی آموختیم ☆ رہ در حق مشعلے افروختیم
قوم را سرمایۂ قوت از و ☆ حفظ سر وحدت ملت از و

اقبال خسروہی کی طرح ملک سخن کے خسرو بننا چاہتے تھے، ان کے سوز دل کے خواہاں ہوتے تھے اور یہ کون انکار کر سکتا ہے کہ اقبال خسرو ملک سخن نہیں ہوئے اور ان کے دل میں وہ سوز نہیں پیدا ہوا، جو خسرو کے دل میں تھا۔

☆☆☆

Marfat.com

7723

ISBN 93-80104-21-9
9 789380 104218

Marfat.com